

حشر امیر ابوبکر بنی امیہ فی التوحید والاسلام
 کے علوم و معارف پر مثال رسالہ مبارک کی پہلی اردو شرح

سعادۃ العباد

شرح

مبدأ و معاد

جلد اول



شراح

حضرت علامہ
 ابو الیقین پیر محمد سعید احمد رحیمی مدظلہ العالی

www.maktabah.org

27 Mo 1

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سندھی قدس سرہ
 کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

سَعَادَتُ الْعِبَادِ

شرح

مَبْدَاؤُ مَعَادٍ

شرح

سراج العارفین شہباز طریقت شارح مکتوبات امام ربانی

علامہ محمد بشارت علی مجددی

ترتیب و تدوین

علامہ محمد بشارت علی مجددی

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

پاکستان 841160-431-92+ ☎

نَظِیْمُ الْاِسْلَامِ پبلیکیشنز

www.maktabah.org

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ



بار اول 2004 تعداد 1,100

صدیہ روپے

ناشر
تنظیم الاسلام پبلی کیشنز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan

Ph # +92-431-841160, Fax # +92-431-731933

Website: tanzeemulislam.org

E-mail: info@tanzeemulislam.org

tanzeemulislam@yahoo.com

www.maktabah.org



رَبَّنَا لَا تُؤْخَذْنَا انْ كُنَيْتُنَا اَوْ لَخَطَانَا رَبَّنَا وَلَا
تَجْعَلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَنَا عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلَنَا
رَبَّنَا لَا تُخَلِّسْنَا مَا لَاطَاقَتُنَا وَخُفِّزْنَا وَخُفِّزْنَا
رَبَّنَا يَوْمَ لَنُفَا نَصْرُنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكَاثِرِينَ

رَبَّنَا

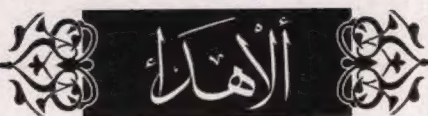
تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اللَّهُمَّ
عَنْكَ عَفْوٌ وَتَحِبُّ الْعَفْوَ فَاغْفِرْ
يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ يَا غَفُورُ

اَسْتَغْفِرُكَ يَا تَوَّابُ اَللّٰهُمَّ جَمِّعْ مَا كَرِهَ اَللّٰهُ
سُبْحَانَكَ وَفَعَلَ وَخَطَا وَسَاءَ مَا نَظَرَا
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



صَلَّى اللّٰهُ عَلَى حَبِيبِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ



ہم اس تصنیف لطیف کو اپنے شیخ مکرم

سراج العارفین شہار ظرقیت شارح مکتوبات امام ربانی
حضرت علامہ سید محمد سعید احمد بخاری رحمہ اللہ

والدین کریمین کے

کی طرف منسوب کرتے ہیں

جن کی آغوش ولایت اور حسن تربیت کی بدولت
ادب و نیاز اور سوز و گداز کا پیکر جمیل
تشکیل پایا

حیدر محمد رفیق احمد بخاری

برہان ولایتِ محمدیہ ۛ حجتِ شریعتِ مصطفویہ

کاشفِ اسرارِ سبعِ ثمانی ۛ عالمِ علومِ مُقطعاتِ قرآنی

ارماحِ ربانی ، عارفِ حقیقی ، قیومِ زمانی

شیخِ الاسلامِ المسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

حضرت شیخ احمد فاروقی

حنفی ، ماتریدی ، نقشبندی ، سہنبی

مجددِ الفِ سِ ثمانی

اولیٰ سنی . رحمانی

ۛ

قدس سرّہ الشُّبْحانی

فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
42	اسم مربی	17	نخن ہائے گفتنی
43	نسبت و قابلیت اولیٰ	20	مختصر سوانح حیات جامع مبداء و معاد
43	حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات		منہا نمبر ۱
	مختصر تعارف خواجہ بہاؤ الدین نقشبند		حضرت امام ربانی کی خانقاہ باقویہ میں
44	بخاری رحمۃ اللہ علیہ	25	حاضری
48	مختصر تعارف سیدنا فاروق اعظم علیہ السلام	26	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
50	اقطاب محمدیہ	28	سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف
	مختصر تعارف خواجہ علاؤ الدین عطار	30	مختصر تعارف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
52	رحمۃ اللہ علیہ	33	توجہ
53	دائرہ ظلال	33	اقسام توجہ
56	دائرہ اصل	35	جذبہ و سلوک
57	فنا	35	اقسام جذبہ
58	بقا	37	صفت قیومیت
	مختصر تعارف شیخ عبدالقادر جیلانی	38	قیوم کے دو مفہوم
59	قدس سرہ	38	صفت قیومیت میں فنائیت
	مختصر تعارف حضرت شیخ عبدالاحد چشتی	39	جذبہ و قیومیت
62	رحمۃ اللہ علیہ	39	جذبہ معیت
64	مختصر تعارف شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ	39	جذبہ محبت
66	علم لدنی	39	جذبہ ذات محبت
67	مختصر تعارف حضرت سیدنا خضر علیہ السلام	40	مختصر تعارف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
92	منکرین	69	علم لدنی کا حصول
	معرضین حضرت امام ربانی کے خرابی	71	نزول
93	احوال	72	اکابر چشتیہ
94	منکرین اہل اللہ کی محرومی		مختصر تعارف خواجہ قطب الدین بختیار
95	قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات	73	کاکی رحمۃ اللہ علیہ
96	فرمان نبوی	75	اکابر کبرویہ
	۳۔ منها	76	اکابر سہروردیہ
99	مراتب سلوک		مختصر تعارف شیخ شہاب الدین
99	ذوق یافت	77	سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
101	یافت	79	امام ربانی کا مشاہدہ
102	نقد یافت	80	مقام قلب
103	مقام دعوت و ارشاد اور حضرات نقشبندیہ	82	حقیقت جامعہ
104	سالک اور مجذوب کے مختلف درجات	83	قطب
	4۔ منها	83	اقسام اقطاب
108	نسبت نقشبندیہ	84	قطب العالمین
109	جذبہ ہدایت	86	عروج
	5۔ منها	86	ماحصل
111	تحدیثِ نعمت	87	روحانی امداد بوسیلہ شیخ
111	تحدیثِ نعمت سے منع کی وجوہات		۲۔ منها
112	اظہارِ تحدیثِ نعمت کی وجوہات	89	قطب الارشاد
113	ایک روحانی مرض اور اس کا علاج	90	متعلقین قطب الارشاد کی اقسام
114	تواضع	91	مخلصین
144	تواضع مذموم	91	معتقدین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
137	تجلی صفاتی	115	تواضع محمود
138	تجلی ذاتی	115	حضرت امام ربانی اور تواضع
138	تجلی ذاتی کی اقسام	116	وارثانِ جنت اور اذنِ شفاعت
140	کمالات و ولایت اور حضرت امام مہدی	118	مسئلہ شفاعت
141	مختصر تعارف حضرت امام مہدی علیہ السلام	120	شافعِ اول
142	کائنات کے بارے میں مختلف مؤقف		منہا۔ ۶
	منہا۔ ۸	123	سیر کا معنی اور اس کی اقسام
145	سالک کا نزول	126	انبیاء کرام کے مشارب
146	توجہ الی الطرفین	127	تجلیاتِ سیور
147	لطائف ستہ		لفظ اللہ میں حروف تعریف کے اجتماع
148	حدیث شریفی مع اللہ کا مفہوم	128	کی حکمت
149	تطبیق	129	معرفہ پر حروف تعریف لگانے کی وجہ
	منہا۔ ۹		علم کے دو حروف تعریف سے مرکب
151	مشاہدہ	130	ہونے کی وجہ
152	اقسامِ مشاہدہ	130	حروف تعریف کی کثرت کی وجہ
154	امام ربانی اور مشاہدہ		منہا۔ ۷
157	بے چون و بے چگون	133	کمالات و ولایت کے درجاتِ خمسہ
157	اہلسنت کا موقف	134	تجلی کا معنی و مفہوم
158	بعض صوفیاء کے سکر یہ اقوال	134	تجلی کی تعریف
158	امام ربانی کا موقف	135	حضرت امام ربانی کی نظر میں تجلی کا مفہوم
159	مسئلہ رویت باری تعالیٰ	136	حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا
163	حضرت موسیٰ اور رویت باری تعالیٰ	136	درو و تجلیات
165	اقسامِ رویت	137	تجلی فعلی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	راہ سلوک مقامات عشرہ کے حصول	167	معراج اور رؤیت باری تعالیٰ
226	پر موقوف ہے	168	خواجہ محمد پارسا اور رؤیت باری تعالیٰ
226	مقامات عشرہ	170	کیفیات رؤیت
234	تجلیات ثلاثہ	171	امام ربانی کے قول کی توضیح
236	حجلی آفاقی اور انفسی	172	حدیث رؤیت کی مختلف جہات
238	مرتبہ و وجوب	173	بعض صوفیاء کا کشف
239	مشاہدہ	174	نظریات امام ربانی
	منہا۔ ۱۱		منہا۔ ۱۰
241	طالب حق کو نصیحت	177	استخارہ کی شرعی حیثیت
243	حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے	178	استخارہ کا مسنون طریقہ
243	حضرت امام ربانی کا موقف	183	طالبوں کی اقسام
246	مختصر تعارف شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	184	توبہ
248	حضرت امام ربانی اور عالم وجود	194	باطنی تربیت کے مختلف طرق
	حضرت ابن عربی اور حضرت امام	198	آداب شیخ
249	ربانی جدا جدا کا موقف	203	مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ
252	مسئلہ عینیت	206	کشف
	منہا۔ ۱۲	206	واقعہ
255	جہات قلب	207	اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے
257	عنایات رحمانی بر امام ربانی	213	رزق حلال کے ثمرات
259	امام ربانی اور آئینہ قلب	214	ساکل کیلئے کھانے میں احتیاط کی تاکید
260	قلب صنوبری	222	ساکلین پر وارد ہونے والی دو حالتیں
261	سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب	223	مقام حیرت
264	امام ربانی پر قلب کے راز کا افشا	224	حیرت و جہل

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
300	روح کی عالم امر تک رسائی	266	لطیفہ نفس اور لطیفہ کا عدم شہود
302	لطائف اور عناصرا ربوہ	269	انسان خلاصہ کائنات ہے
303	عنصر تباری	271	تصفیہ کے بعد انسانی جسم
304	نفس اور انسان	273	عالم کتنے ہیں؟
304	اسلام اور عصیت		قلب قلب کی تجلیات الہیہ کی منجائش
308	نفس مطمئنہ میں سرکشی کا امکان	274	رکتا ہے
310	اقسام شیطان	275	اقسام قلب
311	حضرت عیسیٰ اور شیطان	276	صفائے قلب
311	حضور اکرم ﷺ اور شیطان	277	اللہ تعالیٰ کا منزہ ہونا
312	شیطان کا رخصت پر عمل کروانا	279	ولایت محمدیہ
314	سرکشی شیطان کی اقسام	281	اقسام طالب
316	بعض خطاؤں پر بلندی درجات	283	ولایت محمدیہ امام ربانی کی نظر میں
317	لطائف ستہ کا خلیفہ	285	علوم و معارف کیلئے امام ربانی کا چناؤ
318	مفغہ گوشت پر الہام		منہا - ۱۳
320	انہ لیہان علی قلبی کی وضاحت	287	روح، مکانی ہی ہے
320	حجاب قلبی کی اقسام	288	سائلک کا مشاہدہ روح
321	صحبت کا اثر	289	روح کیا ہے؟
323	قلب مومن	290	روح قالب انسانی میں
325	ایک سوال	293	انبیاء و اولیاء وطن اصلی کے نمائندے
325	امام ربانی کا جواب	294	روح کی اقسام
	امام ربانی کا صاحب عوارف کے قول	296	روح کا عروج
327	پر تبصرہ	298	پیری مریدی سے مقصود
		300	شیخ کامل مکمل

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
358	حضرت امام ربانی اور علماء و صوفیاء کی عقول میں فرق	328	حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا روحانی مقام
359	ایک سوال اور اس کا جواب	329	امام ربانی کی تحقیق قلب
362	کرامت ولایت کی دلیل نہیں	331	روح
363	عصر حاضر اور ترویج شریعت	333	اقسام موت
366	مبداء فیاض	335	عارف کے احساسات
368	ترجمان قلب	338	علمائے اہلسنت اور روح
370	لطیفہ تار کا مسلمان ہونا	338	امام ربانی اور روح
372	لطیفہ باد	339	روح و جسد کا باہمی استفادہ و استفادہ
	خدا اور روح کے انوار میں	340	قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تحقیق
374	ظاہری مماثلت	341	روح و نفس مطہر کا خلیفہ
378	مشائخ نقشبندیہ کا لطائف طے کروانا	341	عقل کی اقسام
380	مرکز موجودات	343	عقل کی تعریف
381	مسند دعوت و ارشاد	344	محل عقل
382	مقام عبودیت	344	حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق
382	عبادت اور عبودیت میں فرق	346	فکر کی اقسام
384	فرق بعد الجمع	347	اہل حقیقت اور فراست
	حضرت امام ربانی اور حضرت امین	348	اقسام فراست
385	العربی کا موقف	349	حضرت امام ربانی کی فراست
386	مقام فرق کے مراتب	351	مقام جمع اور مقام فرق
388	روح اور قالب میں مطابقت	353	اسلام حقیقی
389	نماز میں راحت کا سبب	356	فلسفی اور عارف
391	حقیقت نماز سے بے خبر	358	نفس، لی کون؟

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	منہا - ۱۵	391	اقسام صوفیاء
423	ایک سوال اور اس کا جواب	393	عارفین کی نماز
424	لطائف کا غالب و مغلوب ہونا		انوار کا برداشت کرنا روح کی استعداد
429	ارباب تکوین و تمکین	395	پر موقوف ہے
430	صاحب حال و صاحب مقام	397	عظمت غفلت
	منہا - ۱۶	399	افضلیت بشر بر ملائکہ
431	اسرار قرآنی اور تزکیہ نفس	400	غفلت کی کرم فرمائیاں
432	امام ربانی کا علمی مقام	401	نبوت ولایت سے افضل ہے
433	تفسیر آیت	403	بوجہ غفلت صحو کی سکر پر فضیلت
434	علمۃ الناس کیلئے مسئلہ ات ذہر قاتل ہیں	404	ذات رسالت مآب ﷺ اور نسیان
	عارف کیلئے مسئلہ ات سبب نور و حضور	406	قطب ارشاد
434	ہوتے ہیں	407	قطب ابدال
435	حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت		منہا - ۱۳
436	طیبات سے مراد	411	حضور اکرم ﷺ کا خصوصی امتیاز
437	مختصر تعارف علامہ جابر اللہ زبٹری	412	جلی کی اقسام
438	چند شبہات کا ازالہ	413	حضرت ابن العربی اور جلی ذاتی
442	حرمت کی اقسام	414	حضرت امام ربانی اور جلی ذاتی
443	حضور ﷺ کے عدم سایہ کی وجہ	415	ایک اعتراض اور اس کا جواب
446	حضرت امام اعظم ﷺ کی کیفیت مشاہدہ		تمام اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم
	منہا - ۱۷	417	ہوتے ہیں
447	معرفت	418	اولیاء کی اقسام بلحاظ مشرب
448	معرفت کی اقسام	420	اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے
448	حق معرفت	421	ایک شے کا ازالہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
		449	مقصد تخلیق
		450	توجیہات حضرت امام ربانی
		450	اسلام کی دو قسمیں
		452	نیکی اور گناہ
		453	گناہ کی اقسام
		454	عارفین اور گناہ
		457	طہدوں کی تردید کرنا
		458	حضرت امام ربانی کی دعا مانگنا
		459	عارفین کی گناہوں سے مغفرت
		460	اسلام کی اقسام بلحاظ طریقت
		461	ایک سوال کے جواب میں
			منہا۔ ۱۸
			خدا اپنی موجودیت میں وجود کا
		463	محتاج نہیں
			حضرت امام ربانی اور حضرت ابن
		464	العربی کا موقف
		468	اقسام وجود
		469	اسماء وصفات زائد علی الذات ہیں
		469	زائد کا مفہوم
		470	لاہو ولا غیرہ کا مفہوم
		471	غیریت کی دو قسمیں
		471	حضرت امام ربانی کا تجزیہ

سخن ہائے گفتنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز کی تصانیف عالیہ شریعت و طریقت کے انوار کا خزانہ اور معرفت و حقیقت کے اسرار کا دہینہ ہیں جو علماء کے علوم اور عرفاء کے معارف سے وراء، مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس اور مجتہدانہ انداز پر تحریر فرمائے گئے جن کے مطالعہ و ملاحظہ سے یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز درجہ امامت اور مقام اجتہاد پر فائز تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی جملہ تصانیف میں سے 'مبداء و معاد' ایک اہم رسالہ ہے جو نہ صرف الہامی علوم و معارف اور لدنی حقائق و دقائق پر مشتمل ہے بلکہ آپ کے احوال و کیفیات و واردات و مکاشفات اور مقامات خاصہ کو مختصراً ہے جسے حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی ملقب بہ ہدایت رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۹ھ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذاتی بیاض سے متفرق مسودات کو مدون و مرتب فرمایا اور اس کے مضامین کو "منہا" کا عنوان دے کر الگ الگ کر دیا۔ منہا یہ من اور حا کا مجموعہ ہے حا اسم اشارہ ہے منہا سے مراد واحدة من ذالک الاشارات یعنی ان لطیف اور دقیق اشارات میں سے ایک اشارہ، ان کی مجموعی تعداد ۶۱ ہے۔ لیکن حضرت مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی رحمۃ اللہ علیہ (ٹنڈو سرائیں، اد، حیدرآباد) کے قلمی نسخہ میں منہا ۷۱ کے درمیانی حصہ میں مزید ایک اور منہا کا ذکر ہے جس کے حساب سے منہا کی تعداد باسٹھ بنتی ہے چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز

إِنَّ اللَّهَ وَتُرْوِيحُ الْوُفَرِ کے مصداق طاق عدد کو مستحب سمجھ کر زیادہ پسند فرماتے تھے اس لئے دیگر نسخوں کے مطابق منہا کی تعداد ۶۱۱ ہی مقرر کی گئی ہے۔

رسالہ مبداء و معاد کی افادیت کے پیش نظر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ بھی اپنے خلفاء اور خاص مریدین کو خلوت میں سبقاً پڑھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ بزرگان دین کے اسی مبارک طریقہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے مرشد و مربی سراج العارفین، شارح مکتوبات امام ربانی حضرت علامہ ابوالبلیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز نے اپنے قریبی احباب و مریدین کو یہ رسالہ مبداء و معاد سبقاً پڑھایا جنہیں دوران تدریس باقاعدہ بذریعہ ٹیپ ریکارڈ کیسٹوں میں محفوظ کر لیا گیا اور اب اسے صفحہ قرطاس پر نقل کر کے ترتیب و تسوید کے جا کسل مراحل سے گزار کر کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ تسوید و تدوین کے دوران حضرت علامہ مولانا سید زوار حسین شاہ نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ و مترجمہ فارسی نسخہ (مطبوعہ ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی) اور محشی مکتوبات حضرت علامہ الحاج نور احمد پسروری ثم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا تصحیح فرمودہ فارسی نسخہ (مطبوعہ سنی لٹریچر سوسائٹی ریلوے روڈ لاہور) زیادہ تر پیش نظر رہے۔ دوران تدوین حضرت ابوالبلیان قدس سرہ العزیز کا بیان فرمودہ ترجمہ اور تشریحات ہی ”سعادة العباد“ کی اصل ہیں البتہ دیگر کتب سے استفادہ کے علاوہ الہینات شرح مکتوبات کے اقتباسات کو بھی زیادہ جامع اور متبرک جان کر نقل کیا گیا ہے نیز دوران ترجمہ، مترجم اول مکتوبات امام ربانی حضرت شیخ قاضی عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مد نظر رہا گا ہے گا ہے حضرت مولانا اقبال احمد فاروقی لاہور کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ترتیب و تدوین، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت و اشاعت کے جانگداز مرحلوں میں علامہ محمد بشارت علی مجددی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی، علامہ محمد راشد

مجددی، علامہ تنویر حسین مجددی، علامہ انور سعید مجددی، محمد اکبر شاہ مجددی..... کی شانہ روزِ محنت لائقِ تحسین اور جذبہ قابلِ تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو اجرِ عظیم اور ثوابِ عظیم عطا فرمائے، اولیائے کرام کی عقیدت اور اپنے مشائخ کی نسبت کا فیضان عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ دینِ متین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے اور اپنے محسن و مربی قبلہ عالم حضرت ابوالبلیان قدس سرہ العزیز کے مشن کے ساتھ وفا کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب مستطاب اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور ہمارے آقائے ولی نعمت حضرت ابوالبلیان قدس سرہ کے جنت الفردوس میں درجاتِ بلند سے بلند تر فرمائے اور آپ کی مرقدِ انور کو بقیعہ نور بنائے۔ اللھم امین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی کوئی فروگزاشت پائیں تو دامنِ غنوم میں جگہ دیتے ہوئے ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

جنابِ اقدس مولانا رفیع الرحمن صاحب

زیب سجادہ درگاہ حضرت ابوالبلیان قدس سرہ
امید اعلیٰ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام

مختصر سوانح حیات جامع مبداء و معاد حقائق آگاہ حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خواجہ محمد صدیق بن ظہیر الدین حسن کشم (بکسر کاف) علاقہ بدخشاں کے رہنے والے تھے، عنقوان شباب میں بدخشاں سے ہندوستان آئے چونکہ شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ایک عرصہ تک محب الفقراء عبدالرحیم خان خاناناں کی صحبت میں رہے۔ خان خاناناں کو بھی اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔ آپ ہدایت تخلص فرماتے تھے آپ کے اشعار بڑے دلفریب اور درد و سوز سے لبریز ہوتے تھے۔

اسی دوران آپ قطب الاقطاب عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ آپ پر خصوصی کرم فرماتے تھے اور اکثر اوقات فرماتے تھے کہ خواجہ محمد صدیق بہت بلند استعداد اور بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز ہم کئی درویش حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے مجھے نیا اور اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر مجھ پر گلاب چھڑکا اس امر نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی۔

ز دامن تو ہر راح گلابے

زند بر روئے مخبت خفته آبے

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفردکن سے واپسی پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے میرا رابطہ کا یہ حال تھا کہ ہر چیز سے حضرت خواجہ کا جمال باکمال نظر آتا تھا یہاں تک کہ درود یوار اور شجر و حجر سے بھی سوائے آپ کے جمال کے اور کوئی چیز نمودار نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ میرا وجود موہوم بھی حائل نہ رہا اور میں خود کو بھی حضرت خواجہ سمجھتا تھا۔

آں یکے شد روئے او شد سوئے دوست

واں یکے شد روئے او خود سوئے دوست

ترجمہ: ایک وہ تھا جس کا رخ تھا سوئے دوست

ایک وہ جس کی طرف خود روئے دوست

جب شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد تمام روحانی نظام حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے سپرد فرما کر خلوت گزریں ہو گئے اور ماسوائے چند کے اپنے تمام مریدین کو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت خواجہ محمد صدیق فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کیفیت کی وجہ سے میں نے انکار کیا۔ کہ حضرت خواجہ کا جلال رونما ہوا مجھ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو گئی بالآخر افاقہ کے بعد حضرت خواجہ نے شفقت فرماتے ہوئے کہا! خوف نہ کرو وہ محبت کی وجہ سے ایک پھول ہے جو گلفتہ ہوا ہے اگر تم صحیح اعتقاد اور گفتار کی سچائی رکھتے ہو تو یقین جانو کہ آج آسمان کے نیچے مثل میاں شیخ احمد کوئی دوسرا نہیں اور سب سے کامل لوگ جو تین چار ہی ہوئے ہیں ان (حضرت مجدد) کے کمالات جیسے رکھتے ہو نگے زیادہ نہیں اور میں خود کو انکا طفلی جانتا ہوں۔ جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے اسے مضبوط پکڑو تمہارے کام آئے گا اب جلدی کرو اور پہنچو۔

چنانچہ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور شعر و شاعری سے دستکش ہو گئے حضرت امام ربانی سے رابطہ قوی اور محبت کامل رکھنے لگے اور آپ کی صحبت و خدمت کو لازم جاننے لگے چنانچہ ایک روز صبح کے حلقہ سے اٹھ کر حضرت امام ربانی نے مریدوں کے مجمع میں فرمایا کہ آج خواجہ محمد صدیق ولایت خاصہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات) سے مشرف ہوئے ہیں۔

خلافت و اجازت کے بعد مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت میں دن رات کوشاں رہتے اور بے شمار لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا باعث ہوئے۔

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اکابر اصحاب و خلفاء میں سے تھے صوری و معنوی فضائل و کمالات سے آراستہ اور طریقت و حقیقت کے مقامات سے پیراستہ تھے غرضیکہ آپ بے شمار مناقب و کمالات کے مالک اور مآثر و مقامات کے حامل تھے۔ اختصار کے پیش نظر انہیں کلمات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ

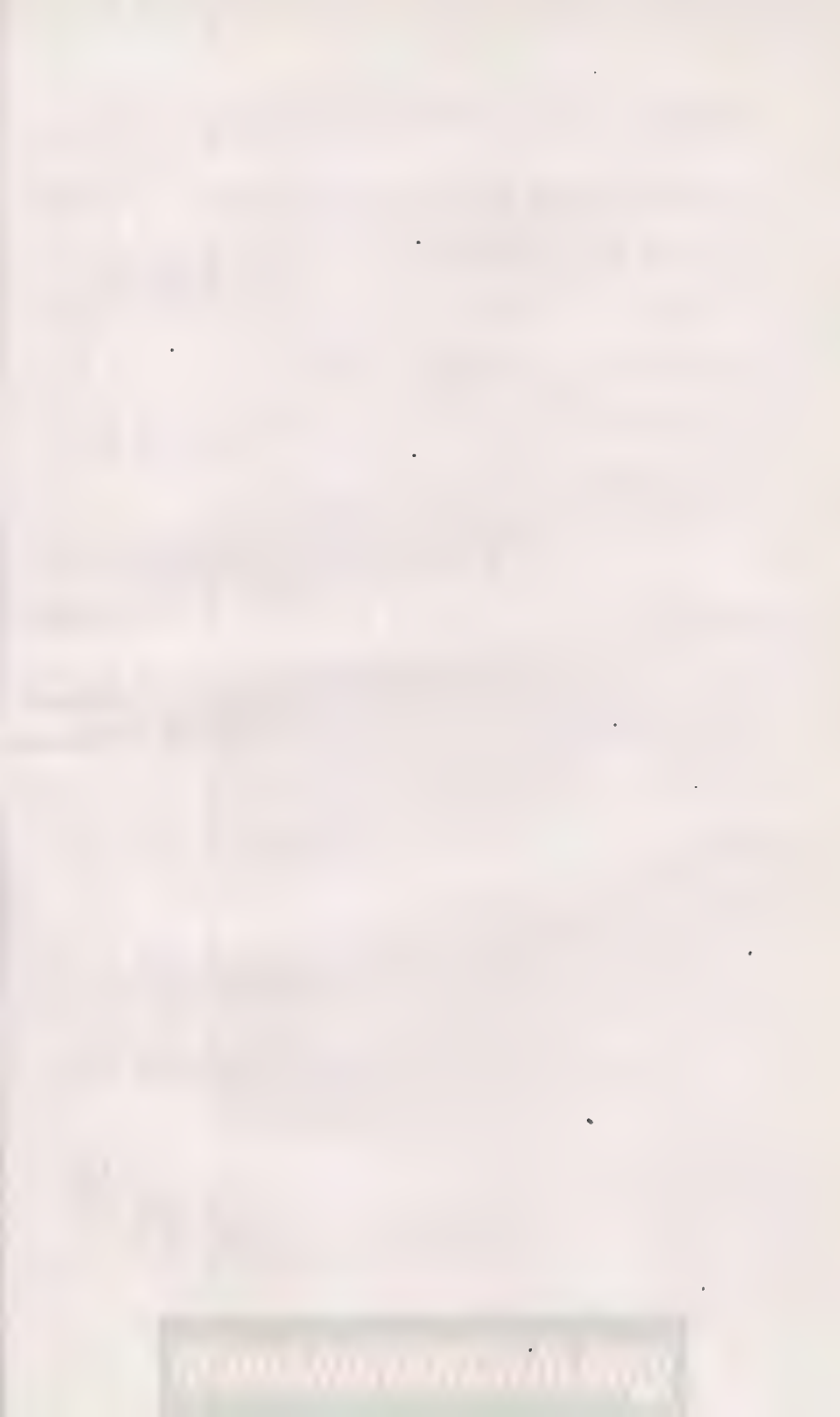
نہ حسنس غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
آپ ماہ شوال ۱۰۵۱ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نہایت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں آپ کے ہمراہ صدق نیت کے ساتھ حضرت امام ربانی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور حضرت امام ربانی کے لطاف و عنایات سے حظ وافر حاصل کیا۔ خواتین کی بہت بڑی جماعت اس نیک سیرت خاتون سے بہرہ مند ہوئی کیونکہ ان کی صحبت بہت مؤثر تھی۔ مکتوبات شریفہ میں بارہ مکتوبات ان کے نام صادر فرمائے گئے۔

مبداء و معاد کا مسودہ حضرت خواجہ کشمی نے ۱۰۱۹ھ ماہ رمضان المبارک کے

اواخر میں دوران اعتکاف حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بیاض خاص سے لے کر اسے ترتیب دیا اور اس کے سن تسوید کا قطعہ تاریخ یوں رقم فرمایا

ایں نسخہ کہ مبداء و معاد ست بنام
 ز انقاسِ نفیس حضرت فخر کرام
 چون کرد ہدایت اقتباس از سرِ صدق
 در سال ہزار و نوزدہ گشت تمام
 صدیق ہدایت کہ شدش چرخ بکام
 مانا کہ ز صدق شد ہدایت فرجام
 زیں خود چہ عجب و لیک تحقیق این ست
 کز جوشِ شرابِ احمدی یافتہ جام



منہا - ۱

چوں این درویش را ہوسِ این راہ پیدا شد
جب اس درویش نے کو اس راہ سلوک کا شوق پیدا ہوا تو

۱۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خانقاہ باقویہ میں حاضری
آپ پہلے طریقہ قادریہ میں کمال رکھتے تھے اس کے بعد اپنے والد بزرگوار
حضرت شیخ عبدالاحد چشتی علیہ الرحمہ سے طریقہ چشتیہ اخذ فرمایا پھر جب والد بزرگوار
کے وصال کے بعد حج کی سعادت اور حرمین طہیین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا تو
آپ ۱۰۰۸ھ میں حج کے ارادہ سے دہلی پہنچے جہاں آپ کی ملاقات حضرت مولانا
حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو آپ کے شناسا اور عارف باللہ حضرت خواجہ باقی
باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے انہوں نے حضرت خواجہ کے کمالات اور طریقت
نقشبندیہ کے فضائل کا ذکر کیا چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بارہا اپنے والد
بزرگوار سے نسبت نقشبندیہ کی بابت سن رکھا تھا فلہذا آپ حضرت خواجہ کی ملاقات
وزیارت کے لئے خانقاہ باقویہ میں تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ کی خواہش پر دو
ہفتہ کی مہمانی قبول کر لی ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کی قلبی کیفیت بدلی اور
حضرت خواجہ کی کشش غالب ہوئی اور آپ بزبان حال

کملت مسافۃ کعبۃ الآمال
حمداً لمن قد من بالاکمال

کافرہ مستانہ لگاتے ہوئے حضرت خواجہ کے دست حق پرست پر بیعت سے شرف ہوئے۔ آپ نے مہمانی کو ترک کیا اور اڑھائی ماہ حضرت خواجہ کی درباری کو غنیمت جان کر ارادہ حج کو خیر باد کہا اور فیوض و برکات اور نسبت نقشبندیہ سے معمور ہو کر واپس سرہند شریف میں مراجعت فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض افراد نے کہا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ حج بیت اللہ کی نیت سے اپنے وطن سرہند سے روانہ ہوئے تھے راستہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بیعت ہو گئے اور پھر وطن واپس آ گئے اس کے بعد پھر حج کو نہیں گئے اور آپ نے فرض ادا نہ کیا۔

بظاہر یہ شبہ وجہیہ ہے لیکن حقیقت حال کچھ اور ہے ۱۰۰۸ھ میں آپ کا قصد حج کرنا غلبہ شوق کی بنا پر تھا۔ اور آپ نے ازراہ توکل و رخصت ارادہ کیا تھا۔ حضرت خواجہ کے فیضانِ محبت نے آپ پر ابوابِ عزائم کھول دیئے۔ لہذا آپ نے رخصت کو چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزُوذُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَالتَّقْوَىٰ يَأُولَى الْأَلْبَابِ (البقرہ ۱۹۷)

”اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ میں بہتر ہے گناہ سے بچنا اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمند“۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے یہ ترجمہ لکھ کر موضح قرآن میں لکھا ہے ”اہل کفر کی غلطی ایک یہ تھی کہ بغیر خرچ حج کو جانا ثواب گنتے تھے اور توکل، مقدور ہوتے ہوئے خرچ نہ لیتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مقدور ہو تو خرچ لے کر جاؤ بڑا فائدہ یہ کہ سوال نہ کرو، یعنی زاد راہ لے لیا کرو تا کہ سوال نہ کرنا پڑے زاد راہ بہتر پرہیزگاری ہے۔

حضرت مجدد کی مالی کمزوری اور علوفہ کا بیان حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مخلص کو ایک رقعہ میں یوں تحریر فرمایا ہے ”بہ جہت کثرت عیال و علو فقر و بے معاشی تفرقہ در اوقات آن جماعت ہست۔ اگر از وجہ چہل یک ہر سال قدرے معین بہ آں خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قسمتی در میان ایشان قرار دہد بغایت مستحسن است مورث خیر بسیار، ہر چند کہ اندکے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود، فقراء باب اللہ اند دلہائے عجب دارند زیادہ جرأت است یعنی عیال کی کثرت اور فقر و بے معاشی کی وجہ سے اس جماعت کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر چالیس میں سے ایک کی کوئی مقدار اس گھرانے کے واسطے مقرر کر دیں کہ ہر سال پہنچ جایا کرے اور یہ کاتب اس کی تقسیم مقرر کر دے تو بہتر اور مورث خیر کثیر ہے یہ مقدار چاہے کتنی ہی کم ہو خیرات میں رکن عظیم رہے گی یہ لوگ اللہ کے در کے فقراء ہیں عجیب و غریب دل رکھتے ہیں۔ زیادہ جرأت حضرت مجدد نے پہلے راہ توکل فرط شوق و محبت میں اختیار کی تھی اور بعد میں راہ عزیمت تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے۔

در دم از یار است و درمان نیز ہم

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

إِنْ صَلَوَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

لَا شَرِيكَ لَهُ وَيَذَلِكْ أَمْرٌ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ)

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

(حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۴۶، ۲۷)

عنایت خداوندی جلّ سلطانہ اور ابہ یکرے از خلفائے خانوادہ
 خدا تعالیٰ جلّ سلطانہ کی عنایت نے اس کو خانوادہ حضرات نقشبندیہ^۱ قدس اللہ تعالیٰ
 حضرات خواجہا قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم رسانید وازاں جاطریقہ
 اسرار ہم کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفہ^۲ کے پاس پہنچا دیا۔ وہاں سے ان بزرگوں
 ایسی بزرگواران را اخذ کردہ، ملازم صحبت آن عزیز گشت
 کے طریقہ کو اخذ کیا اور ان عزیز کی صحبت اختیار کر لی۔

۲ سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف

یہ امر طے شدہ ہے کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات میں نبوت اور ولایت کا
 فیضان جاری و ساری ہے فیضان نبوت کے تقسیم خلیفہ رسول حضرت سیدنا صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضان ولایت امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کے ذریعے تقسیم ہو رہا ہے جن حضرات کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے
 فیض مل رہا ہے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلہ صدیقیہ کہا جاتا ہے اور جو حضرات،
 حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیضیاب ہوتے ہیں ان کے سلسلہ کو
 سلسلہ حیدریہ کہا جاتا ہے چونکہ طریقت کے معروف سلاسل اربعہ (نقشبندیہ، چشتیہ،
 قادریہ، سہروردیہ) کو فیضان نبوت بھی پہنچ رہا ہے اور فیضان ولایت بھی مل رہا ہے
 فرق صرف اتنا ہے کہ سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں فیضان ولایت کا غلبہ ہے
 جبکہ سلسلہ نقشبندیہ میں فیضان نبوت کا غلبہ ہے چونکہ سلسلہ صدیقیہ کے مرشد اول
 حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے یہ سلسلہ پہلے پہل سلسلہ صدیقیہ
 کے نام سے مشہور ہوا بعد ازاں دیگر مشائخ طریقت کی نسبتوں سے مختلف زمانوں میں

مختلف ناموں اور القابات سے منسوب ہوتا رہا۔

صمدیہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ تک اس سلسلہ کو صمدیہ کہا جاتا رہا۔

طیفوریہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ تک اسے طیفوریہ کہا جاتا رہا۔

خواجگانیہ

حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام الطریقہ حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین اولیٰ بخاری المعروف شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک اسے خواجگانیہ کہا جاتا رہا۔

نقشبندیہ

غوث الخلیفہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ خواجگانیہ کی اس قدر ترویج و اشاعت کی کہ چہارواں عالم میں یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

نقشبندیہ علائیہ

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے نقشبندیہ علائیہ مشہور ہوا۔

نقشبندیہ احراریہ

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سلسلہ ”نقشبندیہ

احرار یہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے شریعت و طریقت کی تجدید و ترویج کچھ اس انداز سے فرمائی کہ عالم اسلام میں اس سلسلہ کو خوب شہرت اور پذیرائی نصیب ہوئی جس کی بنا پر اسے نقشبندیہ مجددیہ کہا جانے لگا۔

نقشبندیہ مجددیہ نوریہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے بعد یہ سلسلہ متعدد مشائخ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا چنانچہ قطب اوحد حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیرانی ثم چورانی رحمۃ اللہ علیہ (تاجدار چورہ شریف ضلع انک) سے یہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ کے نام سے مشہور ہوا۔

نقشبندیہ مجددیہ امینیہ

قطب العالمین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (وارث مسند آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ) سے نقشبندیہ مجددیہ امینیہ کے نام سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔
والحمد للہ علیٰ ذالک

۳ عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے آپ ۹۷۱ھ میں کابل میں متولد ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت قاضی عبدالسلام غلجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو اپنے زمانے کے معروف عالم باعمل

صاحب وجد و حال و فضل و کمال بزرگ تھے آپ کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عمر یا غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نانا تھے آپ پر بچپن سے ہی تجرید و تفرید، خلوت گزینی اور عزلت نشینی کے آثار غالب تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

آپ نے آٹھ برس میں حفظ قرآن کے بعد کابل کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علم و عمل کے آفتاب بن کر چمکنے لگے جب فقر و رویشی کا شوق دام نکمیر ہوا تو ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے علاوہ مختلف دیار و امصار کا سفر اختیار فرمایا اور مختلف اکابر اولیاء کی صحبت و خدمت میں رہ کر بے شمار روحانی فیوض و برکات حاصل کئے آپ حضور اکرم ﷺ اور حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے بلا واسطہ بطریق اویسیہ فیضیاب تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

شنیدم کاشف راز نہانی
ابو القاسم چراغ کرگانی
کہ بودے ورد جاں نام اویسیں
کہ باشد شربے از جام اویسیں

آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ ملکنی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارۂ غیبی پا کر آپ کو ہندوستان کی طرف ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ وہاں ایک عزیز الوجود ہستی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا) آپ کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوگی جس کے ذریعے تمام عالم منور ہو جائے گا چنانچہ ہندوستان میں سلسلہ

نقشبندیہ کو فروغ دینے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن کی توجہات قدسیہ اور تجدیدی کارناموں نے ہندوستان کی قسمت بدل کر رکھ دی آپ کے حلقہء بیعت و صحبت سے ہزاروں صلحاء و صوفیاء پیدا ہوئے۔

آپ نے ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا آپ کی تشریف آوری سے پانچ چھ سال کے اندر اندر روحانی حلقوں میں انقلاب برپا ہو گیا عامۃ المسلمین اور علماء و مشائخ کے علاوہ اعیان مملکت اور ارکان سلطنت بھی آپ کے حلقہء بیعت میں شامل ہوئے۔

چنانچہ شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خان خاناں، مرزا قلیچ خان اور صدر جہاں وغیرہم بھی آپ کے نیاز مندوں میں شامل ہوئے آپ کی نظر کیما، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب تھی اس لئے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد بالآخر تمام روحانی نظام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما کر ۲۵ جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۰۱۲ھ بعد نماز عصر ذکر اسم ذات کرتے ہوئے عالم قدس میں جا پہنچے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کا مزار مبارک دہلی میں فیروز شاہ کے قبرستان میں محکم مسجد کے متصل واقع ہے۔

بہ برکت توجہ آن بزرگ، جذبہ خواجہا کہ از جہت
ان بزرگ کی توجہ کی برکت سے خواجگان نقشبندیہ کا جذبہ جو صفت
استہلاک در صفت قیومیت می خیزد اورا حاصل
قیومیت میں فنایت کی جہت سے پیدا ہوتا ہے اس کو حاصل ہوا اور اندراج
گشت و از طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ نیز شری میسر
النہایۃ فی البدایۃ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ میسر ہوا اس جذبہ کے
شد۔ بعد از تحقق ایس جذبہ کا راو بسلوک قرار یافت
تحقق کے بعد اس کو سلوک میں قرار حاصل ہوا۔

۴ توجہ

شیخ کا اپنی قوت ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی
باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کے
لئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القاء کرتا ہے اس کو تصرف یا ہمت بھی
کہا جاتا ہے۔

اقسام توجہ

مشائخ طریقت نے توجہ کی معروف تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

توجہ انعکاسی

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پرتو پڑنا یا اہل مجلس ہر عطر وغیرہ کی خوشبو پانا
انعکاسی توجہ کے مشابہ ہے یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے اس توجہ کا اثر بھی تھوڑی دیر کے

لئے ہوتا ہے اس لئے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں ہوتی۔

توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے میں جی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا اس توجہ کی تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ پہنچے مثلاً آندھی اور بارش وغیرہ تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے یہ توجہ کسی حد تک مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی اس لئے مرید کو مجاہدہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

توجہ اتحادی

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القا کر دیتا ہے اس طرح کہ دونوں رو میں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نانباتی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنادیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔ (الہیات شرح مکتوبات، مکتوب ۳ جلد اول)

۵..... ہجرت کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے توجہ اتحادی کے ذریعے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت و سیرت کو اپنے جیسا بنادیا کہ اہل مدینہ کے لئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

تو من شدی من تو شدم تو تن شدی من جاں شدم

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

خواجہ، خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتھی قدس سرہ العزیز نے ایک

معتقد طے کیا کہ توجہ اتحادی کے ذریعے اپنے جیسا بنادیا۔ (نفحات الانس)

۵ جذبہ و سلوک

جذبہ سیر انفسی کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہات سے سیر انفسی میں عالم امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائف اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں یہ کیفیت جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

سلوک

سلوک سیر آفاقی کا نام ہے مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق اتباع سنت و شریعت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے طہارت نفس و عناصر حاصل کرنا سیر آفاقی ہے اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔
بیضہ نمبر ۱: جذبہ سلوک سے مقدم ہو تو ایسے مرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں اگر سلوک جذبے پر مقدم ہو تو ایسے مرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں حضرات نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اسی لئے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اسی لئے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنی مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابند شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۶ جلد اول)

اقسام جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔

جذبہ حقیقی

اور

جذبہ صوری

جذبہ صوری

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ سے قبل ابتدائے سلوک میں تصفیہ لطائف سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور صرف تسہیل منازل سلوک کے لئے عطا کیا جاتا ہے اس کو جذبہ صوری کہتے ہیں اس کو جذبہ ہدایت یا جذبہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

جذبہ حقیقی

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ کے دوران انتہائے سلوک میں حاصل ہوتا ہے اس کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں اس کو جذبہ نہایت یا جذبہ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے جذبہ حقیقی بلا امتیاز تمام سلاسل طریقت میں موجود ہے لیکن جذبہ صوری طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور یہ نعمت حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخلصین کو بطور خیرات و صدقہ جاریہ عطا فرمائی ہے تاکہ مرید اگر نسبت جذبہ کی تکمیل سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے کم از کم جذبہ کی لذت تو چکھ لے۔

اس حقیقت کا اظہار آپ نے یوں فرمایا ہے

ما نہایت را در ہدایت درج می کنیم

یعنی وہ جذبہ جو تمام سلاسل کے سالکین کو آخر میں دیا جاتا ہے ہم بفضلہ تعالیٰ اپنے سلسلے کے مریدین کے لئے اس کو انتہا سے ابتدا میں کھینچ لائے ہیں چنانچہ باقی سلاسل کی ابتداء عالم خلق کی سیر سے ہوتی ہے اور انتہا عالم امر کی سیر پر ہوتی ہے لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں اس کے برعکس عالم امر سے سیر شروع ہوتی ہے۔

اس جذبہ کی تعریف میں آپ نے فرمایا:

جَذْبَةٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِي عَمَلِ الثَّقَلَيْنِ (نجات الانس) یعنی ایک جذبہ اللہ تعالیٰ کے جذبات سے ساری کائنات کے جنوں اور انسانوں کے اعمال کے

برابر ہے یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی عطیات میں سے ہے اور اس کے فضل و کرم پر موقوف ہے۔

آپ نے فرمایا: (ما فضلیا نیم)

ہم فضلی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت فضل ہم کو حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگون کو ہدایت میں میسر ہے

اگر از جانب معشوق نباشد کشے
کوشش عاشق بیچارا بجائے نرسد

طریقہ جذبہء صوری

سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر نے حصول جذبہ صوری کا ایک مخصوص طریقہ وضع کیا ہے اور وہ تکرار اسم ذات و نفی اثبات، جس دم اور رعایت وقوف عددی ہے جبکہ دوسرے سلاسل میں اس جذبہء ابتدائی کے حصول کا کوئی معین طریقہ اور مخصوص ضابطہ نہیں البتہ اگر علی سبیل الاتفاق ان کو یہ جذبہ حاصل ہو جائے تو کوئی امر مانع بھی نہیں۔
ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۲ جلد اول)

۶ صفت قیومیت

صوفیائے مجددیہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک قیوم ایک اصطلاح ہے جو ارشاد باری تعالیٰ القیوم سے ماخوذ ہے۔ قیوم اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور قیومیت اسم القیوم کی نسبت سے ہے نسبت قیومیت حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا مکشوف ہے عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز قیوم کے متعلق رقمطراز ہیں قطب ہونا قیومیت کا ایک شعبہ ہے قیوم اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے اقطاب و ابدال اس کے دائرہ ظلال میں د

اغل اور افراد و اوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں تمام افراد عالم اس کی طرف رخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے خواہ وہ جانے یا نہ جانے بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے اس لئے کہ افراد عالم چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے (اس لئے) سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات و جوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبت قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہے جب تک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو۔ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی اور خوش ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ مکتوب ۸۶ و فتراول)

قیوم کے دو مفہوم

لفظ قیوم جب ذات باری تعالیٰ جل مجدہ الکریم کیلئے بولا جائے تو اس کا معنی قَائِمًا بِذَاتِهِ وَمُقَوِّمًا لِّغَيْرِهِ ہوگا یعنی جو بذات خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہو یہ لفظ جب کسی مخلوق کیلئے بولا جائے تو اس کا لغوی معنی مراد لیا جائے گا اور اس کی تاویل کی جائے گی یعنی کسی شئی کے قیام اور بقا کا وسیلہ و ذریعہ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی و فتراول مکتوب ۱۷ اور ایہیات شرح مکتوبات مکتوب ۲۱ جلد اول)

صفت قیومیت میں فنائیت

جائشیں امام ربانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ اس کے متعلق

رقطر از ہیں:

ان بزرگوں (خواجگان نقشبندیہ) کا جذبہ جو کہ صفت قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت خواجہ (حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانی قدس سرہ) کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوف عددی ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۳۶)

اہل طریقت نے صفت قیومیت میں انجذاب کے اعتبار سے جذبہ کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

جذبہ قیومیت

وہ ہے جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی قیومیت جلوہ گر ہوتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

جذبہ معیت

یہ ہے کہ عارف کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت جلوہ گر ہو

جذبہ محبت

یہ ہے کہ جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی محبت مستولی ہو جاتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

جذبہ ذات بخت

یہ ہے کہ عارف کو حق تعالیٰ کی ذات بخت تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے اس جذبہ کو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز کا جذبہ کہتے ہیں۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات (فارسی) دفتر دوم مکتوب ۴۲)

وایں راہ را بتربیت روحانیت اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
 اور اس راہ کو شیر خدا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بکری روحانیت کی تربیت سے انتہا
 تا بنہایت رسانید یعنی باسمے کہ ربّ اوست - وازان اسم،
 تک پہنچایا یعنی اس اسم تک جو اس کا مربی ہے۔ اور اس اسم
 بقابلیت اولیٰ کہ معبر بحقیقت محمدیہ است علی صاحبہا
 سے قابلیت اولیٰ^۹ تک جو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ
 الصلوٰۃ والسلام والتحیہ بمدد روحانیت حضرت خواجہ نقشبند
 سے عبارت ہے پھر حضرت خواجہ نقشبند^{۱۰} قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی روحانیت
 قدس اللہ تعالیٰ سرہ عروج نمود
 کی مدد سے عروج حاصل ہوا۔

۷۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؑ کا مختصر تعارف

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۲ رجب المرجب خانہ کعبہ
 میں متولد ہوئے۔

شد او دُرّ بیت الحرامش صدف

کے را میسر نشد این شرف

نوجوانوں میں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اکثر غزوات اور
 معرکوں میں حضور سید عالم ﷺ کی معیت کا شرف نصیب ہوا ذوالنورین حضرت
 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔

خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور اہل بیت اطہار کے دوازدہ آئمہ کرام میں سے پہلے امام ہیں بقول شاعر

اول و آخر ابرار توئی
مشرق و مغرب انوار توئی

آپ اقلیم ولایت کے تاجدار اور جملہ سلاسل طریقت کے سالار ہیں۔

آپ کے ساتھ جہاد و قتال کرنے والوں کو ملامت سے دور جانا چاہئے اور کلمہ خیر کے سوا ان کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہئے حضرت علی المرتضیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں: أَخْوَانُنَا بَغَوُا عَلَيْنَا لَيْسُوا كَفَرَةً وَلَا فِسْقَةً لِمَا لَهُمْ مِنَ التَّوِيلِ قرینہ تاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مخالفین کی طرف لفظ ”خطا“ بھی منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ اسی لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بَلِّغْ دِمَاءَ ظَهَرِ اللَّهِ تَعَالَى عَنْهَا أَيْدِيَنَا فَلْنُظْهِرَ عَنْهَا أَلْسِنَتَنَا

ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوا کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا ”تو اپنے اہل و عیال میں مشغول ہونے کو اپنا سب سے بڑا شغل نہ بنانا کیونکہ اگر تیرے اہل و عیال اہل اللہ میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی بھی ضائع نہیں کرتا اور اگر وہ اللہ کے اعداء میں سے ہیں تو اللہ کے اعداء کا غم کھانا اور ان میں مشغول ہونا تیرے لئے کسی طرح بھی روا نہیں۔

یاد رہے کہ اس ارشاد کا تعلق ماسوی اللہ سے تعلق منقطع کر لینے سے ہے۔

۳۰ھ ۱۸ رمضان المبارک کو عبد الرحمن بن ملجم (جَعَلَهُ اللَّهُ مَلْجَمًا بِلِجَامِ

مِنَ النَّارِ) نے زہر آلود تلوار کا وار کر کے کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کو شہید کر دیا۔ انا

لله وانا اليه راجعون

کے را میسر نقد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

حسین کریمین نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق لوگوں سے چھپا کر دفن کر دیا لہذا آپ کی قبر انور کی تعیین واضح طور پر نہیں ہو سکی ارباب مکاشفہ نے متعدد مقامات پر نشاندہی فرمائی ہے بعض نے کہا ہے کہ آپ کا مزار مبارک نجف اشرف میں ہے اور بعض نے مزار فیض آثار بلخ میں بتایا ہے اگرچہ قول اول مشہور ہے مگر سفینۃ الاولیاء میں قول ثانی کو ترجیح دی گئی ہے والعلم عند اللہ سبحانہ صاحب عمدۃ المقامات حضرت شاہ فضل اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بارگاہ ولایت میں یوں ہدیہ نیاز پیش کیا ہے۔

یا علی بادشاہ کونینی	اولیاء را تو قرۃ العینی
بولایت کسے قدم نزنند	بولائے تو تاکہ دم نزنند
یک نگاہ نمودہ زر سازے	کارم از یک نگاہ در سازے
گرچہ من لائق نگاہ نیم	در رہت بہ ز خاک راہ نیم
نکنم رود ز درگہ کرمتم	ای سرم خاک باد بر قدمتم
فضل را جز جناب حضرت تو	نیست روئے وسیلہ دیگر سو!

۵ اسم ربی

یہاں رب سے مراد مربی ہے اسماء الہیہ میں سے عالم وجوب کا فیض جس اسم کے ذریعے سالک کی تربیت کرتا ہے اسے اس کا اسم ربی کہا جاتا ہے اس کو مبداء فیض بھی کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ سالکین کو دوران سلوک جب مقامات ولایت میں ترقی نصیب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا فیض اور تجلیات کا پرتو پڑتا ہے جنہیں مبادی فیوض کہا جاتا ہے اور ہر ولی کا اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے کوئی نہ کوئی اسم و صفت

مبدأ فیض ہوتا ہے کسی کا مبدأ فیض صفت رحمان ہوتی ہے کسی کا مبدأ فیض صفت رحیم کسی کا مبدأ فیض صفت کریم، کسی کا مبدأ فیض رؤف ہوتا ہے اور کسی کو صفت قیومیت سے فیض ملتا ہے۔

۱. قابلیت

قابلیت کا لغوی معنی استعداد اور اولیٰ کا معنی پہلی ہے اہل طریقت کے نزدیک ذات اور شیونات یا ذات اور صفات کے درمیان نسبت کو قابلیت کہا جاتا ہے۔

نسبت

ظہل طرفین یا رابطہ بین الطرفین کا نام نسبت ہے۔

قابلیت اولیٰ

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو قابلیت اولیٰ کہا جاتا ہے۔

(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء و صفات کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو تخلیق مخلوق کیلئے جس ذات کی طرف اسم ظاہر کی تجلی بلا واسطہ متوجہ فرمائی وہ حضور اکرم کی حقیقت تھی جس کو صوفیائے کرام قابلیت اولیٰ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اسی کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کہا جاتا ہے۔

۱. حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات ذات کے مرتبہ شان العلم کے اعتبار سے قابلیت اولیٰ کا نام ہے جو نفس اسم الہی کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہور، کیونکہ کسی چیز کی نفس شئی اور اس کی

صورتِ علمیہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ نفس آگ اور اس کی صورت علمی میں فرق واضح ہے۔

0..... حقیقت محمدیہ سے مراد ذات محمدیہ نہیں بلکہ وہ اسم الہی مراد ہے جو حضور کے عالم خلق کا مربی ہے اور وہ شان العلم ہے۔

0..... حقیقت کعبہ سے مراد وہ مرتبہ و جوب ہے جو حضور سرور عالم کے عالم امر کا مربی ہے اور شان العلم سے بلند تر ہے اس اعتبار سے حقیقت کعبہ حقیقت محمدیہ سے افضل ہے۔

0..... حضرت امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک ہیئۃ الحقائق (سب سے پہلی حقیقت) مخلوق و حادث ہے تو دوسرے مابعد کے حقائق بھی مخلوق و حادث ہونگے تعین و جوبی ممکنات کی حقیقت نہیں ہو سکتا، ممکن کی حقیقت بھی ممکن ہوگی نہ کہ واجب۔ آپ کے نزدیک حقیقت محمدیہ کا مخلوق ہونا حدیث نبوی ﷺ **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي** سے ثابت ہے اور اسی طرح امام ربانی کے نزدیک **قَبْلَ خَلْقِ السَّمَوَاتِ بِأَلْفِي عَامٍ** اور **قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ** اور اس کی مثل احادیث سے خلقت کا وقت متعین بھی ثابت ہوتا ہے جو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت کے مخلوق اور حادث ہونے کی دلیل ہے۔ (ماخوذ از الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول مزید تفصیلات کے لئے یہی مکتوب ملاحظہ فرمائیں)

۱۱ امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کا مختصر تعارف

آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفاں میں ہوئی جو بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے سادات

کرام میں حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کی کنیت بہاؤ الدین اور لقب شاہ نقشبند ہے۔

آپ کی پیدائش سے قبل حضرت خواجہ بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تولد کی بشارت سنائی اور ارشاد فرمایا قریب ہے کہ قصر ہندواں، قصر عارفاں ہو جائے نیز فرمایا مجھے اس مقام سے مرد حق کی بو آتی ہے ولادت کے تیسرے روز حضرت خواجہ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرما کر اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کا عہد لیا گو آپ کے شیخ تعلیم حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر آپ حضرت خواجہ عبدالحق عجد وانی رحمۃ اللہ علیہ کے اویسی ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مردان حق کے سامنے پوری روئے زمین ایک دسترخوان کی مانند ہے“ اور ہم کہتے ہیں کہ ایک ناخن کی طرح ہے کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم) کی طریقت میں چار طرح کی نسبتیں ہیں ایک حضرت خضر علیہ السلام سے، دوسرے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے، تیسرے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے جو ان کو امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے، چوتھے خلیفۃ المسلمین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے، اسی لئے اس طریقہ کے درویشوں کو ملح المشائخ کہا جاتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سالک کو چاہئے کہ قلب کی نگہداشت کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کلام و طعام، خرید و فروخت، عبادات کی بجا آوری، تلاوت قرآن اور دوران وعظ وغیرہا غرضیکہ چشم زدن میں بھی خدا تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود فیض ہو۔ بقول شاعر

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی

شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے تو آپ نے فرمایا خلوت در انجمن پر یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور باطن خالق کے ساتھ۔

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

آپ نے ساری ہمت ترویج شریعت، تخریب بدعت اور عمل بعزیت میں صرف کردی لیکن اس کے باوجود ہمیشہ اپنے اعمال و افعال اور نیت کو تہمت زدہ جانتے تھے۔

در جذیل رباعی آپ کی اس کیفیت کی غماز معلوم ہوتی ہے۔

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے و آن نان بنہم پیش گئے نادانے

و آن سگ سال گرسنہ در کھدانی از ننگ بر آن نان تنہد دندانے

آپ نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں طریقت نقشبندیہ کو بیحد

فروغ دینے کے باعث پوری دنیا میں آپ کا نام روشن ہوا خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ

باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد بہاؤ الدین کہ شد دین از وے آباد

ز سنت در جنید افگند آشوب بجز بہ بایزیدش آستان روب

پے تسکین مشتاقان دیدار جمال مصطفیٰ را آئینہ دار

در ان آئینہ می بیند محقق سواد من رانی قدرائی الحق

آپ نے اپنے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کی تعمیل کی گئی

مفلحاً نیم آمدہ در کوئے تو
 شیاءِ اللہ از جمالِ روئے تو
 دستِ بکشا جانبِ زمیملِ ما
 آفریں بر دست و بر بازوئے تو

آپ کی عمر مبارک تہتر (۷۳) برس ہوئی آپ کا وصال مبارک، سیدنا، دو شنبہ

۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفان بخارا شریف میں ہے۔

وازاں جاء، بدستگیری روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ
 اور وہاں سے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ کی روحانی دستگیری سے
 تعالیٰ عنہ، فوق آن قابلیت استعلامی سرشد
 اس قابلیت سے اوپر بلندی میسر ہوئی۔

۱۲ امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے آپ واقعہ
 فیل کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں متولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضور اکرم
 کے جد ہشتم حضرت کعب سے جا ملتا ہے۔ آپ دعائے مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء) کی
 تاثیر اور قرأت ہمشیرہ کی تنویر کی بدولت بعثت کے چھٹے سال ہجر ۲۷ سال مشرف
 باسلام ہوئے آپ کی بدولت مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو عظمت ملی خلیفہ رسول
 حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت پر براجمان ہوئے آپ
 کے رعب و جلال کی وجہ سے کفر کے یوانوں میں زلزلہ اور شرک کے تھانوں میں غلغلہ
 پڑا ہو گیا آپ نے عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور افواج محمدیہ کی تنظیم کچھ اس انداز سے
 فرمائی کہ اسلامی لشکر جس طرف بھی رخ کرتے تھے کفار تانہجار کی صفوں میں کھلبلی مچ
 جاتی کہ وہ میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

آپ نے مصر، روم، شام، عراق، بیت المقدس، آذربائیجان، خراسان، مکران
 (بلوچستان) جیسے بلاد کو فتح کیا بقول شاعر

بعد پیغمبر بالطاف کریم
کرد فتح چار صد شہر عظیم

یوں آپ اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ کی عملی تفسیر ثابت ہوئے۔ آپ اس قدر قوی الفکر اور صائب الرائے تھے کہ بیسیوں آیات قرآنیہ آپ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

آپ کے حسن اخلاق، اعلیٰ کردار اور عدل و انصاف کا یہ عالم ہے کہ بیت المقدس فتح ہوا تو آپ فاتحانہ شان کے ساتھ شہر میں اس طرح داخل ہوئے کہ خود پیدل تھے اور سواری پر آپ کا غلام تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مسلمان پکاراٹھے کہ
۔ وہ دیکھو کس شان سے امت کا امام آتا ہے
خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

آپ تشریفی احکام کی تعفید اور کنوینی امور میں تصریف پر مامور تھے حضرت امام ربانی قدس سرہ، معارف لدنیہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ عہد رسالت مآب ﷺ میں قطب ابدال کی مسند پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ دریائے نیل آپ کے حکم سے بہنے لگا، سرزمین طیبہ زلزلہ سے محفوظ ہوگئی، سینکڑوں میل دور نہاد شہر میں اسلامی سپہ سالار کو یَا سَارِبَةَ الْجَبَلِ فرما کر رہنمائی فرما رہے ہیں۔

آپ بری صحبت سے اجتناب اور اس کے اثرات بد سے احتراز کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلْعَزْلَةُ رَاحَةٌ مِنْ خُلْطَاءِ السُّوءِ یعنی برے ہم نشینوں سے خلوت گزینی اور گوشہ نشینی باعثِ راحت ہے۔

مدینہ منورہ مسجد نبوی میں نماز فجر کے دوران ابوہریرہؓ نے ۲۶ ذی الحجہ ۶۳ھ بروز بدھ آپ کو زخمی کر دیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے حکم محرم الحرام ۶۳ھ بروز اتوار ہجری ۶۳ سال جام شہادت نوش فرمایا اور گنبد خضریٰ کے نیچے حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

وازان جاتا بمقامے کہ فوق آن قابلیت است، و آن قابلیت
 اور وہاں سے اس مقام تک جو اس قابلیت سے فوق ہے اور
 کالتفصیل است، مرآن مقام را، و آن مقام اجمال اوست۔
 وہ قابلیت تفصیل کی مانند ہے خاص اس مقام کی اور وہ مقام اس کا
 و آن مقام مقام اقطاب محمدیہ است۔ بتربیت روحانیت
 اجمال ہے اور وہ مقام اقطاب محمدیہ ۱۳ کا مقام ہے حضور ختمی
 حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ
 مرتبت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روحانیت کی تربیت
 ترقی واقع شد۔ و در وقت وصول باین مقام نحوی امداد از
 سے ترقی واقع ہوئی۔ اس مقام تک ایک قسم کی امداد
 روحانیت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار
 حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار ۱۴ کی روحانیت سے

۱۴ اقطاب محمدیہ

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات میں سے وہ قطب جو حضور اکرم
 کی نائب ہوتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے انہیں یہ منصب تفویض فرمایا ہوتا
 ہے انہیں اقطاب محمدیہ کہا جاتا ہے۔

جس طرح فرشتے فَاَلْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے مصداق فرائض کی انجام دہی پر
 مامور ہوتے ہیں ایسے ہی بعض اولیائے کرام بھی اعزازی فرائض پر مامور ہوتے ہیں

صاحبان منصب دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جنہیں اپنے منصب کی خبر ہوتی ہے کہ ہم فلاں منصب پر مامور ہیں اس قسم کے لوگ چھپ کر مختلف مقامات پر جان بوجھ کر تصرف کرتے ہیں۔

کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو منصب سے بے خبر ہوتے ہیں فرشتے ان کے روپ میں کام کر جاتے ہیں دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ آئے تھے حالانکہ وہ اس معاملہ سے بے خبر ہوتے ہیں البتہ اس محکمہ کے غوث اور فرد کے علم میں ہوتا ہے کہ یہ شخص فلاں علاقے کا قطب ہے جیسے سورج کی روشنی سے پھلوں میں مہک، درختوں میں ہریالی ہوتی ہے لیکن سورج کے لئے اس بات کا جاننا کوئی ضروری نہیں کہ میرا فیض اور روشنی کس کس کو پہنچ رہی ہے ایسے ہی جنہیں فیض اور روشنی پہنچ رہی ہے انہیں بھی اس بات کا علم ہونا لازم نہیں کہ ہمیں کس کا فیض پہنچ رہا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خربوزے سورج کی روشنی سے رنگ پکڑتے اور مٹھاس لیتے ہیں لیکن خربوزوں کو کیا علم کہ یہ فیض کہاں سے آ رہا ہے اور سورج کو کیا پتہ کہ میرا فیض کہاں کہاں تک پہنچ رہا ہے بلکہ یہ فیض انعکاسی ہوتا ہے۔

قطب کا وجود اس کے متعلقہ علاقے میں باعث برکت ہوتا ہے لوگوں کو ظاہری اور باطنی فیوضات و برکات از قبیل رزق، معاش، کاروبار، دینی صلاحیتیں، علمی و روحانی قابلیتیں اسی کے ذریعے تقسیم ہوتی ہے جب وہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو باطنی طور پر پہلے ہی اس منصب کے لئے کسی اور شخصیت کو تیار کیا جاتا ہے جو اس کے وصال کے بعد اس منصب پر براجمان ہوتا ہے۔

۱۳ تدوۃ الکاملین حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ

کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے علاؤ الدین کنیت اور عطار لقب ہے آپ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول، نائب مطلق اور داماد ہیں حضرت خواجہ کے بے حد مقبول نظر اور معتمد خاص ہیں آپ صاحب طریقہ خاص ہیں اور آپ کا طریقہ علائیہ مشہور ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دفتر اول مکتوب ۲۹۰ میں آپ کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے ایک روز علماء کے درمیان روایت باری تعالیٰ کی بابت مباحثہ ہوا انہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ عطار کو ثالث تسلیم کیا۔ آپ نے منکرین روایت سے جو مذہب معتزلہ کی طرف مائل تھے ارشاد فرمایا:

کہ تم تین روز تک چپ چاپ با وضو ہماری صحبت میں رہو بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے انہوں نے تعمیل ارشاد کی تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بخود ہو کر زمین پر لوٹنے لگے ہوش میں آنے کے بعد نہایت نیاز مندی سے عرض گزار ہوئے کہ ہم رویت حق پر ایمان لائے پھر کبھی بھی حضرت خواجہ کی صحبت سے جدا نہ ہوئے۔

حضرت سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھے انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین کی صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں جو کوئی چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد و فن ہوگا بخشا جائے گا۔

آپ کا وصال شب چہار شنبہ بعد نماز عشاء ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک قصبہ چغانیاں علاقہ ماوراء النہر میں ہے۔

کہ خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند است، قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما، جو حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ ہیں قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما۔ اور قطب ارشاد است بآں درویش رسید نہایت عروج اقطاب قطب ارشاد ہیں اس درویش کو پہنچی اقطاب کا منتہائے عروج تاہیں مقام است۔ ودائرہ ظلیت تاہیں مقام منتہی می شود اسی مقام تک ہے اور دائرہ ظلیت ۱۵ بھی اس مقام پر ختم ہو جاتا ہے

۱۵ دائرہ ظلال

صوفیاء کرام کے نزدیک تمام موجودات، اسماء و صفات باری تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اسماء و صفات کی طرح ان کے ظلال بھی بے انتہاء ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل ۹۶) یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک اسماء و صفات کے ظلال سے اسماء و صفات کی طرف سیر کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ دائرہ ظلال کو دائرہ اسماء و صفات، دائرہ ممکنات اور دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ (الہینات شرح مکتوبات ۱/ ۱۹۵، ۱۹۶)

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطبیت کا اختتام دائرہ ظلیت کا آخری مقام ہے دائرہ ظلیت کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ظلال، ظل کی جمع ہے اور ظل کا معنی حجاب ہے تو حجابات کے عالم کو دائرہ ظلیت کہا جاتا ہے تمام کائنات اور جملہ ممکنات دائرہ ظلیت ہے اسے ظلیت کیوں

کہا جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عرش، سمات آسمانوں سے اوپر جنت کا چھت ہے جس کا بالائی حصہ عالم امر سے مناسبت رکھتا ہے اور زیریں حصہ عالم خلق اور ممکنات سے ہے کائنات اور ممکنات اور ذات کا باہمی تعلق کیا ہے اس کے متعلق صوفیاء کرام کا آپس میں اختلاف ہے حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کائنات کی حقیقت ذات ہے اور یہ کائنات ذات کا ظل ہے جسے وجوب اور امکان کے درمیان اتحاد و عینیت کا نظریہ کہا جاتا ہے جب اس نظریہ کے قائلین کو کہا جائے کہ اس قول سے شرک کا خدشہ ہے تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ شرک تو تب ہو جب ہم غیریت کا قول کریں اور اس غیر کو اسکا شریک ٹھہرائیں غیر تو ہے ہی کوئی نہیں ذات خود ہی سب کچھ ہے لیکن یہ انکا محبت کے آخری درجہ کا کشف ہے جہاں غلبہ محبت کی بنا پر ہر طرف محبوب ہی نظر آتا ہے اسی لئے انہوں نے اتحاد و عینیت کا قول کیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک ذات وراء الوراہ ہے اور کائنات ذات کا ماسوئی ہے ذات اور کائنات میں خالق اور مخلوق ہونے کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں کائنات، ذات کا عین نہیں غیر ہے ذات، کائنات کے احتیاج سے بالکل بے نیاز ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے: **إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** سے عیاں ہے۔ اس کی باقاعدہ تخلیق ہوتی ہے اس لئے اس کا علیحدہ اپنا وجود ہے اس میں نقص اور عیب ہیں۔ اگر اسے ذات کا عین کہا جائے تو ذات میں نقص اور عیب ماننا پڑتے ہیں حالانکہ ذات ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک ہے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون

ذات کے نیچے اعتبارات کا مرتبہ ہے، اعتبارات کے نیچے شیونات کا مرتبہ ہے شیونات کے نیچے صفات کا مرتبہ ہے صفات کے نیچے اسماء کا مرتبہ ہے اسماء کے نیچے

افعال کا مرتبہ ہے افعال کے نیچے ظلال کا مرتبہ ہے اور یہ کائنات اسماء و صفات و افعال کے ظلال کا نام ہے کائنات ذات کا ظل نہیں بلکہ ذات تو ظلال سے پاک ہے عینیت کا قول اور اس قسم کے دیگر اقوال وحدۃ الوجود کے علوم و معارف کے قبیل سے ہیں جو دائرہ ظلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ دائرہ ظلیت سے اوپر دائرہ وجوب ہے دائرہ وجوب سے اوپر دائرہ عبدیت ہے جہاں سالک پر یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ، اللہ ہے اور بندہ، بندہ ہے۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک)

بعد ازاں اصل خالص است یا ممتازج بظل طائفہ افراد
 اس کے بعد اصل خالص^{۱۶} ہے یا (اصل) ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے افراد کا
 بوصول ایس دولت ممتازاند۔ بعضے از اقطاب را بواسطہء
 ایک گروہ اس دولت کے وصول کے ساتھ ممتاز ہے بعض اقطاب کو افراد
 مصاحبت افراد نامقام ممتازج عروجی واقع می شود۔ ناظر اصل
 کی مصاحبت کے واسطہ سے مقام ممتازج تک عروج حاصل ہو جاتا ہے جہاں وہ
 ممتازج بظل می گردند۔ اما وصول باصل خالص یا ناظر بآن علی
 اصل ظل آمیز کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن اصل خالص یا جفاوت
 تفاوت درجاتہم خاصۃً افرادست ذالک فضل اللہ یؤتیہ من
 درجات اس کا مشاہدہ کرنا افراد کا خاصہ ہے یہ اللہ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے
 یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ وایں درویش را خلعت قطیبت ارشاد
 وہ جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے اور اس درویش کو اس

۱۶ دائرہ اصل

صوفیاء کرام کے نزدیک دائرہ اصل سے مراد ذات کے اسماء و صفات اور
 شیونات و اعتبارات کے مراتب ہیں۔ اس دائرے کا تعلق عالم وجوب سے ہے یہ
 مرتبہ کسی لفظ، عبارت، اشارے یا کائنات کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا اس مرتبے
 میں سالک کو سیر علمی واقع ہوتی ہے۔ اس سیر کا نام سیر فی اللہ ہے۔

بعلم از وصول بآن مقام کہ مقام اقطاب است، ازان مقام تک رسائی کے بعد جو اقطاب کا مقام ہے سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰت سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰت والتسلیمات المبارکات والتحيات والتسلیمات المبارکات والتحيات النامیات کی طرف سے قطبیت ارشاد النامیات عنایت شد۔ وباین منصب سرفراز ساختند۔ کی خلعت عطا ہوئی اور اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا اس کے بعد بعد ازان باز عنایت خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ شامل حال پھر عنایت خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ اس کے شامل حال ہوئی۔ اور او گشت۔ واز آن جا متوجہ فوق ساخت۔ یک دفعہ اس مقام سے فوق کی طرف متوجہ فرمایا گیا حتی کہ اصل ممتاز تک پہنچایا اور تابا صل ممتازج برد، وفنائے وبقائے در آنجا میسر شد اس مقام میں بھی گزشتہ مقامات کی طرح فنا ہے اور بقا ہے میسر ہوئی۔

۱۱ فنا

طریقت کی اصطلاح میں سالک کو ماسوی اللہ کا نسیان فنا کہلاتا ہے۔ یعنی ذات حق تعالیٰ کی ہستی مطلق کا سالک کے ظاہر و باطن پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کا اپنا وجود اضافی معتبر نہ رہے اور صرف وجود حقیقی متحضر رہ جائے۔ اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے اور اس کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔

چنانکہ در مقامات سابقہ و ازاں جا بمقامات اصل ترقی ارزانی اور وہاں سے اصل مقامات کی طرف ترقی عطا فرما کر اصل الاصل تک پہنچا فرمودہ باصل الاصل رسانید۔ دریں عروج اخیر،

دیا گیا اس آخری عروج میں

۱۸ بقا

مرتبہ فنا میں جن اشیاء (آفاق و انفس) کا نسیان ہو گیا تھا سالک کو پھر دوسروں کی تکمیل و ہدایت کے لئے انہی اشیاء کی طرف واپس لوٹا دینا ”بقا“ کہلاتا ہے یعنی کامل فنا کے بعد سالک کو جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقا کہتے ہیں اور فنا الفناء کے بعد حاصل ہونے والی کیفیت کو بقاء القبا کہتے ہیں۔ آیت کریمہ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّابْقٰی (طہ ۷۳) میں معنی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

بینہ: یاد رہے کہ مرتبہ بقا میں اشیاء کے ساتھ سالک کا علمی تعلق فنا سے قبل کے تعلق سے کسیت، کیفیت اور غایت کے اعتبار سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مخلوق کی طرف سالک کی توجہ قطعاً غیر اختیاری ہوتی ہے اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا غالب ہوتی ہے نہ کہ سالک کی ذاتی رغبت کیونکہ سالک تو اس مرتبے میں مقام اطمینان پر فائز المرام اور اِرْجِعْهُ اِلٰی رَبِّکَ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (الفجر ۲۸) سے شاد کام ہوتا ہے۔ واللہ الموفق (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۲ جلد اول)

کہ عروج در مقامات اصل است، مدد از روحانیت جو مقامات اصل کا عروج ہے حضرت غوث اعظم محی الدین حضرت غوث عبدالقادر بود قدس شیخ عبدالقادر^{۱۹} قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس کی روحانیت کی اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس، وبقوت تصرف از ان مقامات گذرانیدہ مدد نصیب ہوئی اور ان کی قوت تصرف نے ان مقامات سے گزار کر باصل الاصل واصل گردانیدند۔ واز آن جابعالم باز اصل الاصل تک واصل فرمادیا اور وہاں سے اس جہان کی طرف گردانیدند۔ چنانکہ از ہر مقامے بازمی گردانیدند واپس لوٹا دیا جیسا کہ پہلے بھی ہر مقام سے واپس لوٹاتے رہے تھے۔

۱۹ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

کا مختصر تعارف

آپ کی ولادت باسعادت ملک عجم گیلان (طبرستان) میں ہوئی اہل عرب جسے جیلان کہہ دیتے ہیں آپ کریم الابوین اور نجیب الطرفین سادات عظام میں سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، لقب محی الدین اور غوث الاعظم ہے۔

آپ نے علوم متداولہ اپنے دور کے جید علماء وفضلا سے حاصل کئے آپ نے کتاب وسنت کی تعلیم و تدریس اس قدر اخلاص و للہیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر فرمائی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو مسند قطبیت پر فائز فرمادیا چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتَّى صِرْتُ قُطْبًا وَنِلْتُ السُّعْدَ مِنْ مَوْلَى الْمَوَالِي

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحصیل علوم کے بعد ایک روز معلوم ہوا کہ قطب
زماں امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ (جو سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین
میں سے ہیں) بغداد میں جلوہ افروز ہیں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا نہایت شفقت
سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھا کر میرے حالات سن کر میری تمام مشکلات کو حل
فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا: ”اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ سنایا کرو“
میں نے عرض کیا کہ میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح بات
کروں یہ سن کر فرمایا

”تمہیں اب فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، لغت اور تفسیر قرآن سب یاد
ہے تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت ہے برسر منبر آؤ اور وعظ کہو کیونکہ میں تجھ میں وہ جڑ دیکھ
رہا ہوں جو عنقریب تناور درخت بن جائے گی۔

أَضْلَهَا ثَابِتٌ وَفَرَّغَهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ (ابراہیم)

جب آپ نے اس عالم ہست و بود میں آنکھ کھولی تو دنیائے اسلام سیاسی
زوال، مذہبی انتشار، روحانی ادبار، فکری افتراق اور معاشی اضطراب کا شکار تھی۔
طاغوتی طاقتیں اپنی شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کیلئے صلاح مشورے کر رہی تھیں
ارکان سلطنت عیش کوش اور مصلحت اندیش ہو چکے تھے، علماء مباحثوں اور مناظروں
میں ایک دوسرے کو زچ کرنے کے درپے تھے، فقراء جاہ طلب اور ریاکار بن چکے تھے
الغرض بدکاری، بے حیائی، شراب نوشی، وجاہت پرستی جیسی اخلاقی بیماریوں کا ہر طرف
دور دورہ تھا۔ ملت اسلامیہ کی نظریاتی بنیادیں اور جغرافیائی سرحدیں کھوکھلی ہو چکی تھی
بالآخر حق تعالیٰ نے غوث الاغیاء حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز
کو بھیجا آپ نے تجدید دین، ترویج شریعت اور تائید ملت کا فریضہ اس قدر تندہی اور

اخلاص سے سرانجام دیا کہ ہر سودہی مدارس، روحانی مجالس اور علمی محافل کا اہتمام ہونے لگا خانقاہی نظام کو از سر نو ترتیب دیا خاندانی وجاہت، علمی قابلیت، باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے ذریعے مسلمانان عالم کی قسمت کو بدل کے رکھ دیا شریعت مطہرہ کو خوب فروغ ملا دین اسلام کو عظمت اور روحانی اقدار کو برکت نصیب ہوئی اسلام کا احیاء ہوا سنت کا اجراء ہوا بدعت کا قلع قمع ہوا، امت کو شوکت ملی، ملت کو سطوت ملی انہی خدمات کی بنا پر آپ محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

حضرت امام ربانی قدس سرہ مکتوبات شریفہ میں رقمطراز ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دور استے ہیں۔ ۱..... قرب نبوت ۲..... قرب ولایت
قرب ولایت کے پیشوائے واصلین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد یہ منصب عظیم ائمہ اثنا عشرہ کو بالترتیب نصیب ہوا یہاں تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تک نوبت پہنچی تو یہ منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا اس رستے میں جس کسی کو فیوض و برکات ملتے ہیں خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے آپ نے فرمایا ہے۔

أَفَلَيْتَ شَمْسُوسَ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا
أَبْدَأَ عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ
آپ کا وصال مبارک ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو ہوا مزار مبارک بغداد شریف میں مرجع خلافت ہے۔

آپ کے لوح مزار پر امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز کا یہ قطعہ رقم ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است سرور اولاد آدم شاہ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم نور قلب از نور اعظم شاہ عبدالقادر است

وایں درویش رامایہ نسبت فردیت، کہ عروج اخیر
اس درویش کو نسبت فردیت کی دولت جس کے ساتھ آخری عروج
مخصوص بآن ست، از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود
مخصوص ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی۔

۲۰ حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہ کا مختصر تعارف

آپ حضرت شیخ زین العابدین کے صاحبزادے تھے دوران طالب علمی جذبہء
الہی اور عشق خداوندی کے غلبہ کی بنا پر قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی
قدس سرہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا حضرت شیخ گنگوہی کے
وصال کے بعد جب علوم متداولہ سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ کے صاحبزادے
حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب ہوئے اور طریقہ
عالیہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کی خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری اور حضرت شاہ کمال کیتھلی سے بھی ملاقات
و مجالست رہی ظاہری و باطنی علوم و معارف میں متبحر ہونے کی وجہ سے علماء و صوفیاء کے
مراجع تھے اور ہزاروں لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

علم شریعت و طریقت میں آپ کی تصانیف اسرارِ تشہد اور کنوز الحقائق مشہور
ہیں۔ جن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ رموز و دقائق اور اسرار و حقائق آپ نے
تحریر فرمائے ہیں سب القائی اور الہامی ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء

وحدت الوجود کے مشرب اور مقام سے سخت مغلوب الحال ہونے کے باوجود
کتاب و سنت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے تھے اور سننِ عادیہ میں سے بھی کوئی

سنت ترک نہ کرتے۔

قصبہ سکندرہ کی نہایت صالحہ اور پاکباز خاتون سے نکاح فرمایا جن کے بطن اقدس سے حضرت سیدنا محمد و الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ متولد ہوئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب والد بزرگوار کا آخری وقت ہوا تو اچانک آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی) نے فرمائی تھی میں نے دریافت کیا وہ کونسی بات ہے؟ کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا:

”وہ بات یہ ہے کہ شیخ نے فرمایا درحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ ہستی مطلق ہے لیکن لباس کونیہ کی خاک مجھوہوں کی آنکھ میں ڈال کر انہیں دور و مجبور رکھتا ہے اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور مجھ کو کسی امر کی رہنمائی اور کچھ وصیت فرمائیے کہ جس پر میں عمل کرتا رہوں فرمایا ”بس تمہیں بھی اسی بات کی وصیت کرتا ہوں“۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار نے بار بار ارشاد فرمایا کہ محبت اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کو حفاظتِ ایمان اور حسنِ خاتمہ میں بہت بڑا دخل ہے میں نے نزاع کے وقت استفسار کیا تو فرمایا ”الحمد للہ کہ محبت اہل بیت میں سرشار ہوں اور نعمت الہی کے اس دریا میں مستغرق ہوں“۔

الٰہی بخت بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۷ ارجب ۱۰۰۷ھ کو وصال فرمایا آپ کا مزار مطلع
انوار سرہند شریف میں ہے۔

و پدر بزرگوار او را از عزیزمے کہ جذبہ قوی داشتند،
 اور اس کے والد بزرگوار کو یہ نسبت فردیت ایک عزیزا سے حاصل
 و بخوارق مشہور بودند، بدست آمدہ لیکن آن درویش
 ہوئی جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق عادات میں مشہور تھے۔
 بواسطہ ضعف بصیرت خویش و قلت ظہور آن نسبت
 لیکن وہ درویش اپنی ضعف بصیرت اور اس نسبت کے قلت ظہور
 آن نسبت را پیش از قطع منازل سلوک در خود نمی یافت
 کی وجہ سے منازل سلوک طے کرنے سے قبل اس نسبت کو اپنے اندر نہیں پاتا
 و اصلاً آن را معلوم خود نہ داشت۔

تھا اور اس کے اپنے اندر ہونے کا ہرگز علم نہیں رکھتا تھا۔

۲۱ امام العارفين حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ

آپ ۸۹۵ھ حضرت حاجی سید عمر کے ہاں بغداد میں متولد ہوئے آپ کا شجرہ
 نسب غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے ملتا ہے
 حضرت شیخ فضیل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مادرزادولی ہونے کی بشارت دی بعد میں انہی
 کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ علوم دینیہ کا اکتساب اپنے دور کے جید
 علماء و فضلاء سے کیا۔ جنگوں، میا بانوں اور سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں عبادت و ریاضت
 میں معروف رہے صحرانوردی اور دشت بیابانی میں بے شمار کرامات اور کمالات کا ظہور ہوا
 حضرت امام ربانی قدس سرہ کے والد گرامی حضرت مخدوم عبدالاحد چشتی قدس سرہ سے
 گہرے تعلقات تھے کئی کئی روز ان کے ہاں جلوہ افروز رہے ایک مرتبہ حضرت امام ربانی

قدس سرہ زمانہ رضاعت میں علیل ہو گئے آپ کے والد گرامی نے آپ کو حضرت شاہ کمال کی عقلی قدس سرہ کے پاس دعا و دم کرانے کیلئے پیش کیا۔ تو حضرت شاہ کمال قادری نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ تو عالم باعمل اور عارف کامل ہے اہل اللہ کی کثیر تعداد ان سے فیضیاب ہوگی اور تاقیام قیامت ان کے رشد و ہدایت کا نور روشن رہے گا یہ بدعت و ضلالت کو دور کرے گا اور سنت مطہرہ کا احیاء کرے گا بعد ازاں حضرت شاہ کمال نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں دے دی تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے شاہ صاحب کی زبان مبارک کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا آخر حضرت شاہ کمال فرمانے لگے کہ بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو تم نے تو ہماری نسبت ساری ہی کھینچ لی۔ (روضۃ القیومیہ جلد اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جب ہمیں خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری جیسا بزرگ نظر نہیں آتا۔“ حضرت شاہ سکندر کی عقلی، مخدوم شیخ عبدالاحد سرہندی، حضرت ملا طاہر بندگی لاہوری اور متعدد علماء و مشائخ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سالک مثل میت ہے اور یہ غسل کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی سے غسل دے یا گرم سے، میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسل کے سامنے لب کشائی کرے۔“

آپ نے ۹۸۱ھ ضلع کرنال (مشرقی پنجاب بھارت) کی تحصیل کی عقل شریف میں وفات پائی۔ دوران غسل غسل سے ارشاد فرمایا کہ ”ہمارے مرنے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے۔“

غسل نے جو باعرض کیا کہ جی ایسا ہی ہے ”یہ سن کر آپ نے فرمایا ”اچھا ہم جاتے ہیں“ آپ کا مزار پر انوار کی عقل شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

و نیز این درویش را در توفیق عبادات نافله خصوصاً
 اور اس درویش کو عبادات نافله خصوصاً نماز نافله
 ادائے صلوة نافله مددے از پدر و ست - و پدر
 ادا کرنے کی توفیق بھی اپنے والد کی ہی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور
 بزرگوار اور ایں سعادت از شیخ خود کہ در سلسلہ
 اس کے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ سے حاصل ہوئی تھی
 چشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود۔ و ایضا این درویش
 جو کہ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور نیز اس درویش
 راعلوم لدنی از روحانیت حضرت خضر علی نبینا و علیہ
 کو علوم لدنی حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ
 الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ حاصل شدہ بود،
 والسلام والتحیۃ سے حاصل ہوئے۔

۲۲ علم لدنی

یہ علم اہل قرب کو تعلیم الہی سے معلوم اور تفہیم ربانی سے مفہوم ہوتا ہے جو دلائل
 عقلیہ اور شواہد نقلیہ کا محتاج نہیں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری
 تعالیٰ ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (البقرہ) اور اسے اپنا علمی لدنی عطا
 فرمایا۔ وقوف مددی اس علم کا پہلا مرتبہ ہے

۲۳ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی بلیا بن مکران ہے اور آپ خضر کے لقب سے مشہور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں جلوہ افروز ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی علماء محققین کے نزدیک آپ نبی ہیں اور بنی اسرائیل میں سے ہیں بعض نے آپ کے ولی ہونے کا بھی قول کیا ہے خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی جناب سے رحمت سے نوازا اور علم لدنی عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اَتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکہف) سے واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر مفسر قرآن حضرت امام ابو جعفر بن جریر اپنی تفسیر جامع البیان میں تحریر فرماتے ہیں ”وَكَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ“ یعنی حضرت خضر علیہ السلام ایسے شخص تھے جو علم غیب جانتے تھے۔ (جامع البیان)

اولیائے عظام کو علوم لدنی آپ کی روحانیت سے ہی نصیب ہوتے ہیں آپ کی حیات اور وفات کے متعلق علما کے دو گروہ ہیں پہلی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس اشکال کا حل حضرت امام ربانی قدس سرہ کے کلام کے بغیر ناممکن ہے جب حضرت امام ربانی قدس سرہ سے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ آیا وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو آپ بارگاہ الہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

اتفاقاً آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا وعلیہما الصلوٰات والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرما ہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت خضر نے فرمایا کہ ہم لہر و اوج میں سے ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام

و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ ہم عالم اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام انجام دیں جو عالم اجسام سے وقوع میں آتے ہیں یعنی حرکات و سکنات جسمانی اور طاعات و عبادات بدنی ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ اسی اثنا میں (ان سے) دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں (انہوں نے) جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے اہم کاموں کو ہمارے ساتھ مربوط کیا گیا ہے اور قطب مدار امام شافعی کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے شافعی مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۸۲)

لیکن تازمانے کہ از مقام اقطاب نہ گذشتہ بود۔ اما بعد
لیکن یہ اس وقت تک حاصل ہوتے رہے جب تک مقام اقطاب سے نہ گذرا تھا
از عبور از آن مقام و حصول ترقیات در مقامات عالیہ اخذ
لیکن اس مقام سے عبور اور مقامات عالیہ میں ترقیات کے حصول کے بعد
علوم از حقیقت خودست - و در خود ، بخود ، از خود ،
اپنی حقیقت سے علوم اخذ کرنے لگا یعنی علوم اپنی ذات میں خود بخود اپنی
می یابد ، غیرے را مجال نماندہ است تا در میان در آید
ذات ہی سے پانے لگا^{۲۳} کسی غیر کی مجال نہ تھی کہ وہ در میان میں آتا۔

۲۳ علم لدنی کا حصول

دوران سلوک جب سالک کو مقام اقطاب سے عبور و عروج نصیب ہوتا ہے
تو علوم لدنی کے حصول میں کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ انشراح صدر کی بدولت اس کے
سینے میں علوم و معارف کے چشمے اچلتے اور حقائق و دقائق کے سوتے پھوٹتے ہیں۔
بقول اقبال مرحوم

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرار شہنشاہی

حضرت امام ربانی قدس سرہ اس کے متعلق رقمطراز ہیں کہ حضرت خواجہ محمد
پارسا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”علوم لدنی کی فیض رسانی میں حضرت خضر علی نبینا
و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت درمیان میں واسطہ ہے۔“
ظاہری طور پر یہ بات ابتداء اور توسط کے حال کے مناسب معلوم ہوتی ہے لیکن منتہی

کا معاملہ جدا ہے جیسا کہ کشف صریح سے مشاہدہ ہوتا ہے اور اس خصوصیت کی تائید اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ برسر منبر علوم و معارف بیان فرما رہے تھے اسی اثناء میں حضرت خضر کا وہاں سے گزر ہوا تو شیخ نے فرمایا ”اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو“ اے اسرائیلی ادھر آ اور کلام محمدی سن۔ شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر محمدیوں میں سے نہیں ہیں بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۵)

وایضاً آن درویش رادر وقت نزول، کہ عبارت از سیر نیز اس درویش کو بوقت نزول ۲۵ جویر عن اللہ باللہ سے عبارت عن اللہ باللہ است، بمقامات مشائخ سلاسل دیگر ہم ہے دیگر سلاسل کے مشائخ کے مقامات پر بھی عبور حاصل ہوا۔ اور عبور سے واقع شد۔ وازہر مقام نصیبی وافر فرا گرفت، ہر مقام سے کافی حصہ لیا اور ان مقامات کے مشائخ اس کے کام و مشائخ آن مقام ممد و معاون کاراوشدند

میں معاون اور مددگار رہے۔

۲۵ نزول

خالق سے خلق کی طرف توجہ کرنے کو نزول کہتے ہیں اس کو سیر عن اللہ باللہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے سالک کا عروج کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکمیل و ارشاد کے لئے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا نزول کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں سالک کو مخلوق کے ساتھ گرفتاری نہیں ہوتی بلکہ اس کو واپس مقام قلب پر لا کر حکم دیا جاتا ہے کہ جس رستے سے تم خود آئے ہو واپس جا کر اسی رستے سے دوسرے بندوں کو بھی میری طرف لاؤ۔ یہ مقام دعوت و ارشاد ہے۔ اس قسم کے سالکین کو راہتین کہا جاتا ہے۔

واز خلاصہ ہائے نسبت خویش نصیب ارزانی داشتند۔

اور اپنی نسبتوں کے ماحصل کا ایک حصہ عطا فرمایا سب سے پہلے

اول بمقام اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم عبورے

اکابر چشتیہ^{۲۶} قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام سے عبور حاصل

واقع شد۔ وازان مقام حظے وافر نصیب او گشت۔

ہوا اور اس کو اس مقام سے حظ وافر نصیب ہوا۔

۲۶ اکابر چشتیہ

برصغیر پاک و ہند میں اکابر چشتیہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

- ۰..... امام السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... قدوة الواصلین حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجرى امیرى رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... زبدة العارفين حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... زبد الانبیاء حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... شیخ المشائخ حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- ۰..... امام الطرق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

وازاں مشائخ عظام روحانیت حضرت خواجہ قطب

اور ان مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی

الدین بیش از دیگران امداد فرمود۔ والحق ایشان دران

روحانیت نے دوسروں سے زیادہ امداد فرمائی اور حق یہ ہے کہ وہ اس مقام

مقام شان عظیم دارند، ورئیس آن مقام اند

میں عظیم شان رکھتے ہیں بلکہ اس مقام کے رئیس ہیں۔

۲۷ زبدۃ العارفین حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز

کا مختصر تعارف

آپ شب دوشنبہ ۵۳۷ھ قصبہ اوش فرغانہ میں متولد ہوئے اوش ماورائے انہر کے
قرب وجوار میں واقع ہے تحصیل تعلیم کے بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین
چشتی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بغداد شریف میں بیعت ہوئے، بیعت سے
قبل آپ کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

جان فدائے تو کہ ہم جانی وہم جانانی ہر کہ شد خاک درت رست ز سرگردانی
آفاق ہاگردیدہ ام مہربتاں ورزیدہ ام بسیارخوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری
حضرت خواجہ اجیمیری قدس سرہ نے خلافت و اجازت سے نوازتے ہوئے

ارشاد فرمایا صوفیائے کرام کی چار علامات ہیں۔

۱..... فقیری محتاجی کے وقت اپنے آپ کو امیر دکھانا

۲..... بھوک کے وقت آسودہ حال دکھانا

۳..... غم کے وقت خوشی کا اظہار کرنا

۴..... دشمنوں سے دوستی کرنا بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کہ میسر شود این مقام کہ باد و ستانت خلاف است و جنگ
مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق دہلی کو اپنا مستقر بنایا جو اس وقت اسلامی
دار الحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ علماء، و فضلاء، ادباء، شعراء اور صوفیائے کرام کا مرکز
تھا عامۃ المسلمین کے علاوہ امراء سلطنت بھی آپ کے دلدادہ تھے ایک روز سلطان
شمس الدین التمش آپ کے پاؤں پکڑ کر عرض گزار ہوا کہ کل قیامت کے روز جب
حساب و کتاب ہو مجھے اپنی رفاقت کا شرف بخشا جائے بادشاہ کے اصرار پر آپ نے
اس سے محشر میں شرف معیت کا وعدہ فرمایا۔

معاشی ابتری کی بنا پر اکثر پڑوسی بقال سے قرض حسنہ لیا کرتے تھے لیکن ایک روز
بقال کی اہلیہ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا جس پر آپ نے قرض لینے کی ممانعت
فرمادی اور ارشاد فرمایا آپ کو میرے مصلے کے نیچے سے حسب نسا "کاک" (روٹیاں)
مل جایا کریں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا بدیں وجہ آپ "کاک" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک مرتبہ محفل سماع میں قوال نے حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھا
کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگر است
شعر سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا جب قوال پہلا مصرع پڑھتے تو آپ جاں بحق
ہو جاتے اور جب دوسرا مصرع پڑھتے تو آپ وجد کرنے لگ جاتے بالآخر پہلے مصرع پر ہی
آپ ۱۲ ربیع الاول ۶۳۳ھ عمر پچاس سال واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
سلطان التمش کو نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا آپ کا مزار پر انوار
پرانی دہلی میں آج بھی مرجع خلافت ہے۔

بعد ازاں بمقام اکابر کبرویہ قلنس اللہ تعالیٰ اسرارہم گذرے واقع اس کے بعد اکابر کبرویہ^{۲۸} قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مقام پر گذر ہوا شد۔ ایں ہر دو مقام باعتبار عروج برابر اند۔ لیکن ایں مقام، در یہ دونوں مقام عروج کے اعتبار سے برابر ہیں لیکن یہ مقام فوق سے وقت نزول از فوق در جانب یمن آن شاہراہ است، و مقام نزول کے وقت اس شاہراہ کے دائیں جانب پڑتا ہے اور پہلا مقام (چشتیہ) اول بجانب یسار آن صراط مستقیم۔ و ایں شاہراہ راہی اس شاہراہ کے بائیں جانب پڑتا ہے یہ شاہراہ وہی رستہ ہے جس سے بعض ست کہ بعضے از اکابر اقطاب ارشاد ازاں راہ بمقام فردیت بڑے بڑے اقطاب ارشاد ہو کر مقام فردیت میں جاتے ہیں اور وہاں می روند، و بنہایت النہایۃ می رسند۔

سے نہایت النہایت میں پہنچتے ہیں۔

۲۸ اکابر کبرویہ

سلطان الطریقہ برہان الحقیقہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ طریقہ کبرویہ کے سرخیل ہیں جن سے یہ طریقہ مشہور ہوا چنانچہ حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالکلام رکن الدین حضرت شیخ علاؤ الدولہ ہمنانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر حضرت مولانا شیخ محمد یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، امام الطرائق حضرت امام ربانی مجدد الف رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ کبریہ کے اکابرین میں سے ہیں

افراد تنہارا راہ دیگر است۔ بے قطبیت ازیں راہ نمی توان
 صرف افراد کی راہ اور ہے بغیر قطبیت کے اس راہ میں نہیں گذر سکتے۔
 گذشت۔ ایس مقام درمیان مقام صفات و ایس شاہراہ واقع
 یہ مقام مقام صفات اور اس شاہراہ کے درمیان واقع ہے گویا یہ
 شدہ است کائنۂ برزخ است میان ایس دو مقام، ازہر
 دونوں مقامات کے درمیان برزخ ہے دونوں سے اسے حصہ ملتا
 دوجہت بہرہ و راست۔ و مقام اول درجانب دیگر ازاں
 ہے اور مقام اول اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہے جو صفات
 شاہراہ واقع شدہ است کہ بصفات مناسبت کم دارد۔
 سے کم مناسبت رکھتا ہے اس کے بعد
 بعد ازاں بمقام اکابر سہروردیہ
 اکابر سہروردیہ ۲۹ کے مقام سے گذر ہوا۔

۲۹ اکابر سہروردیہ

عالم اسلام میں شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی
 بدولت طریقہ سہروردیہ کو شیوع و فروغ ملا چنانچہ غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ
 علیہ، قطب عالم ابوالفتح حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم جہانیاں
 جہاں گشت حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، زبدۃ العارفین حضرت شیخ
 عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، امام الطرائق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی
 رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر سہروردیہ میں سے ہیں۔

کہ شیخ شہاب الدین رئیس اس طریق اند، قدس اللہ
کہ اس طریقہ کے رئیس حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ
تعالیٰ اسرارہم عبور واقع شد۔ آن مقام متجلی بنور اتباع
تعالیٰ اسرارہم ہیں یہ مقام اتباع سنت علیٰ مصدرہا
سنت است علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ومتزین
الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور سے آراستہ اور مشاہدہ
ست بنور انیت مشاہدۃ فوق الفوق۔ وتوفیق عبادات
فوق الفوق کی نورانیت سے مزین ہے اور توفیق عبادات
رفیق آن مقام ست
اس مقام کی رفیق ہے۔

۳۰ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی عمر بن محمد البکری سہروردی ہے کنیت ابو حفص اور لقب شہاب
الدین ہے آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی آپ خلیفۃ الرسول حضرت
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں آپ اپنے عم محترم حضرت شیخ
ابوالنجیب سہروردی قدس سرہ کے مرید ہیں غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
قدس سرہ العزیز کے علاوہ بہت سے مشائخ سے صحبت و ملاقات رہی۔
حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ نے آپ سے فرمایا: أَنْتَ الْخَزَنَةُ الْمَشْهُورِينَ

بِالْعِرَاقِ (تم عراق کے آخری مشہور بزرگوں میں سے ہو گے)
 عوارف المعارف تصوف میں آپ کی مشہور زمانہ تصنیف ہے جو آپ نے مکہ
 معظمہ میں مرتب فرمائی۔

آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے اہل طریقت دور و نزدیک بلاد
 سے آپ سے مسائل دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کو لکھا
 کہ اے محترم من! اگر میں ترک عمل کرتا ہوں تو میرے اندر بطالٹ و سفاہت پیدا
 ہوتی ہے اور اگر عمل کرتا ہوں تو میرے اندر غرور پیدا ہوتا ہے بتائیے میں کیا کروں
 آپ نے اس کو جواب میں تحریر فرمایا کہ عمل کرو اور تکبر و غرور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب
 کرو آپ شریعت مطہرہ کے زیور سے آراستہ اور اتباع سنت کے نور سے مزین و منور
 تھے حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنا پر آپ کو مطلع الانوار اور منبع الاسرار جیسے
 القابات سے یاد کیا ہے۔

آپ کے مرید خاص دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی
 ایک نصیحت کو یوں منظوم فرمایا ہے

مرا ہمہ دانائے مرشد شہاب

دو اندر ز فرمود بر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود میں مباح

دوم آنکہ بر غیر بد میں مباح

آپ کی وفات ۴۳۲ھ میں ہوئی۔

ومشائخ ایس مقام بواسطہ کمال اتباع عظیم الشان اور اس مقام کے مشائخ کمال اتباع کے واسطہ سے عظیم الشان و رفیع القدر اند، درابنائے جنس خود امتیاز تمام دارند۔ اور رفیع القدر ہیں۔ اپنے ہم جنسوں میں خاص ممتاز ہیں جو آنچہ ایشان را دریں مقام میسر شده است در مقامات کچھ ان حضرات کو اس مقام میں نصیب ہوا ہے وہ دوسرے دیگر، اگرچہ باعتبار عروج فوق اند، میسر نیست۔ مقامات میں اگرچہ وہ عروج کے اعتبار سے بلند ہیں میسر نہیں ہوتا۔ بعد ازاں بمقام جذبہ فرود آوردند۔ وایں مقام جامع مقامات اس کے بعد مقام جذبہ میں اتار لائے اور اس مقام میں بے شمار جذبات بے اندازہ است۔ ازاں جانیز فرود آوردند۔ جذبات کے مقامات شامل ہیں اس مقام سے بھی نیچے لائے نہایت مراتب نزول تا مقام قلب است مراتب نزول کی انتہاء مقام قلب ۳۲ تک ہے۔

۳۲ مقام قلب

مقام قلب سے مراد شہود عالم اور مقام فرق بعد الجمع ہے۔

پہلا مفہوم

مقام قلب کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ سالک مبتدی کو ابھی مقلب قلب (حق

تعالیٰ) کی طرف عروج حاصل نہ ہوا ہو، اس مقام قلب کو دست چپ کہا جاتا ہے۔

دوسرا مفہوم

مقام قلب کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سالک منتہی فوق سے نزول کے بعد مقام قلب میں نیچے آ جائے یہ مقام چپ و راست کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے اس مقام قلب سے مراد وہ مقام قلب نہیں جس کو دست چپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۵۱ جلد اول)

کہ حقیقت جامعہ است۔ وارشاد و تکمیل، بفرود
 جو حقیقت جامعہ ۳۳ ہے اور ارشاد و تکمیل اسی مقام پر نزول
 آوردن بایں مقام تعلق دارد۔ دریں مقام فرود آوردند۔
 کرنے کے متعلق ہے اس مقام میں نیچے لائے پیش
 پیش ازاں کہ دریں مقام تمکینے پیدا شود
 تر اس کے کہ اس مقام میں تمکین پیدا ہو

۳۳ حقیقت جامعہ

اہل طریقت کے نزدیک حقیقت جامعہ قلب کو کہا جاتا ہے کیونکہ جس طرح
 انسان جملہ موجودات کا خلاصہ ہے ایسے ہی جو کچھ تمام انسان میں پایا جاتا ہے وہ سب
 کچھ تنہا قلب میں موجود ہے قلب کی دو قسمیں ہیں۔ قلب نوری اور قلب صنوبری
 (مفغہ گوشت) چونکہ قلب صنوبری، قلب نوری کا ظرف ہے فلہذا عالم قدس کا وہ
 فیض بواسطہ ظرفیت و مطروفت کے قلب نوری سے قلب صنوبری کو پہنچتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بیچون ہے
 اس لئے اس نے اہل اللہ کے قلوب بھی بیچون بنائے ہیں ورنہ عالم چوں میں بیچون
 کے سامنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے: لَا يَسْعُنِي أَرْضِي وَلَا
 سَمَائِي وَ لَكِنْ يَسْعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ یعنی زمین و آسمان میری وسعت
 نہیں رکھتے لیکن میری گنجائش میرے بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے۔ بقول شاعر

دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے
 اسی کو قلب نوری کہا جاتا ہے کیونکہ یہی قلب غبار سے پاک اور اغیار کی گرفتاری

سے کلیۃً آزاد ہوتا ہے اور یہی قلب حق تعالیٰ کا عرش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے
 قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) یہی قلب ذات
 احد کا مظہر ہے جو اعتبارات سے مجرد ہے جبکہ عرش صفات کا مظہر ہے نیز صوفیائے
 کرام کے نزدیک قلب کو عرش پر جزوی فضیلت حاصل ہے کیونکہ قلب کو عالم قدس
 کے ساتھ عشقی و حبی تعلق حاصل ہے اور عرش عشق و محبت کی نعمت سے محروم ہے اسی لئے
 فرمایا گیا

عرش و غزنین ہر دو یک طبق است

بلکہ غزنین شریف تر طبق است

یعنی عرش و غزنی دونوں مرتبے میں برابر ہیں بلکہ غزنی کا شرف عرش سے زیادہ
 ہے کیونکہ غزنی کے اولیاء کے قلوب میں جو عشق الہی ہے عرش اس عشق سے بے خبر
 ہے۔ (مزید تفصیلات کے ملاحظہ ہو الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۱/۳۴)

قطب

لغت عرب میں قطب چکی کی میخ (کیلی) کو کہتے ہیں جس پر چکی گردش کرتی
 ہے اگر وہ نہ ہو تو چکی نہیں چل سکتی یونہی قطب کے بغیر نظام عالم بھی نہیں چل سکتا قطب
 کے سبب ہی دائرہ وجود عالم قائم و محفوظ رہتا ہے اور دنیا میں آثار برکات اور ظہور
 حسانت اسی کے دم قدم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

اقسام اقطاب

اقطاب کی کئی قسمیں ہیں مثلاً قطب الاقطاب، قطب الوحدت، قطب عالم،
 قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الابدال، قطب المدار، قطب اقلیم بعض حضرات
 نے بارہ اقطاب کے وجود کا قول کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

یاد رہے کہ ہر قریہ بستی میں قطب ہوتا ہے خواہ وہ بستی مسلمانوں کی ہو یا غیر مسلموں کی جیسا کہ شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا ہے:

مَا مِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ أَوْ كَافِرَةٍ إِلَّا وَلَيْهَا قُطْبٌ

قطب اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کیلئے مختلف روپوں میں رہتے ہیں اس لئے انہیں پہچاننا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں صرف اہل نظر ہی انہیں پہچانتے ہیں:

قطبِ بلد و قطبِ عالم

کسی قطب کا دائرہ قطبیت صرف شہر تک محدود ہوتا ہے کسی کا دائرہ قطبیت ایک ملک تک ہوتا ہے کسی کا دائرہ صرف زمین تک محدود ہوتا ہے جس کے وجود مسعود کی بدولت کائنات کا نظام چلتا ہے اسے قطب عالم کہا جاتا ہے حضرت نوح علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اس منصب پر بھی فائز تھے حضرت نوح علیہ السلام کی وجہ سے نظام کائنات اس لئے درہم برہم ہو گیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساڑے نو سو سال تبلیغ کرنے کے باوجود تھوڑے سے لوگ مشرف باسلام ہوئے تو آپ منصب قطبیت سے دستبردار ہو گئے۔

قطب العالمین

یہ تمام جہانوں کا قطب ہوتا ہے چودہ طبق کی کائنات اس کی برکات و فیوضات سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے اسے قطب العالمین کہتے ہیں جیسے رب العالمین، رحمۃ اللعالمین ایسے ہی قطب العالمین ہوتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا مرتبہ منصب

قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں ہے۔ اور جو کچھ اس فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار کے علاوہ ہے بلکہ اس (قطب مدار) کا مدد و معاون ہے قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کو دخل ہے اور قطب کو باعتبار اس کے اعوان و انصار کے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار اقطاب حکمی ہیں یہی وجہ ہے کہ صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہیں: مَا مِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ أَوْ كَافِرَةٍ إِلَّا وَفِيهَا قُطْبٌ (مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۵۶ ملاحظہ فرمائیں)

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کار ساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اولیائے کرام اور قطب عظام کو، محض عزت افزائی کیلئے یہ مناصب عطا فرمائے جاتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظر میں نہیں قابل احترام اور لائق تعظیم سمجھا اور جانا جائے جیسا کہ فرشتوں کے بارے قرآن مجید میں ہے: فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (پھر کام کی تدبیریں کریں) اور بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ (فرشتے معزز بندے ہیں)۔

باز عروجی واقع شد۔ اس زمانہ اصل را نیز در رنگِ ظل
 پھر عروج ۳۳ واقع ہوا اس وقت اصل کو بھی قل کی طرح
 واگذاشت۔ ازیں عروج کہ در مقامِ قلب واقع شد
 پیچھے چھوڑ دیا اس عروج سے جو مقامِ قلب میں ہوا
 بتمکین پیوست والسلام

استقرار حاصل ہوا ۳۵ والسلام

۳۳ عروج

عرف صوفیاء میں انقطاع عن الخلق اور وصول بلا کیف کو عروج کہا جاتا ہے
 کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات سے مبرا ہے۔ گویا خلق سے خالق کی طرف توجہ کا نام عروج
 ہے۔ اس مرتبے میں سیر کرنے والوں کو مستہلکین کہا جاتا ہے۔

۳۵ حاصل

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس منہا میں اپنی باطنی سیر اور روحانی طیر کو
 تفصیلاً بیان فرما رہے ہیں دراصل جب آپ نے خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ
 دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کا سلوک طے کرنا شروع
 فرمایا تو امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی
 اللہ عنہ سیدنا خضر علیہ السلام اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت
 (چشتیہ، قادریہ، کبرویہ اور سہروردیہ) کے مشائخ عظام نے سلوک طے کروانے میں
 روحانی امداد فرمائی عروجی منازل اور نزولی مدارج کے دوران مختلف کیفیات و

واردات و مکاشفات سے سرفراز ہونے کے بعد بالآخر مقام قلب میں نزول فرمایا جو حقیقت جامع ہے اور یہ نزول کا آخری مرتبہ ہے جو منصب رشد و ہدایت اور وعظ و تلقین سے تعلق رکھتا ہے۔

0..... یاد رہے کہ بزرگان دین کی روحانی اعانت اور باطنی تصرفات کے بغیر راہ سلوک طے نہیں ہو سکتا بقول شاعر

بے عنایات حق و خاصان حق
گرچہ ملک باشد سیاہ مستش ورق
مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں
مگر یہ سفر آساں بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

روحانی امداد بوسیله شیخ

یہ امر ذہن نشین رہے کہ روحانی سیر و طیر کے دوران اپنے سلسلہ کے مشائخ کرام ہی روحانی امداد فرماتے ہیں اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ اپنے مشائخ کے ساتھ اخلاص اور گہری محبت ہونی چاہئے تاکہ نسبت کا رنگ چڑھ سکے اور بوقت حاجت اور حالت اضطرار میں خواجگان کی روحانیت امداد و اعانت کرے۔ اللہم ارزقنا ایامہا بلکہ اگر کسی دوسرے سلسلہ کے مشائخ میں سے کسی سے فیض و اعانت محسوس و مفہوم ہو تو اسے اپنے شیخ کا ہی فیض سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کمالات و فیوض کا جامع ہوتا ہے وہ خاص فیض شیخ سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب بزرگوں میں سے ایک بزرگ کے کمال کے موافق کہ جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے مرید کو پہنچا ہے وہ شیخ کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے بواسطہ ابتلا یا غلبہ محبت مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے

اور فیض اس کی طرف سے محسوس کیا ہے یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۹۲)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا معاملہ دیگر سالکین راہ طریقت سے بالکل جدا ہے دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ نے آپ کی تعمیر شخصیت میں حصہ ڈالنے کی خاطر روحانی امداد فرمائی تاکہ تجدید دین اور احیائے اسلام میں ان کا بھی پورا پورا حصہ ہو۔ (واللہ ورسولہ، اعلم بحقیقۃ الحال)

منہا - ۲

قطبِ ارشاد کہ جامع کمالاتِ فردیت نیز باشد، بسیار عزیز قطبِ ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے بہت قلیل الوجود ہوتا الوجود است۔ و بعد از قرون بسیار و از منہء برے شمار این قسم ہے اور بہت صدیوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا کوئی گوہر ظاہر ہوتا گوہرے بظہور می آید، و عالمِ ظلمانی از نورِ ظہور او نورانی ہے اور تاریک جہاں اس کے نورِ ظہور سے منور ہو جاتا ہے اور ساری می گردد و نورِ ارشاد و ہدایت او شامل تمام عالم ست۔ دنیا کو اس کے ارشاد و ہدایت کا نور شامل ہوتا ہے

۱۔ قطب الارشاد

یاد رہے کہ محض قطب الارشاد ہر دور میں ہوتا ہے لیکن ایسا قطب الارشاد جسے مقامِ فردیت بھی حاصل ہو صدیوں بعد آتا ہے اس مقام و منصب کے حضرات اس امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات میں چند ہی ہوئے ہیں جیسا کہ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بابت کہا جاسکتا ہے کہ آپ قطب الارشاد اور جامع کمالاتِ فردیت ہیں جیسا کہ منہا نمبر ۱ میں بیان ہوا کہ جب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو مقامِ فردیت تک رسائی حاصل ہوئی تو نسبتِ فردیت کے حصول میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا روحانی تصرف شامل حال رہا۔

از محیطِ عرش تا مرکزِ فرش ہر کسے را کہ رشد و ہدایت
دائرہ عرش سے لے کر مرکزِ زمین تک جس کسی کو بھی رشد و ہدایت اور ایمان
و ایمان و معرفت حاصل می شود از راہ او می آید، و ازو
و معرفت حاصل ہوتی ہے اس کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی سے استفادہ

مستفاد می گردد برے توسط او ہیچ کس بایں دولت نمی رسد
کرتا ہے بغیر اس کے واسطے کے کسی شخص کو یہ نعمت نہیں پہنچتی

نیز واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنی طرف
اشارہ فرما رہے ہیں کہ ہمیں یہ قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت کا منصب حاصل
ہے جو قرون بعد ظاہر ہوتا ہے یوں تو مجدد ہر سو سال کے بعد مبعوث ہوا کرتا ہے مگر مجدد
الف ثانی صدیوں کے بعد مبعوث ہوتا ہے جیسے سابقہ امتوں میں نبی تو ہر دور میں آتے
رہے مگر اولو العزم رسول صدیوں کے بعد ہی جلوہ فرما ہوتے رہے بقول شاعر

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ در پیدا

..... ۵ ایسی عزیز الوجود اور نایاب شخصیت جو اس منصب پر فائز المرام ہو دائرہ عرش
سے لے کر مرکزِ فرش تک چودہ طبق کی کائنات میں جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان
و معرفت نصیب ہوتی ہے اسی کی بدولت اور واسطے سے حاصل ہوتی ہے۔

متعلقین قطب الارشاد کی اقسام

..... ۵ اس شخصیت کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق کی بنا پر لوگوں کی تین قسمیں ہوتی
ہیں۔ ۱..... مخلصین ۲..... معتقدین ۳..... منکرین

مثلاً نور ہدایت او در رنگ دریائے محیط تمام عالم را فرا
 مثال کے طور پر اس کا نور ہدایت بحر بیکراں کی صورت میں تمام جہان کو گھیرے
 گرفتہ است۔ و آن دریا گویا منجمد است کہ اصلاً حرکت
 ہوتا ہے اور وہ دریا گویا منجمد (بستہ) ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا جو شخص اس
 ندارد۔ شخصے کہ متوجہ آن بزرگ است و باو اخلاص دارد
 بزرگ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔

مخلصین

جو لوگ اس شخصیت کے ساتھ احترام و اخلاص کے جذبات رکھتے ہیں
 اگرچہ اس کے دست حق پرست پر بیعت نہیں ہوتے پھر بھی اس کے فیوض و برکات
 سے بقدر اخلاص و استعداد فیض یاب اور سیراب ہوتے رہتے ہیں اگر وہ عزیز الوجود
 ہستی کسی طالب کی طرف متوجہ ہو تو اس کی ایک ہی توجہ سے قلبی تجابات اٹھ جاتے ہیں
 اور عالم قدس کی طرف ایک روشندان اور سوراخ کھل جاتا ہے اور عالم غیب کے ساتھ
 رابطہ ہو جاتا ہے۔

معتقدین

اگر کوئی شخص اس عزیز الوجود شخصیت کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کی عدم توجہ
 بر بنائے انکار نہ ہو بلکہ عدم شناخت کی بنا پر لاعلمی کی وجہ سے ہو اور صرف ذکر حق کی
 طرف ہی مشغول اور متوجہ رہے اسے بھی محض خوش اعتقاد کی بدولت اس کے فیضان
 سے حظ وافر نصیب ہوتا رہتا ہے جس طرح آفتاب سے کائنات از خود فیضیاب ہوتی
 رہتی ہے لیکن مخلصین ان کی نسبت زیادہ فیضیاب ہوتے ہیں۔

یا آنکہ آں بزرگ متوجہٗ حال طالبیہ شدہ، در وقت
 یا یہ کہ وہ بزرگ کسی طالب کے حال پر متوجہ ہو تو توجہ کے وقت طالب کے
 توجہ گویا روزنی در دل طالب کشادہ می شود۔ و ازاں
 دل میں گویا ایک سوراخ کھل جاتا ہے اور اس راہ سے جتنا توجہ اور اخلاص ہوتا
 راہ بقدر توجہ و اخلاص ازاں دریا سیراب می گردد۔
 ہے اسی قدر اس دریا سے سیراب ہوتا ہے۔

منکرین

جو لوگ قلبی قساوت اور ازلی شقاوت کی بنا پر اس ہستی کے ساتھ کدورت
 و عداوت رکھتے ہیں اور سرے سے ہی اس منصب کے منکر ہوتے ہیں اگرچہ وہ
 صاحب ذکر اور صوم و صلوٰۃ کے پابند ہی کیوں نہ ہوں رشد و ہدایت اور ایمان کی
 حقیقت سے محروم ہوتے ہیں ان کے پاس اعمال صالحہ کی صورت ہوتی ہے حقیقت
 نہیں ہوتی وہ صورت نماز تو رکھتے ہیں لیکن حقیقت نماز سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔
 ایسی نماز کی بنیاد یا کاری ہی ہو سکتی ہے جو آیت کریمہ **فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ (الماعون ۴)**
 کے مصداق باعث ہلاکت ہے بقول اقبال مرحوم

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے

حور و خیام سے گذر، بادہ و جام سے گذر

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور

ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گذر

..... وہ ہستی افاضہ یا عدم افاضہ کا قصد نہ بھی فرمائے اس کے منکرین و معترضین
 برہنائے انکار و اعتراض اس کے فیوض و برکات سے قدرتی طور پر محروم رہتے ہیں۔

وہمچنین شخصے کہ متوجہ ذکر الہی ست جلّ شانہ اسی طرح جو شخص ذکر الہی جلّ شانہ میں مشغول ہے لیکن اس عزیز (قطب و بآں عزیز اصلاً متوجہ نیست، نہ از انکار، بلکہ اورا الارشاد) کی طرف بالکل متوجہ نہیں اس کی یہ بے توجہی کسی انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ نمی شناسد ہمیں قسم افادہ آن جاہم حاصل می شود۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس (بزرگ) کو پہچانتا ہی نہیں تو بھی اسے اس قسم کا فائدہ پہنچتا ہے۔

مقرضین حضرت امام ربانی کے خرابی احوال

چنانچہ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ کے وصال کے بعد جب بعض مقرضین نے حضرت امام ربانی قدس سرہ پر از راہ رقابت و ناواقفیت زبان طعن و اعتراض دراز کی جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو سخت رنج و ملال ہوا نتیجہً بمطابق حدیث قدسی مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ اَذْنَبَ بِالْحَرْبِ (بخاری ص ۲/۹۶۳) آپ کے مقرضین کے احوال خراب اور باطن تیرہ و تار ہو گئے۔ حضرت امام ربانی کے برادر طریقت حضرت مرزا حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے عذر خواہی کی درخواست پیش کی تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر ان کی نسبتیں سلب کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا بلکہ وہ خود بخود سلب ہو گئی ہیں اور یہ لوگ جو اپنے دلوں کے اندر سے ذکر کی آوازیں سنتے ہیں یہ اور چیز ہیں اور نسبتوں کا مقام کچھ اور ہے وہ تاہنوز سلب ہیں یہاں تک کہ وہ اعتراض کی بے ادبی سے تائب اور نادام نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک کے مطابق ندامت توبہ ہی کا نام ہے۔

(ماخوذ از الیونات شرح مکتوبات مکتوب ۳۲ ج دوم)

ولیکن در صورت اولیٰ بیشتر از صورت ثانیہ است۔ اما مگر یہ فیض رسانی پہلی صورت میں بہ نسبت دوسری صورت کے زیادہ مشخص ہے کہ منکر آن بزرگ ست، یا آن بزرگ ازو دربار ہوتی ہے لیکن جو شخص اس بزرگ کا منکر ہو یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہو ست، ہر چند بذکر الہی تعالیٰ و تقدس مشغول ست خواہ وہ کتنا ہی ذکر الہی میں مشغول رہے۔ پھر بھی رشد اما از حقیقت رشد و ہدایت محروم ست۔ ہماں انکار و ہدایت کی حقیقت سے محروم رہتا ہے وہی اس کا انکار اس کے فیض اوسد راہ فیض اومی گردد، بے آنکہ آن عزیز متوجہ عدم میں سد راہ ہو جاتا ہے خواہ وہ بزرگ اس کو فائدہ نہ دینے کی طرف متوجہ ہو یا

منکرین اہل اللہ کی محرومی

جو شخص اہل اللہ کے اعزازی اور روحانی مناصب (قطب، غوث، اوتاد وغیرہا) کا منکر ہو وہ ان کے فیوض و برکات سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت و ایمان اور اسلام کی حقیقت سے بھی بے بہرہ رہتا ہے اس کے پاس صورت ہدایت، صورت ایمان اور صورت اسلام تو ہوتی ہے مگر وہ حقیقت ہدایت، حقیقت ایمان، حقیقت اسلام سے یکسر محروم ہوتا ہے جیسا کہ اسلام کے مدعی بعض فرق ضالہ کا موقف ہے ضَلُّوا فَاَضَلُّوا۔ رشد و ہدایت، ایمان اور اسلام کی حقیقت انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اہل اللہ کے نیاز مند، محبت اور مخلص ہوں اور ان کی خدمت و صحبت اور ملازمت پر یقین رکھتے ہوں انہیں انشراح صدر کی بدولت ہدایت و ایمان اور اسلام کی حقیقت

افادہٗ او شود و قصد ضرر او نماید - حقیقت ہدایت از وہ
اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے حقیقت ہدایت اسے حاصل نہیں ہوتی -

مفقود ست صورت رشد ست و صورت بے معنی قلیل
گو اسے رشد کی صورت حاصل ہوتی ہے صورت بے معنی قلیل النفع ہے
النفع است و جماعتی کہ اخلاص و محبت بآں عزیز دارند
جو جماعت اس عزیز (قطب الارشاد) سے اخلاص اور محبت رکھتی ہے خواہ وہ

میسر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دین
اسلام تین چیزوں کا نام ہے علم، عمل اور اخلاص - علم اور عمل علمائے اہلسنت سے ملتا ہے
اور اخلاص مشائخ اہلسنت سے میسر ہوتا ہے - جب کسی سعادت مند کو یہ تینوں چیزیں
میسر ہو جائیں تو اسے دین اسلام اور شریعت مطہرہ نصیب ہو جاتی ہے جو حق تعالیٰ کی
رضا کا باعث اور دارین کی سعادتوں میں سے سب سے بڑی سعادت ہے جیسا کہ
آیت کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ سے ثابت ہے - اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا -

قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات

جو لوگ قطب الارشاد کے ساتھ محض عقیدت و ارادت رکھتے ہیں خواہ ان
سے شرف ملاقات حاصل نہ بھی ہو ذکر و فکر سے غافل ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی وہ
برہنائے ارادت و موذات ان کے فیوضات و برکات و عنایات و حسنات سے بہرہ اندوز
ہوتے رہتے ہیں جو مخلصین و مجتہدین کے لئے دارین میں کامیابی کی کلید اور بخشش کی نوید
ہے والحمد للہ علیٰ ذالک جیسا کہ آیات کریمہ میں ہے اَلَا خِلَآءُ يَوْمَئِذٍ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ۶۷) گہرے دوست اس روز ایک

ہر چند از توجہ مذکور و ذکر الہی تعالیٰ شانہ خالی
توجہ مذکور اور ذکر الہی تعالیٰ شانہ سے خالی ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے
باشند نیز ایشان را بواسطہ مجرد محبت، نور رشد
لوگوں کو بھی محض محبت کی وساطت سے رشد و ہدایت کا نور
و ہدایت می رسد۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

حاصل ہو جاتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی

دوسرے کے دشمن ہو گئے بجز ان کے جو مقل ہیں۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ وہ
دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ۔ (بنی اسرائیل ۷۱)

فرمان نبوی

حدیث میں ہے کہ جب ایک آدمی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر
ہو کر عرض گزار ہو یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک
قوم سے محبت رکھتا ہے وَلَمْ يُلْحِقْ بِهِمْ لِيَكُنْ اِنْ تَكُنْ يَتَّبِعْهُمْ سَلَامًا؟ فرمایا کہ الْمَرْءُ
مَعَ مَنْ أَحَبَّ آدَمٰی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔ (مکتوٰۃ باب الحب فی اللہ)
غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز قصیدہ غوثیہ
میں اپنے ارادت مند کو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

مُرِيْدِي تَمَسُّكْ بِیْ وَكُنْ بِیْ وَاتِّقَا
لَا خَمِيْكَ فِی الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: اے میرے مرید! میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور میرے ساتھ
پختہ ارادت ہو جاتا کہ میں دنیا اور روز قیامت تیری حمایت کروں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے روز قیامت تک کے اپنے متوسلین کو نجات کی بشارت سنائی ہے۔

غَفَرْتُ لَكَ وَلَمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ إِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مبدأ و معاد منہا ۵)

یعنی میں (ہاتف غیب سے ندا آئی) نے تجھے بخشا اور اس شخص کو بھی جو تجھے میری بارگاہ قدس کا وسیلہ بالواسطہ یا بلاواسطہ بنائے گا بخشا اور یہ سلسلہ روز قیامت تک یونہی رہے گا۔

منہا - ۳

درے کہ اول بابی درویش کشادند ذوق یافت بودنہ یافت، جو دروازہ اس درویش کے لئے سب سے پہلے کھولا گیا وہ ذوق یافت (پالینے کا ذوق) کا تھا، نہ کہ یافت کا

۱۔ مراتب سلوک

زیر نظر منہا میں دوران سلوک سالک کو پیش آنے والے تین قسم کے مراتب کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

۱۔ ذوق یافت ۲۔ یافت ۳۔ فقد یافت

ان کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

ذوق یافت

ذوق کا معنی چکھنا اور یافت کا معنی پانا ہے۔

جب سالک کے قلب میں اخلاص کے ساتھ حق تعالیٰ کا قرب و حضوری پانے اور بارگاہ قدس تک رسائی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے تو اسے ذوق یافت کہتے ہیں۔ ذوق یافت کے حاملین کو ابرار کہا جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے صالحین اور صالحین (ابرار) ہی جنت نعیم کے حقدار ہیں مختصر یہ کہ محض ذوق ہی جنت کا باعث ہے ذوق ایسی لذت ہے جس کا بغیر چکھے اندازہ اور ادراک نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ عربی مقولہ ہے: مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَذُرْ..... بزبان فارسی

ع ایں ذوق مئے نہ شناسی بخدا تا نہی
پنجابی زبان میں کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

پچھ اوہناں نوں جنہاں پتی اے
فیر اوہناں نال کبھ پتی اے

یاد رہے کہ آہ و فغاں، درد و سوز اور وجد و گداز ذوق ہی کے ثمرات و اثرات اور

برکات ہیں۔

یہ ولایت عامہ کا ابتدائی مرتبہ ہے جو ہر صحیح العقیدہ، باذوق اور صالح مومن کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ ذوق کا پایا جانا استعداد ولایت کی علامت ہے اور اہلسنت ذوق سے مشرف ہیں اور اسی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہیں خطیب الاسلام ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ وارث مسند آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ نے ارشاد فرمایا کہ ہر سنی مسلمان آدھا ولی ہوتا ہے اور اگر وہ اعمال صالحہ صحیح طور پر بجالائے تو پورا ولی بن جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ سے عیاں ہے۔

یاد رہے کہ ذوق یافت کا مرتبہ محض جذبہ کی جہت سے کمال کا مرتبہ ہے جس میں سالک کے اندر حق تعالیٰ کے قرب و حضوری کی طلب اور وصل یار کی خواہش کا سمندر موجزن رہتا ہے۔

وثنائاً یافت میسر شد و ذوق یافت مفقود گشت -
اور دوسرے درجہ میں یافت ۲ نصیب ہوئی اور ذوق یافت مفقود ہوگئی

۲ یافت

جب سالک کو حق تعالیٰ کا قرب اور حضوری نصیب ہو جائے اور حریم قدس تک اس کی رسائی ہو جائے تو اسے یافت کہتے ہیں یہ مقربین کا مرتبہ ہے قرآن کریم میں مقربین کی شان یوں بیان کی گئی ہے۔

السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (الواقعه)
یعنی ہر کار خیر میں آگے رہنے والے اس روز بھی آگے آگے ہونگے وہی مقرب بارگاہ ہیں۔

اس مقام قرب کو حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔
پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی
عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام کو یوں بیان فرمایا!
جے محبوب پیارا اک دن وئے نال اساڈے
جاناں میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے
اس مرتبہ میں ذوق و شوق، وجد و حال اور کیف و اضطراب ختم ہو جاتا ہے اور صوفی کو وصل اور قرار میسر ہو جاتا اس مرتبہ کو ولایت خاصہ کہا جاتا ہے۔

و ثالثاً یافت نیز در رنگ ذوق یافت مفقود شد ۔ فالحالہ
 اور تیسرے درجہ میں ذوق یافت کی مانند یافت بھی مفقود ہو گئی ۔ پس دوسری حالت
 الثانية حالة الكمال والوصول الى درجة الولاية الخاصة ، والمقام
 (یافت) ولایت خاصہ کے درجہ تک رسائی اور حالت کمال ہے اور تیسرا مقام (یافت کا
 الثالث مقام التکمیل والرجوع الى الخلق للدعوة . والحالة السابقة
 مفقود ہونا) مقام تکمیل اور دعوت (ارشاد) کے لئے مخلوق کی طرف لوٹنا ہے پہلی حالت
 کمال فی جهة الجذب فقط . فاذا انضم اليها السلوك وتم حصلت
 (ذوق یافت) صرف جہت جذبہ میں کمال ہے جب اس (جذبہ) کے ساتھ سلوک
 الحاله الثانية ثم الثالثة .

شامل ہو جائے اور مکمل ہو جائے تو دوسری حالت حاصل ہوتی ہے بعد ازاں تیسری حالت

۳۔ فقد یافت

جب طالب صادق بارگاہ قدس جل سلطانہ تک پہنچ جاتا ہے تو وصال کے بعد
 فراق، عروج کے بعد نزول کا مرتبہ آتا ہے اس درجے میں یافت گم ہو جاتی ہے اس
 لئے اسے فقد یافت کہا جاتا ہے۔

یہ رشد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کا مرتبہ ہے جسے مقام تکمیل بھی کہا جاتا ہے اس
 نزولی مرتبے میں صوفی کو اس لئے نیچے بھیجا جاتا ہے تاکہ جس رستے سے وہ واصل بحق
 ہوا ہے اسی رستے سے اور لوگوں کو حریم یار تک پہنچائے۔ اس قسم کا صوفی بظاہر باہمہ ہوتا
 ہے مگر بباطن بے ہمہ ہوتا ہے بظاہر لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے مگر بباطن باخدا ہوتا ہے
 بظاہر جلوت میں ہوتا ہے مگر بباطن خلوت میں ہوتا ہے مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم

ولیس للمجذوب المجرد عن السلوك من الحالة الثانية والثالثة

لیکن وہ مجذوب جو سلوک سے خالی ہو اسے دوسری اور تیسری حالت سے

نصیب اصلاً۔ فالکامل المکمل هو المجذوب السالک

بالکل کوئی حصہ نہیں ملتا۔ پس کامل مکمل مجذوب سالک ہی ہے

کے نزدیک اسی مقام کو خلوت در انجمن کہا جاتا ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامینی قدس سرہ نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانه و ش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اس قسم کے صوفی کا کلام دوا، توجہ اکسیر، نظر کی میا ہوتی ہے چنانچہ شمس الہند حضرت سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ الصبوری تاجدار آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ کے متعلق منقول ہے کہ آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں اکثر مراقب رہتے اور ادراکِ بسیط کی منزلوں میں گم رہتے جب نماز کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو جس پر پہلی نظر پڑ جاتی اس کے لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا۔ (وللہ الحمد)

مقام دعوت و ارشاد اور حضرات نقشبندیہ

اس مرتبے میں صوفی اور سالک رجوع کے بعد خلقِ خدا کی تعلیم و تربیت کے فرائض کی انجام دہی پر مامور ہوتا ہے اور قافلوں کے قافلے حریمِ یار تک پہنچاتا ہے سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی مشائخ نقشبندیہ کے اس مرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم السالك المجذوب وما سواهما فليس بكامل ولا مكمل اصلاً
 پھر دوسرے درجہ پر سالک مجذوب ہے اور جو ان دونوں کے بغیر ہو وہ ہرگز نہ
 فلا تكن من القاصرين والصلوة والسلام على خير البشر
 کامل ہے نہ مکمل۔ لہذا تو کم ہمت نہ بننا۔ والصلوة والسلام على خير البشر
 سیدنا محمد والہ الا طھر۔

سیدنا محمد والہ الا طھر

نقشبنداں عجب قافلہ سالار اند
 کہ بحر می روند پنہاں قافلہ را
 جب ذوق یافت والے سالک کو کوئی شیخ کامل مکمل میسر آ جائے جو اسے راہ
 سلوک پر گامزن کر دے اور عروجی منازل میں برابر رہنمائی ملتی رہے تو اس کا جذبہ
 سلوک کے ساتھ مل جاتا ہے لہذا اب وہ مجذوب سالک کہلوائے گا۔

سالک اور مجذوب کے مختلف درجات

ایسا سالک جسے جہت جذبہ تو میسر ہو مگر وہ سلوک سے محروم ہو اسے نہ تو ولایت
 خاصہ کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی اسے مقام تکمیل حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ تعلیم
 و تربیت اور رشد و ہدایت کے منصب کا اہل نہیں ہوتا۔

0..... ایسا صوفی جسے وصال یار کے بعد لوگوں کی تربیت و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کے
 لئے واپس عالم خلق کی طرف لوٹا دیا جائے اسے کامل مکمل سالک کہا جاتا ہے۔ اسی کو
 مجذوب سالک بھی کہتے ہیں اور یہی افضل مرتبہ ہے جسے نبوت و رسالت کی نیابت
 و خلافت حاصل ہے۔

0..... ایسا صوفی جس کے جذبہ پر اس کا سلوک مقدم ہوا اسے سالک مجذوب کہا جاتا ہے گویہ بھی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے مگر اس کی توجہات مجذوب سالکین اور مجبوسین کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ (واللہ اعلم)

0..... جو سالک محض مجذوب ہو یا فقط سالک ہو وہ خود کامل نہیں ہوتا فلہذا دوسروں کی تکمیل بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ناقص ہے۔

0..... حق تعالیٰ جس پر کرم کرتے ہوئے ذوق یافت یعنی جذبہ عطا فرمائے تو اسے شیخ کامل مکمل کی نگرانی میں حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ لینی چاہئے۔ بقول شاعر

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

منہا - ۴

ایں درویش، دراوا خر ماہ ربیع الآخر، بخدمت عزیزم
یہ درویش ۱ ماہ ربیع الثانی کے آخری دنوں میں اس بزرگ
کہ از خلفائے ایں خانوادہ بزرگ بودند، مشرف گشت
خانوادہ کے خلفاء میں سے ایک عزیز کی خدمت سے مشرف ہوا۔
وطریقہ ایں بزرگواران را اخذ نموده در منتصف شهر
اور ان بزرگوں کے طریقہ کو اخذ کیا۔ اسی سال
رجب ہمار سال بحضور نقشبندیہ کہ دران موطن
ماہ رجب کے وسط میں حضور نقشبندیہ کی سعادت نصیب
اندراج نہایہ دربدایہ ست مستسعد گشت۔

ہوئی جو اس مقام میں اندراج نہایت در بدایت ہے

۱۔ درویش سے مراد حضرت امام ربانی قدس سرہ ہیں آپ عارف باللہ حضرت
خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام میں
بیعت سے مشرف ہوئے اور حضرت خواجہ کی زیر نگرانی سلوک نقشبندیہ طے کرنا شروع
فرمایا تو ماہ رجب کے وسط تک اڑھائی ماہ میں آپ کو حضور نقشبندیہ حاصل ہو گیا
والحمد للہ علی ذالک

اسے نسبت نقشبندیہ اور دوام حضور مع اللہ بلا غیوبہ بھی کہا جاتا ہے یعنی
عارف کو ذات حق کے ساتھ ایسی حضوری و آگہی حاصل ہو جو دائمی ہو اور کبھی غیبت اور

وآن عزیز فرمود کہ نسبت نقشبندیہ عبارت ازین
اور ان عزیز نے ارشاد فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ ۲ کو اسی حضور سے
حضور است۔ و بعد از دہ سال کامل و چند ماہ در نصف
تعبیر کیا جاتا ہے پورے دس سال اور کچھ ماہ کے بعد ماہ ذی قعدہ کے نصف

پوشیدگی قبول نہ کرے اسی مقام کو تجلی ذاتی دائمی سے تعبیر کرتے ہیں اور خواجہ جہاں
حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو یادداشت کا نام دیا ہے۔

۲ نسبت نقشبندیہ

نسبت نقشبندیہ کی بلندی و فوقیت کا راز اندراج النہایت فی البدایت ہے یعنی
جو جذبہ دوسرے سلاسل طریقت میں انتہاء میں عطا فرمایا جاتا ہے وہ اس سلسلے کے
سالکوں کو ابتداء میں ہی دے دیتے ہیں ان بزرگوں کے نزدیک جذبہ دوم پر ہے۔

جذبہ بدایت اور جذبہ نہایت

اس سلسلے میں جذبہ بدایت سالک کو ابتداء میں اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ
طالب جذبہ کی لذت چکھے بغیر مرنہ جائے یہ خواجہ بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری
قدس سرہ کی طرف سے اپنے مریدوں کے لئے خیرات اور سوغات ہے۔

نسبت علاقہ بین الطرفين کو کہا جاتا ہے یعنی خدا اور بندہ مومن کے درمیان
طریقت کے اعتبار سے تعلق کو نسبت کہتے ہیں۔ ہر سلسلہ طریقت کا خدا کے ساتھ تعلق
مختلف ہوتا ہے کسی کا تعلق ہجر کا ہے کسی کا تعلق وصل کا ہے کسی کا تعلق درد کا ہے کسی کا
تعلق محبت کا ہے کسی کا تعلق عشق کا ہے کسی کا تعلق اضطراب کا ہے کسی کا تعلق سکون
کا ہے طریقت نقشبندیہ کا تعلق حضور کا ہے والحمد للہ علی ذالک

اول ماہ ذی القعدہ، آن نہایتے کہ در بدایۃ از پس
 اول میں وہ نہایت جو بدایت^۳ میں بدایات اور درمیانی درجوں
 چندیں پردہ ہائے بدایات و اوساط جلوہ گر شدہ بود،
 کے بیشمار پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی نقاب چاک
 خرق روپوش نمودہ، متجلی گشت و بیقین پیوست کہ
 کر کے عیاناً جلوہ گر ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ بدایت میں اس
 در بدایۃ صورتے بود ازیں اسم، و شبحے بود ازیں پیکر،
 اسم کی صورت تھی اور اسی پیکر کا جسم تھا اور اسی مسمی
 و اسمے بود ازیں مسمی، شان مابینہما۔ حقیقت کارا میں
 کا اسم تھا ان دونوں میں بڑا فرق ہے حقیقت حال اس مقام پر منکشف

جب اس حضور میں دوام و قرار ہو سالک ہمہ وقت خدا کی بارگاہ میں حاضر باش
 رہے ایک لمحہ کیلئے انقطاع اور تعطل نہ ہو اسی کو حضور مع اللہ بلا غیوۃ کہا جاتا ہے۔

۳ جذبہ بدایت

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ابتدائے سلوک میں جذبہء بدایت حاصل ہوا
 تھا لیکن تفصیلی سلوک دس سال اور چند ماہ میں طے کرنے کے بعد ابتدائی پردوں اور
 درمیانی واسطوں کے جملہ نقاب الٹ کر جذبہء نہایت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں اور کرم
 گستریوں کے ساتھ تشریف فرما ہو گیا۔ واللہ الحمد
 جب آپ کو جذبہء نہایت حاصل ہوا، حقیقت کا رکھل کر سامنے آئی اور علم الیقین

حادثہ کشف شد و سر معاملہ این جا آشکارا گشت من لم یدق
ہوئی اور معاملہ کار از اس جگہ آشکار ہو گیا۔ جس نے چکھا نہیں وہ اسے نہیں سمجھ سکتا۔

لم یدرو الصلوٰۃ والسلام علی سید الانام والہ الکرام واصحابہ العظام
والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا الانام والہ الکرام واصحابہ العظام .

سے حق یقین تک رسائی نصیب ہو گئی تو اس بات کا علم ہو گیا کہ اسم اور مسمیٰ، صورت اور
حقیقت میں بہت بڑا فرق ہے کمالاً یخفی علی ارباب البصیرہ لیکن اس (جذبہ
نہایت) کی لذت و حلاوت بغیر چکھے معلوم نہیں ہو سکتی ہے و بدو نہ خرط القتاد
ذوق ایں سے شناسی بخدا تا نکشی

اللہم اسقنا واعطنا و ارزقنا بفضلک ومنک برحمتک

حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

منہا-۵

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اِس درویش روزی در حلقہء یاران اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔ یہ درویش ایک روز خود نشستہ بود، و نظر بر خرابیہائے خود داشت و اِس نظر اپنے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی خرابیوں پر غور کر رہا تھا غالب آمدہ بود بحدیکہ خود را بے مناسبت تام بایں یہ دید یہاں تک غالب آئی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) وضع می یافت۔

اس وضع کے بالکل مناسب نہ پایا۔

۱۔ تحدیثِ نعمت

جب حق تعالیٰ کسی بندہٴ مومن پر انعامات و عنایات اور احسانات فرماتا ہے تو بسا اوقات اس کے اظہار و بیان کی اجازت ہوتی ہے جس میں بعض حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ ۱۱) یعنی اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کیا کرو۔

تحدیثِ نعمت سے منع کی وجوہات

جب کسی سالک کو اظہارِ نعمت کی اجازت ہو تو اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔

- 0 جاہلوں کے سامنے بیان کرنے سے قنہ برپا ہو سکتا ہے۔
- 0 حاسدین بر بنائے حسد سازشیں کر سکتے ہیں۔
- 0 حاضرین کے سامنے کھلے بندوں اظہارِ اسرار ان کے علم و عقل سے اگر وراء ہو تو یہ کار عبث ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں ہے: مَنْ حَسَنَ اسْلَامَ الْعِرَاءِ تَرَكَهُ مَا لَا يَعْنِيهِ
- 0 سامعین میں اسرار کے برداشت کی عدم استعداد بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے جب حروفِ مقطعات میں سے حرفِ قی کے اسرار بند کمرے میں بیان فرمائے تو حضرت سامع برداشت نہ کر سکے اور بیہوش ہو گئے۔ (حَقَائِقُ الْقُدُسِ مَرْجَم ص ۷۰)
- 0 دورانِ بیان سالک ریا کاری اور نمائش کا شکار ہو سکتا ہے۔
- 0 سُمعہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔
- 0 رعونت اور تکبر بھی باعث ہو سکتا ہے۔
- 0 تعلیٰ اور دعویٰ کی بو پیدا ہو سکتی ہے۔

اظہارِ تحدیثِ نعمت کی وجوہات

- جن اکابرینِ طریقت نے واقعات و بشارات، مکاشفات اور خوابیں بیان فرمائی ہیں وہ تزکیہ نفس کی نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال تھے۔ اس لئے جب انہیں تحدیثِ نعمت کی اجازت ملی تو اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔
- مریدین و متوسلین کو اپنے سلسلہ طریقت کی صداقت اور حقانیت بتانا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی امت مسلمہ کو جنت کی بشارت سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: **فَمَنْ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ أَلَا مِنْ أَهْلِ** یعنی سوائے میرے منکر کے میری ساری امت جنت میں جائے گی۔
- 0 گمراہ لوگوں کو راہِ ہدایت پر لانا مقصود ہو سکتا ہے۔

- 0..... مخالفین اور معاندین کو خائب و خاسر کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔
 0..... دین اسلام کی سچائی اور حقانیت غیر مسلموں پر واضح کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔
 0..... ملحدوں کو ناکام و نامراد کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔
 0..... فلسفہ زدہ، ملاحدہ اور مادہ پرست طبقہ کو اہل اللہ کی عظمت منوانا مقصود ہو سکتا ہے۔

ایک روحانی مرض اور اس کا علاج

سالمین طریقت کو اذکار و عبادات، اور ادو و وظائف اور اعمال صالحہ کے بجا لانے کے بعد بسا اوقات عجب و نحوث پیدا ہو جاتی ہے جو سالک کیلئے زہر قاتل اور مہلک مرض ہے جو اعمال صالحہ کو یوں خاکستر کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے یہ عجب و نحوث اس لئے پیدا ہوتا ہے جب سالک اعمال صالحہ کو خوب سے خوب تر جانتا ہے اس لئے اہل طریقت نے اس کا علاج اس کی ضد بتایا ہے یعنی ہر وقت دید قصور سالک پر غالب رہے اور وہ ہمہ وقت اپنے اعمال اور نیت کو تہمت زدہ جانے اور انہیں ناقابل قبول اور لائق رد سمجھے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا
 هَرُبَ قَارِئٍ الْقُرْآنَ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ (احیاء العلوم) اور كُمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظُّمَأُ وَالْجُوعُ (رواہ ابن ماجہ و نسائی بحم الفاظ)۔ یعنی بہت سے قرآن کے قاری ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو سوائے پیاس اور بھوک کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۳ ملاحظہ ہو)

- 0..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دید قصور، اعمال صالحہ اور نیوٹوں کا متمم جاننے کی کیفیت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ میں اپنے اندر اہل اللہ کی نسبت بھی محسوس نہیں کرتا تھا درج ذیل اشعار آپ کی اس کیفیت کے غماز معلوم ہوتے ہیں۔

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے و آن نان بنہم پیش سگے نادانے
 و آن پرہگ سال بگزینہ در کھدانی از ننگ بر آن نان تہند دندانے

دریں اثنا بحکم ”من تواضع لله رفعه الله“ ایں دور افتادہ را
 اسی اثنا میں من تواضع لله رفعه الله (جس نے اللہ کی خاطر، تواضع کی اللہ نے
 از خاک مذلت برداشتند۔ و ایں ندا درسراو در دادند۔
 اس کا درجہ بلند کر دیا) کے مصداق اس دور افتادہ کو رسوائی کی خاک سے اٹھایا اور اس
 کہ ”غفرت لك ولمن توسل بك الى بواسطه او بغیر
 کے باطن میں ندائی۔ میں نے تجھے بخشا اور اس شخص کو بھی جو تجھے میری بارگاہ میں وسیلہ

۲ تواضع

تواضع عاجزی و انکساری و کم مائیگی اور فروتنی کو کہا جاتا ہے۔

تواضع کی دو قسمیں ہیں

تواضع مذموم اور تواضع محمود

تواضع مذموم

دنیا دار اہل ثروت اور جاہ طلب امراء کے سامنے سر نیاز خم کرنا یا شریعت مطہرہ
 نے جہاں اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے وہاں عاجزی اختیار کرنا تواضع مذموم ہے جیسے کہ
 دوران طواف حاجی کو رمل کا حکم ہے تاکہ اغیار کے دلوں پر مسلمانوں کی سطوت و ہیبت
 طاری ہو جائے سالکین کا ذاتی اغراض و مقاصد یلئے دنیا داروں کے ہاں جانا اہل
 طریقت کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز
 نے دنیا داروں کے ساتھ میل ملاپ اور تعلقات بڑھانے بلکہ انہیں دیکھنے سے بھی منع
 فرمایا ہے غالباً مقولہ بنس الفقیر علی باب الامیر انہی لوگوں پر چسپاں
 ہوتا ہے۔

واسطۃ الی یوم القیمۃ “ وبتکرار بایں معنی نواختند ، بحدیکہ بالواسطہ یا بلاواسطہ بنائے گا اور یہ سلسلہ روز قیامت تک یونہی رہے گا اور (ازراہ بندہ گنجائش ریب نمائد - والحمد لله سبحانه علی ذلک حمداً نوازی) اس مضمون کو اس حد تک دہرایا کہ شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی اور اس (نعمت) پر

تواضع محمود

اہل اللہ کا نیاز مند امراء اور فیاض طبع اغنیاء کے ساتھ اخلاق و مروت سے پیش آنا اور ان کی اصلاح احوال اور دعوت و تبلیغ کیلئے ان کے پاس جانا تواضع محمود کہلاتا ہے جیسا کہ قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز شاہان وقت کے حقداروں کی دادرسی کیلئے تشریف لے جایا کرتے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بھی جہانگیر کے ساتھ رہ کر اس سے ترویج شریعت اور تخریب بدعت کا کام لیا۔ (وللہ الحمد)

حضرت امام ربانی اور تواضع

جب انتہائے عجز اور کمال تواضع کی بنا پر حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اپنی مغفرت کی فکر دامنگیر ہوئی اور اپنے متوسلین اور قیامت تک مریدین کی نجات کا خیال آیا کہ نجانے ہمارے ساتھ خدائے بے نیاز کیا معاملہ فرمائے گا۔ تو آپ کو خاک مذلت سے اٹھا کر انتہائی بلندیوں پر لے جایا اور باقی غیب سے نازل غفرات لک و لَمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ إِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ الہام ارشاد فرمایا میں نے تجھے بخشا اور اراد بھی جو تجھے میرے حرمِ قرب تک پہنچنے کا وسیلہ بنائے خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت کے روز تک۔

کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ و کما یحب ربنا ویرضی،
اللہ سبحانہ کی بے شمار حمد و ثناء ہے ایسی حمد و ثناء پر جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی
برکت ہو جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرماتا اور چاہتا ہے

و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد والہ کما یحییٰ۔
اور اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد (ﷺ) اور آپ کی آل (اطہار) پر لا تعداد
درود و سلام ہو۔

وارثانِ جنت اور اذنِ شفاعت

در اصل اہل اللہ حق تعالیٰ کی عطا و اذن سے جنت کے مالک اور وارث ہوتے
ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ
كَانَ تَقِيًّا (مریم ۶۳) یعنی جنت کو ہم نے اپنے پرہیزگار بندوں کی وراثت میں دے
دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے خیراتِ البعین حضرت خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق
ارشاد فرمایا۔

”از قرن اویس نام کہ او را بقیامت ہم چند گو سفندان
ربعیہ و مضر شفاعت خواہد بود اندر امت من“ (کشف المحجوب ص ۸۸)
یعنی قرن میں اولیس نامی ایک شخص ہے وہ میری امت کیلئے قیامت کے روز قبیلہ
ربعیہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا۔

امام الطریقہ خواجہ بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ الساری
ارشاد فرماتے ہیں ”جس نے ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہم اس کی بھی شفاعت کریں گے۔“

بعد ازاں بافشائے اس واقعہ مامور ساختند۔
 اس کے بعد اس واقعہ کے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا۔
 اگر پادشہ بدر پیرزن بیاید تو امی خواجہ سبلیت مکن
 اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے اے خواجہ اس کی عیب جوئی نہ کر

ان ربک واسع المغفرة

یقیناً تیرا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔

خود حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے پیش گوئی
 فرمائی: يَكُونُ رَجُلٌ فِيْ اُمَّتِيْ يُقَالُ لَهُ صَلَٰةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذًا
 وَكَذًا (طبقات کبریٰ جلد ہفتم)

اس نعمت عظمیٰ کی عطا کا بار بار الہام ہوا کہ اب مجھے کسی قسم کا کوئی تردد اور شک
 و شبہ نہیں رہا۔ والحمد لله على ذالك

چونکہ اس نعمت و بشارت کے افشاء و اعلان کا حکم دے دیا گیا ہے اس لئے اس
 کے اظہار میں میرے نفس کی کوئی آلائش نہیں کیونکہ میں مامور من اللہ ہوں۔

جس طرح حضور اکرم ﷺ نے اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے ایسے
 ہی حضور اکرم ﷺ کے طفیل اکابر مشائخ طریقت نے اپنے اپنے مریدین سے بخشش
 کا وعدہ فرمایا ہے۔

جیسا کہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ارشاد
 فرماتے ہیں:

مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ رَبِّي
عَطَانِي رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِي

یعنی اے میرے مریدو! نہ اللہ میرا رب ہے اس نے مجھے رفعت عطا فرمائی ہے
میں نے انہیں پالیا ہے۔

امام الطریقہ غوث الحلیہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ الصمد اپنے مریدین کو تسلی
و تشفی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

کمینہ یاران من تا بجاہ قدم شفاعت می کند
یعنی جہاں میرے ادنیٰ مرید کی قبر بنے گی وہ اپنے ارد گرد پچاس قدم تک اہل
قبور کی شفاعت کرے گا۔

مسئلہ شفاعت

شفاعت شفیع سے مشتق ہے جس کے معنی ”ملنا“ ہے اس کا مقابل ”وتر“ ہے اللہ
تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّفِيعُ وَالْوَكْرُ (الفجر ۳)..... یعنی قسم ہے جنت اور طاق کی

شفاعت کرنے کا حق صرف انہی حضرات کو حاصل ہوگا جنہیں حق تعالیٰ سبحانہ
کی طرف سے شفاعت کا اذن ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ ۲۵۵) سے عیاں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شفاعت کی تکذیب
کرے گا وہ شفاعت سے محروم رہے گا جیسا کہ حدیث پاک مَنْ كَذَّبَ بِهَا لَمْ
يَنْلُهَا سے واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانا فضل ہے جیسا کہ آیات

کریمہ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يُّشَاءُ (ال عمران ۷۳) اور وَيَغْفِرُوا عَنْ
السَّيِّئَاتِ (الشوریٰ ۲۵) اور ارشاد نبوی وَلَوْ رَحِمْنَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهٗمْ مِنْ
أَعْمَالِهِمْ (ابن ماجہ) سے عیاں ہے۔

حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کے معاصی اور گناہوں پر گرفت فرمانا عدل ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر ۷) اور ارشاد نبوی
لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَآوَاتِهِ وَاهْلَ اَرْضِهِ عَذْبُهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ
لَّهٗمْ (ابن ماجہ) سے واضح ہے۔

مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بالعموم اور حضور رحمۃ
للعالمین شفیع المذنبین ﷺ کو مقام محمود، لوائے ممدود اور حوض مورد میں بالخصوص
اپنے گناہ گار بندوں کی شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے۔

جیسا کہ فقہ اکبر میں ہے شَفَاعَةُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ
وَشَفَاعَةُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلَّمٍ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمَذْنِبِيْنَ
وَلَا اَهْلَ الْكِبَايِرِ مِنْهُمْ الْمُسْتَوْجِبِيْنَ لِلْعِقَابِ حَقٌّ ثَابِتٌ

یعنی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی ﷺ
کی شفاعت صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے مرتکبین جو عتاب کے سزاوار ہو گئے کے لئے
حق اور ثابت ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ وَاسْتَغْفِرْ لِّذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد ۱۹)
(یعنی اپنے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے مغفرت طلب کریں) اور
ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات أُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ (مجھے مرتبہ
شفاعت عطا فرمایا گیا ہے) سے ثابت ہے۔

عقائد نسفی میں عقیدہ شفاعت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَالشَّفَاعَةُ ثَابِتَةٌ لِلرُّسُلِ وَالْأَخْيَارِ فِي حَقِّ أَهْلِ الْكِبَائِرِ يَعْنِي رُسُلَ عِظَامٍ
اور صالحین کی شفاعت کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں ثابت ہے۔
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

شَفَاعَتِي لَأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي (ترمذی)
میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (ابن ماجہ)
یعنی قیامت کے روز تین قسم کے لوگوں کی شفاعت قبول کی جائے گی انبیاء کی،
پھر علماء کی پھر شہداء کی۔

ان کے علاوہ ملائکہ، فقراء، صلحاء، اتقیاء اور اطفال مومنین، قرآن مجید، ماہ
رمضان کے روزے اور کعبہ مقدسہ وغیرہم کی شفاعت بھی آیات قرآنیہ اور احادیث
نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات سے ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اقسام شفاعت
کے متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں بعض نے ۸ اور ۹ قسم کی شفاعت کا قول کیا ہے اور
بعض نے شفاعت کی تیرہ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

شفاعت کی موٹی دو قسمیں ہیں شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ

حضور اکرم ﷺ شفاعت کبریٰ بھی فرمائیں گے اور شفاعت صغریٰ بھی
فرمائیں گے شیخ الاسلام حضرت شیخ شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا
هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ لِكُلِّ هَوٍّ مِنَ الْاَهْوَالِ مُفْتَحِمٍ

شافع اول

روز قیامت مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے یہی

وجہ ہے کہ تمام مخلوق جمیع امم یہاں تک کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰت بھی حضور اکرم کے نیاز مند ہوں گے اور روز قیامت اولین و آخرین، موافقین و مخالفین اور مومنین و کافرین سب حضور انور ﷺ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے

صدر نشین دیوان حشر و افسر وچہ اماں

کل نبی محتاج اوسیدے نفران وانگ غلاماں

اور آپ کی بارگاہ اقدس میں عرض کریں گے۔

”اَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ“ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے چنانچہ آپ عرش کے نیچے خدا تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر اس کی حمد و ثناء بیان کریں گے خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَ اَشْفَعْ تُشَفَّعْ یعنی اے محمد ﷺ اپنا سر (مبارک) اٹھاؤ اور سوال کرو آپ کو دیا جائے گا شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

شفاعت کبریٰ کے اس منصب کو ایک مقام پر یوں بیان فرمایا گیا ہے اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یعنی میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد دیگر انبیاء اور محبوبان خدا کو اذن شفاعت ہوگا۔

یادر ہے کہ کاشف الغمۃ نبی الرحمة حضور اکرم ﷺ کے لئے شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالحجۃ اور شفاعت بالاذن ہر قسم کی شفاعت متحقق ہے فلہذا جو بھی آپ کی شفاعت کا منکر اور کذب ہے وہ شفاعت سے محروم رہے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ كَذَبَ بِهَا لَمْ يَنْلُهَا (ترمذی) یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے جس نے اسے (شفاعت کو) جھٹلایا وہ اس سے محروم رہے گا۔

منہا - ۶

سیر الی اللہ، عبارت از سیر تا اسمے است از اسمائے الہی جلّ سیر الی اللہ سے مراد اسماء الہی جلّ شانہ میں سے اس اسم تک سیر کرنا ہوتا ہے شانہ کہ مبداء تعین سالک است۔ وسیر فی اللہ عبارت از سیر جو سالک کا مبداء تعین ہے اور سیر فی اللہ سے مراد اس اسم میں دراں اسم است۔ اِلٰی اَنْ یُنْتَهٰی اِلٰی حُضْرَةِ الذَّاتِ الْاَحَدِیَّةِ یہاں تک سیر کرنا ہے۔ جو ذات احدیت کی بارگاہ تک منتهی ہو جو الْمَجْرُودَةُ عَنْ اِعْتِبَارِ الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشَّيْءِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ اسماء، صفات، شیونات، اور اعتبارات سے پاک ہو

۱۔ سیر کا معنی اور اسکی اقسام

سیر کا معنی ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونا ہے اہل طریقت کے نزدیک سیر حرکت علمی کا نام ہے۔ یہ سیر نہ ایسی ہوتی ہے اور نہ مکانی ہوتی ہے اور نہ ہی جسمی ہوتی ہے بلکہ یہ سیر باطنی اور روحانی ہوتی ہے جس کا تعلق مقولہء کیف سے ہے۔ قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا کہ سیر دو طرح کی ہوتی ہے۔

سیر مستطیل اور سیر مستدیر

وایں تفسیر بر تقدیرِ راست آید کہ مراد از اسم مبارک یہ وضاحت اس صورت میں درست ہوگی جبکہ اسم مبارک ”اللہ“ سے ”اللہ“ مرتبہ وجوب داشته شود، کہ مستجمع اسماء مراد مرتبہ وجوب لیا جائے جو اسماء و صفات کا جامع ہے لیکن اگر اس اسم مبارک و صفات است۔ اما اگر مراد ازیں اسم مبارک ”اللہ“ ذات ”اللہ“ سے مراد ”ذات محض“ لی جائے تو اس مذکورہ بحث بودہ باشد! پس سیر فی اللہ بمعنی مذکور داخل سیر معنی کے اعتبار سے سیر فی اللہ سیر الی اللہ ہی میں داخل ہوگی الی اللہ باشد۔ و سیر فی اللہ اصلاً بریں تقدیر متحقق نشود۔ اور سیر فی اللہ اس صورت میں ہرگز متحقق نہیں ہوتی۔

سیر مستطیل (آفاقی)

یہ ہے کہ مقصود کو اپنے دائرہ سے باہر تلاش کیا جائے یہ سیر بُعد در بُعد ہے۔

سیر مستدیر (انفسی)

یہ ہے کہ اپنے قلب کے گرد گھومنا اور اپنے اندر ہی سے مقصود کو تلاش کرنا یہ سیر قرب در قرب ہے۔

یاد رہے کہ سیر علمی سے مراد سالک کا باطنی معلومات کے ساتھ علمی طور پر سیر کرنا ہے جیسے کوئی شخص دوران سفر دیکھے ہوئے مناظر اور منازل کا تصور کرتا ہے تو وہ سارے نقشے اور منظر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتے ہیں یہ سیر پستیوں کی طرف

چہ ایں سیر کہ در ذات بحت است در نقطہ نہایۃ النہایت
 کیونکہ جو سیر ذات محض میں ہے نہایت النہایت کے نقطہ میں اس کا تصور
 متصور نیست: و بعد از رسیدن بآن نقطہ برے توقف رجوع
 بھی نہیں آسکتا۔ اس نقطے تک رسائی کے بعد بلا توقف عالم کی طرف لوٹنا
 بعالم است کہ معبر بسیر عن اللہ باللہ است۔۔ ایں
 ہوتا ہے۔ جسے سیر عن اللہ باللہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ وہ معرفت ہے
 معرفتے است کہ مخصوص بواصلان نہایۃ النہایت است۔
 جو نہایت النہایت کے واصلین کے ساتھ مخصوص ہے

نہیں ہوتی بلکہ بلند یوں کی طرف ہوتی ہے زمین سے آسمانوں کی طرف، آسمانوں
 سے عرش کی طرف، عرش سے فوق العرش عالم وجوب کی طرف، اسمائے باری تعالیٰ،
 صفات باری تعالیٰ، اعتبارات، شیونات اور ذات بحت کی طرف سیر ہوتی ہے۔
 جب سالکین کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی سیورار بعد طے کرتے ہیں ان میں
 سے کسی کو تفصیلی سیر کروائی جاتی ہے اور کسی کو اجمالی سیر کروائی جاتی ہے جن سالکین کی
 سیر اجمالی ہوتی ہے انہیں مراد کہا جاتا ہے۔

ہر سالک کو اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم سے فیض پہنچتا ہے۔ وہ اسم اس سالک
 کا مبداء فیض یا مبداء تعین یا اسم مربی کہلاتا ہے جب کسی صوفی کو بذریعہ کشف و شہود
 اپنا مبداء فیض معلوم ہو جائے تو اسے عارف کہتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی کوئی
 حد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہر اسم کائنات کو تجلیات کے ذریعے فیض دیتا ہے۔ اس لئے اس
 کی تجلیات کی بھی کوئی حد نہیں۔

غیر این درویش از اولیاء اللہ ہیچ کس باین معرفت تکلم
 اولیاء اللہ میں سے اس درویش کے سوا کسی نے اس معرفت کے متعلق کوئی کلام نہیں کی۔ اللہ
 نہ کردہ است۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّشَاءُ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
 اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار
 والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد والہ اجمعین .

ہے رسولوں کے سردار حضرت محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل (اطہار) پر درود و سلام ہو۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے معروف ننانوے اسمائے گرامی بندوں کو اس کے اسماء
 سے متعارف کروانے کے لئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا احصار و شمار ممکن نہیں۔

انبیائے کرام کے مشارب

انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مظہر ہیں اس لئے جس کسی کو فیض
 پہنچتا ہے تو انبیائے کرام کے مشارب کے ذریعے پہنچتا ہے چونکہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی
 (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زیر قدم ہوتا ہے اس لئے جس ولی کو جس نبی کے مشرب
 کے ذریعے فیض پہنچتا ہے وہ ولی اس نبی کے زیر قدم ہوتا ہے جو ولی حضرت آدم علیہ
 السلام کے زیر قدم ہوا سے آدمی المشرب کہتے ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے زیر
 قدم ہوا سے نوحی المشرب کہتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہوا سے
 ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہوا سے موسوی
 المشرب کہا جاتا ہے جو حضرت عیسیٰ کے زیر قدم ہوا سے عیسوی المشرب کہا جاتا ہے
 جو ولی براہ راست سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے زیر قدم ہوا سے محمدی المشرب

جیسا کہ غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهُ قَدَمٌ وَ إِنِّي عَلَى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ
ترجمہ: یعنی ہر ولی کسی نبی (علیہ السلام) کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی اکرم ﷺ کے قدم پر ہوں جو آسمان کمال کے بدر کمال ہیں۔

اسی طرح حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نہ صرف اپنے ہی محمدی المشرّب ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے بلکہ آپ نے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ کو بذریعہ تصرف موسوی المشرّب سے محمدی المشرّب بنادیا۔ (وللہ الحمد)

تجلیات سیور

دوران سلوک جب سالک میر فی اللہ سے مشرف ہوتا ہے تو اس سیر میں اس کی ابتداء اسم ”اللہ“ سے ہوتی ہے بعد ازاں بالترتیب اسماء و صفات و شیونات و اعتبارات کے مرتبوں میں سیر کی انتہا بالا خرزات احدیت تک ہو جاتی ہے جو مذکورہ مرتبوں سے مجرد ہے۔

یاد رہے کہ سیر کی ویسے تو چار اقسام ہیں جنہیں سیور اربعہ کہا جاتا ہے مگر یہ سیر پانچ مرتبوں پر مشتمل ہے اور سالک ان پانچ مراتب کی تجلیات سے مشرف ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ تجلی افعال ۲۔ تجلی اسماء ۳۔ تجلی صفات

۴۔ تجلی شیونات ۵۔ تجلی اعتبارات

اور آخر میں تجلی ذات سے شاد کام ہوتا ہے چونکہ ملحقہ ذات ہے اس لئے اسے مراتب سیر میں شامل نہیں کیا جاتا۔

لفظ ”اللہ“ میں حروف تعریف کے اجتماع کی حکمت

”اللہ“ کا مبارک لفظ الف اور لام سے، جو منجملہ آلات (حروف) تعریف کے ہے اور لفظ ”ہ“ سے کہ وہ بھی منجملہ معرفوں ہی کے ہے، مرکب ہے، اور یہ مجموعہ (یعنی ا، ل اور ہ مل کر) ذات واجب الوجود عز سلطانہ کا علم (یعنی ذاتی نام) ہے۔ لہذا اس اسم مبارک میں تین قسم کے معرفہ بنادینے والے اسباب جمع ہو گئے ہیں۔ باوجودیکہ ان میں سے ہر سبب اسماء کو معرفہ بنانے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ان تین اسباب کے جمع ہو جانے میں، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس اسم اعظم کا مسمیٰ (جس کا یہ نام ہے) جل شانہ اپنی کمال بزرگی، درجہ کی بلندی، اور مرتبہ کی بڑائی کی وجہ سے کسی طریقے پر بھی معرفہ (جانا پہچانا) نہیں ہو سکتا۔

اور کسی طرح پر بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر اسے معرفہ بنایا جاسکتا تو ایک آلہ تعریف (معرفہ بنانے کا ذریعہ) ہی اس کے لئے کافی ہو جاتا۔ کیونکہ مسبب کو موجود کرنے میں کثرت اسباب کا کوئی دخل نہیں ہوا کرتا۔ بلاشبہ وہ تو کسی ایک سبب کے پائے جانے ہی سے موجود ہو جاتا ہے۔ پس جب مسبب ان اسباب میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے سے موجود نہیں ہو سکا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ ان دونوں (اسم اور مسمیٰ) کے درمیان میں سمیت کا تعلق ہی نہیں ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ کے حق میں اسباب تعریف کا سبب ہونا ہی باقی نہ رہا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان میں معروف اور معلوم ہونے کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس بارگاہ قدس تک کسی عالم کا علم نہیں پہنچ سکتا اور اسے معرفہ بنانے میں کوئی معرفہ ساز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہذا حق تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں بزرگ تر ہے کہ اس کا ادراک کیا جائے اور اس سے کہیں عظیم تر ہے کہ اسے پہچانا جاسکے اور اس سے کہیں بلند تر ہے کہ اسے جانا جاسکے۔

اس وضاحت سے سمجھ میں آیا ہو گا کہ یہ اسم مبارک (اللہ) جل شانہ،

دوسرے اسماء سے الگ ہی ہے اور باقی تمام اسماء کیلئے جو احکام ہوتے ہیں یہ ان احکام میں شریک نہیں ہے۔ پس لامحالہ اسی امتیاز اور یکتائی کی وجہ سے یہ اسم حق تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ قدس کے لائق ہے۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ جب یہ اسم مبارک اپنے مسمیٰ پر دلالت ہی نہیں کرتا تو یہ نام رکھنے کا فائدہ ہی کیا ہوا؟۔

اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ نام کیلئے اس لفظ کو مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جس ذات کا اس کے ساتھ نام رکھا گیا ہے، یہ اسم اسے اپنے ماسوا سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔ تاہم ایسا نہیں ہے کہ اس کے ذریعے سے اس ذات کا علم ہو سکے جس کا وہ نام ہے۔ لہذا اس مبارک اسم اور دوسرے اسماء کے درمیان ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ وہ اسماء اپنے مسمیات پر دلالت کرتے ہیں اور وہ مسمیات (ان ناموں کے ذریعے سے) معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ علم (شخصی نام) انہیں اپنے ماسوا سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اور اس اسم مقدس میں مسمیٰ کا علم تو نہیں پایا جاتا۔ لیکن وہ اپنے مسمیٰ کو تمام ماسوئی سے ممتاز اور الگ کر دیتا ہے۔ یعنی علم مسمیٰ تو ناپید ہے مگر امتیاز از جمیع ماسوا موجود ہے۔ (معارف لدنیہ معرفت ا)

معرفہ پر حروف تعریف لگانے کی وجہ

الف و لام کے داخل ہونے سے اسم نکرہ اسم معرفہ بن جاتا ہے، کیونکہ اس آلہء تعریف (یعنی حرف تعریف) سے وہ معرفہ ہو جاتا ہے۔ اور اس اسم مقدس میں الف و لام خود معرفہ پر آیا ہے، اور وہ معرفہ ”ہ“ یعنی ضمیر غائب ہے۔ جیسا کہ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام صرف ”ہ“ ہے جو غیب ہویت پر دلالت کرتا ہے اور الف و لام تعریف کے لئے آیا ہے۔

گویا اس حرف تعریف کو لانے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مشار الیہ کے تعین میں صرف ضمیر کے ذریعے سے معرفہ ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک دوسرا آلہ تعریف (حرف تعریف) بھی درکار ہے۔ جو الف اور لام ہے اور لام پر تشدید تعریف میں مبالغہ کے لئے لائی گئی ہے اور جب یہ حرف تعریف باوجود اس مبالغہ کے بھی کافی نہ ہوا اور جس کو معرفہ بنانا تھا اس کا تعین حاصل نہ ہو سکا۔ تو لامحالہ اس پورے مجموعے کو تعریف علمی میں لے گئے۔ (یعنی اس تمام مجموعے کو ذات حق کا نام اور علم قرار زدیا) کہ شاید وہاں جا کر وہ تعین پیدا کر سکے۔ مگر یہاں بھی کوئی ایسا تعین جو ذات حق کے معلوم ہونے کا باعث بن سکے، حاصل نہ ہو سکا۔ زیادہ سے زیادہ بس یہ ہو سکا کہ ماسوائے ایک طرح کا امتیاز حاصل ہو گیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے سوائے معرفت سے عاجز ہونے کے اپنی طرف کوئی راہ نہیں بنائی۔ (معارف لدنیہ معرفت ۲)

علم کے دو حروف تعریف سے مرکب ہونے کی وجہ

اس مقدس علم (ذاتی نام) کا دو قسم کے حروف تعریف سے مرکب ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کمال عظمت والا اور عقول و افہام کے ادراک سے بالاتر ہونے کی وجہ سے مسمی (جس کا وہ نام ہے) کے تعین میں صرف علیت (ذاتی نام ہونا) ہی کافی نہیں ہے۔ لہذا تعریف مذکور کیلئے متعدد اسباب کی ضرورت ہوئی۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ بالکل معلوم نہ ہو سکا اور قطعاً نہ پہچانا جاسکا۔ (معارف لدنیہ معرفت ۳)

حروف تعریف کی کثرت کی وجہ

اگرچہ معرفہ کے وجود میں آلات تعریف (حروف تعریف) کی کثرت کو کوئی خل نہیں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور صرف ایک آلہ تعریف (حرف

تعریف) بھی کافی ہوتا ہے۔ لیکن آلات تعریف کو کثرت کے ساتھ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کا مسمی مبہم و نامعلوم ہے اور وہ ”سبحانہ و تعالیٰ“ ادراک سے بہت بعید و بالاتر ہے۔

سیر فی اللہ سے مراد اسم میں سیر ہے سالک دوران سلوک اسم سے مراد محض اسم نہ سمجھے بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرتبہ وجوب میں سیر کر رہا ہوں اور یہ مرتبہ وجوب مجتمع اسماء و صفات ہے اس لئے سالک کو محض اسم میں سیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اسماء و صفات میں بھی سیر سمجھنا چاہئے تاکہ ورود تجلیات کے دوران اسے تجلیات کی شناخت میں سہولت رہے کہ یہ افعال کی تجلیات ہیں، یہ اسماء کی تجلیات ہیں یہ صفات کی تجلیات ہیں سبحان اللہ! راہ سلوک کے ان اسرار و دقائق کو کھول کھول کر بیان کرنا حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا ہی خاصہ ہے۔ (معارف لدنیہ معرفت ۴)

اگر کوئی سالک غلطی کی بنا پر ابتداء میں ہی سیر فی اللہ کے دوران اسماء و صفات سے مجرد ”محض ذات“ مراد لے تو یہ سیر فی اللہ سیر الی اللہ میں داخل ہو جاتی ہے سیر فی اللہ بالکل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ نہایت النہایت کے نقطہ میں سیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اس نقطہ تک رسائی کے بعد سالک کو بغیر کسی توقف کے جہان کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اس رجوع کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں یعنی عروج کے بعد نزول کا مرتبہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معرفت جو میں بیان کر رہا ہوں یہ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو بارگاہ قدس تک وصال کے شرف سے مشرف ہیں نیز اس مقام نہایت النہایت تک اولیائے کرام کو رسائی تو ممکن ہے لیکن اس کی بابت لب کشائی سے میں ہی مشرف ہوا ہوں۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (الشوریٰ ۱۳) سے عیاں ہے۔ والحمد للہ علی ذالک

منہا -

درسیر کمالات ولایت اقدام متفاوت اند - جمعے باشند کمالات ولایت کی سیر میں پیش قدمی متفاوت ہوتی ہے بہت سے (سالکین) کہ استعداد حصول یک درجہ از درجات ولایت دارند - ایسے ہوتے ہیں جن میں درجات ولایت میں سے ایک درجہ کے حصول کی استعداد وبعضے دیگر استعداد دو درجہ دارند - وطائفہ را استعداد سہ ہوتی ہے بعض دوسرے دو درجے کی استعداد رکھتے ہیں اور ایک طائفہ تین درجہ است - وگروہیہ راقابلیت چہار درجہ - واحادیہ درجوں کی استعداد رکھتا ہے اور ایک گروہ چار درجہ کی قابلیت رکھتا ہے اور خال باشند کہ مستعد پنج درجہ باشند -

خال ایسے بھی ہوتے ہیں جو پانچ درجوں کی استعداد رکھتے ہیں -

۱۔ کمالات ولایت کے درجات خمسہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کمالات ولایت کے درجات خمسہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اولیائے کرام کو کمالات ولایت میں سیر نصیب ہوتی ہے تو ان کی باطنی استعدادات کے مختلف ہونے کی بنا پر ان کے درجات متفاوت ہوتے ہیں - کمالات ولایت میں سے پہلا درجہ تجلی افعال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے دوسرا

وہم الاقلون۔ حصول درجہ اولیٰ ازین درجات پنجگانہ وابستہ

اور وہ بہت ہی کم ہوتے ہیں ان پانچ درجات میں سے پہلے درجہ کا حصول

بتجلی افعال است ودرجہ ثانی منوط بتجلی صفات۔ ودرجات

تجلی افعال سے وابستہ ہے اور دوسرا درجہ تجلی صفات سے متعلق ہے اور آخری تین

ثالثہ، اخیرہ، مربوط بتجلیات ذاتیہ علی تفاوت درجاتہا۔

درجوں کا تعلق مختلف درجات کے لحاظ سے تجلیات ذاتیہ کے ساتھ ہے۔

درجہ تجلی صفات کے ساتھ وابستہ ہے اور آخری تینوں درجے تفاوت درجات کی بنا پر
تجلیات ذاتیہ کے ساتھ متعلق ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اپنے زیر تربیت سالکین کے باطنی
مقامات اور روحانی درجات کا تجزیہ فرمایا ہے۔

۲۔ تجلی کا معنی و مفہوم

تجلی کا معنی چمکنا، منکشف ہونا، ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا کے آتے ہیں اصطلاح
صوفیاء میں کسی شے کا دوسرے مرتبے میں ظاہر ہونے کا نام تجلی ہے جیسے زید کی صورت
کا آئینے میں ظاہر ہونا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک تجلی کا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
ات، صفات اور اسماء و افعال کسی شان یا رنگ، کیفیت یا حالت میں اظہار، تجلی کہلاتا
ہے اسے ظہور، سریان یا مظہر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

تجلی کی تعریف

حضرت سید شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کتاب التعریفات ص ۱۱۷ میں

اکثر سے ازیارانِ ایں درویش، مناسبت بدرجہء ثالثہ دارند از
 اس درویش کے اکثر احباب درجات مذکورہ میں سے تیسرے درجہ کے ساتھ مناسبت
 درجات مذکورہ - وقلیلان مناسبت بدرجہ رابعہ، واقلان
 رکھتے ہیں۔ تھوڑے احباب چوتھے درجہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور بہت ہی کم
 مناسبت بدرجہء خامسہ کہ نہایت درجات ولایت است
 پانچویں درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں جو درجات ولایت میں آخری درجہ ہے
 تجلی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

التَّجَلَّى مَا يَنْكَشِفُ لِلْقُلُوبِ مِنْ أَنْوَارِ الْغُيُوبِ یعنی غیبی انوار کے دلوں پر
 منکشف ہونے کا نام تجلی ہے۔

حضرت امام ربانی کی نظر میں تجلی کا مفہوم

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تجلی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے تحریر
 فرماتے ہیں کہ کسی شئی کے دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبے میں (جہاں تک اللہ
 تعالیٰ چاہے) ظاہر ہونے کو تجلی کہتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۲۱)
 تجلی کو لباسِ تعین سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

تجلی کے لئے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ
 (الرحمن ۲۹) میں یہی اشارہ ہے۔

حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے شان
 الہی رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اسے حال کہا جاتا ہے اور وہ ہر آن ایک نئی
 تجلی میں ہوتا ہے۔

ہر لحظہ جمالِ خود . نوعِ دگر آرائی
شورِ دگر انگیزی شوقِ دگر افزائی (جامی)

(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۱۱ جلد اول)

حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا

حق تعالیٰ مختلف درجات اور مختلف ظہورات میں تجلی فرماتا ہے جب وہ افعال کے ذریعے تجلی فرماتا ہے تو اسے تجلی فعلی کہا جاتا ہے۔

..... ۰ جب وہ اسماء و صفات کے ذریعے متجلی ہو تو اسے اسمائی یا صفاتی تجلی کہا جاتا ہے۔

..... ۰ جب وہ اپنی ذات کا ظہور فرمائے تو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔

..... ۰ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ ارِنِّیْ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی: فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دُكًا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا (الاعراف ۱۴۳)

ترجمہ: پھر جب تجلی فرمائی موسیٰ (علیہ السلام) کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حدیث پاک میں ہے: اَنَا نَبِيٌّ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ (ترمذی ۲/۱۵۶)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔

ورود تجلیات

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں بے انتہاء ہیں لہذا تجلیات بھی لا تعداد ہیں ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق جدا گانہ تجلیات ہوتی ہیں جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ ہوتی ہے وہ پھر دوبارہ اس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں ہوتی کیونکہ تجلیات میں تکرار نہیں ہر دم، ہر لحظہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں تجلی فرماتا رہتا ہے كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ جس طرح اس کی ذات لامتناہی ہے اسی طرح اس کی تجلیات بھی حد و حصر سے باہر ہیں۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجھ لائے دگر
طالب دیدار تو ہر لمحہ موسائے دگر
چونکہ لامتناہی تجلیات کا احاطہ و حصر قطعاً ناممکن ہے اس لئے اس منہا میں سے
حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بیان فرمودہ اقسام تجلیات کی قدرے تفصیلات
ہدیہ قارئین ہیں۔

تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربویہ میں سے کسی صفت کے
ساتھ متجلی پاتا ہے اس مشاہدے میں سالک سے حول و قوت اور فعل و ارادہ سلب ہو
جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جاری و متصرف دیکھتا ہے۔
جب صوفی پر اس تجلی کا فیضان ہوتا ہے تو بمطابق حدیث اس کی حالت و
کیفیت یہ ہوتی ہے:

لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ
سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا
وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (صحیح بخاری)

یعنی میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا
محبوب بنا لیتا ہوں پس جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا
ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن
جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے امہات صفات

آٹھ ہیں ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں
 ۱..... تکوین ۲..... حیات ۳..... علم ۴..... قدرت
 ۵..... ارادہ ۶..... سمع ۷..... بصر ۸..... کلام

تجلی ذاتی

اس تجلی میں سالک فنائے مطلق کے بعد اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے اور محبت ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے اس کے تمام لطائف ماسوی اللہ کو فراموش کر کے مقام کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی رہتا ہے اور اس پر حقیقت اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے تو اس وقت تجلی ذاتی کا نزول ہوتا ہے اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے اسی کو وصل عریانی کہا جاتا ہے یعنی اسماء و صفات کے اعتبارات اور ستر ہزار حجابات (نورانی و ظلمانی) اس مقام میں سالک و عارف کے سامنے حائل نہیں رہتے۔

تجلی ذاتی کی قسمیں

مشائخ طریقت نے تجلی ذاتی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱..... تجلی ذاتی برقی ۲..... تجلی ذاتی دائمی

تجلی ذاتی برقی

اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک تجلی ذاتی، برقی ہوتی ہے یعنی آسمانی بجلی کی طرح تھوڑی دیر کے لئے سالکین کے سامنے سے اسماء و صفات کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد دوبارہ حائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر حضور ذاتی کا اثر کم اور غیبت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔

تجلی ذاتی دائمی

اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک تجلی ذاتی دائمی ہوتی ہے یعنی جب تجلی آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ہمیشہ رہتی ہے سلسلہ نقشبندیہ میں اس کو نسبت حضور وآگہی، حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلاغیۃ اور یادداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (الہیات شرح مکتوبات ۱/۱۱، ۱۲)

واضح رہے کہ تجلی ذاتی دائمی حضرات نقشبندیہ کا خاصہ ہے تاہم دیگر سلاسل طریقت کے اکابر مشائخ بھی اس تجلی سے شاد کام ہوتے ہیں۔

تجلی ذاتی برقی میں ولولہ اور جوش ہوتا ہے حضرات چشتیہ پر جب یہ تجلی ظاہر ہوتی ہے تو انکی آتش عشق شعلہ زن ہوتی ہے جس کا اظہار وجد و رقص، شور و غوغا اور چیخ و پکار کی صورت میں ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ بعض نقشبندی حضرات وجد و رقص، شور و پکار اور ذکر جہر شروع کر دیتے ہیں اس کی وجہ نسبت نقشبندیہ کا دیگر نسبتوں کے ساتھ اختلاط اور التباس ہوتا ہے وہ نقشبندی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری اور چشتی نسبتوں کے حامل بھی ہوتے ہیں اس لئے ان پر کبھی نسبت چشتیہ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور کبھی نسبت قادریہ کا غلبہ ہو جاتا ہے بنا بریں ان کے رنگ اور ڈھنگ بدلتے رہتے ہیں۔

جبکہ خالص نسبت نقشبندیہ میں مکمل طور پر سکون و قرار اور سکوت و اخفاء ہے اس لئے ان کی آتش عشق شعلہ نہیں مارتی بلکہ خاکستر کے نیچے چنگاری کی طرح سلگتی رہتی ہے بجھتی نہیں۔ یہی طریقت نقشبندیہ کا اخفاء اور پوشیدگی ہے۔ بقول شاعر

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی درد دل میں کمی نہیں

جو لگا کے آگ چلے گئے وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں

و کمالیکہ نزدایی درویش معتبر است ماورائے این درجات
 اور کمال اس درویش کے نزدیک معتبر وہ ہے جو ان درجات سے آگے
 است۔ بعد از زمان اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد اس کمال
 اجمعین میں کمال ظہور نیافتہ است کہ فوق کمال جذبہ
 کا ظہور نہیں ہوا۔ یہ (کمال) جذبہ و سلوک کے کمال سے بلند ہے آئندہ
 و سلوک است۔ فردا انشاء اللہ تعالیٰ میں کمال در حضرت
 اس کمال کا ظہور ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ
 مہدی ظہور خواہد یافت و الصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ
 کی ذات اقدس میں ہوگا۔ خیر الانام () پر درود و سلام ہو۔

۳ کمالات ولایت اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں ان معروف پانچ
 درجات ولایت سے بلند تر عروج نصیب ہوا ہے جو سلوک و جذبہ سے بھی فوق تر ہے
 یہ وہ کمال ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کی بدولت
 نصیب ہوتا تھا اور یہ کمال، کمالات نبوت سے منوط اور متعلق ہے جس کا ظہور صحابہ کرام
 کے صدیوں بعد اب ہوا ہے۔ کل قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ان
 کمالات کا مکمل طور پر ظہور ہوگا اور آپ اس نسبت کی تکمیل و تمہیم فرمائیں گے۔

وارث کمالات محمدیہ حضرت الامام المہدی الملوک و رضی اللہ عنہ

آپ خاتونِ جنت سیدہ عالمین حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ذریت میں سے نجیب الطرفین، کریم الابوین سادات میں سے ہونگے آپ کا اسم گرامی محمد ہوگا بعض نے احمد نام کا بھی قول کیا ہے آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی عبد اللہ ہوگا، مدینہ منورہ آپ کی جائے ولادت ہوگا آپ کے بدن اقدس کی رنگت بنو اسماعیل اور جسمانی ساخت بنو اسرائیل جیسی ہوگی آپ کا چہرہ انور روشن ستارے کی مانند تاباں ہوگا، ناک ستواں ہوگی دائیں رخسار پر کالاتل ہوگا طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگا ہر طرف وحشت و بربریت، فتنہ و فساد اور کفر والحادیہ ڈیرے ڈالے ہونگے۔

امت مسلمہ ظلم و ستم کی چکی میں پس رہی ہوگی کوئی بھی ان کا پرسان حال اور دوسری کرنے والا نہ ہوگا۔ کمپرسی کے اس عالم میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سر پہ عمامہ سجائے ہوئے دو بھاری قبائیں زیب تن فرمائے ہوئے مصروف طواف ہونگے کہ اچانک ہاتف غیب سے ندائے گی **هَذَا الْمَهْدِيُّ خَلِيفَةُ اللَّهِ فَاتَّبِعُوهُ** (یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مہدی ہیں انکی اتباع کرو) حاضرین آپ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کریں گے حدیث نبوی میں آپ کے ظہور کی علامات میں سے ایک علامت یہ ظاہر ہوگی کہ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دائیں بائیں آپ کے ہم رکاب ہونگے اس لئے آپ کا مد مقابل خائب و خاسر ہوگا آپ احکام شرعیہ کی تنفیذ، سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰات) کی ترویج، عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور بدعت نامرضیہ کی تخریب پر مامور ہونگے۔ آپ کے ہاتھوں دین اسلام کو فتح و نصرت اور مسلمانوں کو عظمت و شوکت نصیب ہوگی۔ کفار و منافقین اور

یہود و ہنود پر غلبہ اور بالادستی حاصل ہوگی ارشادات نبویہ اور آثار صحابہ میں آپ کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے اس لئے آپ کے ظہور پر ایمان لانا واجب اور آپ کی تکذیب کرنا کفر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: مَنْ كَذَّبَ بِالْمَهْدَى فَقَدْ كَفَرَ یعنی جس نے امام مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔ (الحاوی للفتاویٰ ۲/۸۳)

آپ کے آخری ایام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد میں بروز جمعہ المبارک نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

آپ کے دور خلافت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں بعض نے سات سال کا قول کیا ہے اور بعض نے چالیس سال بتایا ہے ہرگز اُیُسْتَفَادُ عَنْ الْأَخْبَارِ وَالْأَنَارِ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ (مزید تفصیلات کے لئے الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۶ جلد دوم ملاحظہ فرمائیں)

کائنات کے متعلق حضرت امام ربانی اور حضرت ابن عربی کا موقف
کائنات کیا ہے اور کائنات کا ذات کے ساتھ تعلق کیا ہے اس نظریہ کے متعلق حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عربی کا موقف

حضرت ابن العربی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذات اور کائنات میں اتحاد اور عینیت کی نسبت ہے یعنی کائنات عین ذات ہے اور ذات عین کائنات ہے اس کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح سمندر میں موجیں اور لہریں سمندر سے جدا نہیں ہوتیں اسی طرح یہ کائنات اس ذات واجب الوجود کی لہروں اور موجوں کا نند ہے فلہذا یہ کائنات ذات سے جدا نہیں۔

حضرت امام ربانی کا موقف

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ کائنات اور ذات کے درمیان خالقیت اور مخلوقیت کی نسبت کے علاوہ کوئی نسبت نہیں نہ اتحاد ہے نہ عینیت بلکہ خدا تعالیٰ سبحانہ وراء الورا، ثم وراء الورا ہے

ع چہ نسبت خاک را بعالم پاک

آپ کائنات اور ذات کے درمیان عینیت کی نفی قرآن مجید کی آیت کریمہ سے کرتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (العنکبوت ۶) یعنی اللہ تعالیٰ کائنات سے بے نیاز ہے جبکہ کائنات اس کی نیاز مند اور محتاج ہے لہذا غنی و بے نیاز اور محتاج میں کوئی نسبت نہیں۔

ایسے ہی کائنات میں عیوب و نقائص و زوال و عجز و انکسار ہیں جبکہ خدا تعالیٰ زوال و انکسار اور جملہ نقائص سے پاک ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے: سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ (الصّٰفّٰت ۱۸۰) یعنی اگر کائنات کو عین ذات کہا جائے تو کائنات کی تمام کمزوریاں اور نقص ذات میں ماننا پڑیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس قسم کی سب باتوں سے بلند اور پاک ہے: وَتَعَالَى اللّٰهُ عَنِ ذَالِكَ عَلُوًّا كَبِيْرًا حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ذات کی اشیاء کائنات سے عدم مماثلت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات و صفات مخلوقات کی ذات و صفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ لہذا حق سبحانہ ”مثل“ سے یعنی مماثل موافق سے بھی منزہ و پاک ہے اور ”ند“ یعنی مماثل مخالف سے بھی حق تعالیٰ شانہ کے معبود ہونے، صانع ہونے اور واجب ہونے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (الشوریٰ ۱۱) اس کی مثل کی طرح بھی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے (حق سبحانہ و تعالیٰ نے بلغ ترین انداز پر اپنی ذات سے مماثلت کی نفی فرمادی ہے کیونکہ اس آیت میں اپنے مثل مثل (یعنی مثل جیسی چیز) کی نفی فرمائی گئی ہے، حالانکہ مقصود اپنے مثل کی نفی کرنا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کے مثل کا بھی مثل نہیں ہو سکتا تو اس کا مثل تو بطریق اولیٰ نہیں ہوگا لہذا کنایہ اصل مثل کی نفی ہو گئی کیونکہ یہ کنایہ صریح کے مقابلے میں بلغ ترین ہے جیسا کہ علمائے بیان نے اس کو ثابت کیا ہے اور اس کے متصل ہی وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ فرمایا ہے جس سے مقصود صفاتی مماثلت کی بھی نفی کر دینا ہے جیسا کہ پہلے حصے (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) سے مماثلت ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ حق سبحانہ ہی سمیع اور بصیر ہے کسی دوسرے کو سمع اور بصر حاصل نہیں ہے یہی حال باقی صفات یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ اور کلام وغیرہ کا ہے۔ پس مخلوقات میں صفات کی صورت پائی جاتی ہے۔ ان کی حقیقت نہیں پائی جاتی ہے۔ (معارف لدنیہ معرفت ۲۱)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کائنات تجلیات اسماء و صفات کے ظلال کا ظہور ہے کیونکہ مخلوق میں براہ راست اللہ تعالیٰ کی تجلی برداشت کرنے کی ہمت ہی نہیں۔ تجلی ظلال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر دوں کے پیچھے سے تجلی فرماتا ہے جیسا کہ آیت قرآنی وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ..... الخ (الشوریٰ ۵۱)

میں ورائے حجاب آیا ہے صوفیائے کرام کے نزدیک حجاب کو ظلال کہا جاتا ہے۔

مِنْهَا - ۸

واصلان نہایۃ النہایۃ را، در وقت رجوع قہقری، نزول باسفلِ نہایت النہایت (آخری سے آخری مقام) کے واصلین کو رجوع قہقری (اٹنے پاؤں غایات ست۔ و مصداق وصول نہایۃ النہایۃ‘ ہمیں نزول غایۃ واپس لوٹنا) کے وقت سب سے نچلے درجہ میں نزول نصیب ہوتا ہے اور آخری درجہ تک الغایۃ است۔ و چون نزول باین خصوصیت واقع می شود وصول کا حاصل اس وقت صحیح ہوتا ہے جب انتہائی نچلے درجہ تک نزول ہو۔ اور جب اس صاحب رجوع بکلیۃ خود متوجہ عالم اسباب می گردد۔ خصوصیت کے ساتھ نزول واقع ہو تو صاحب رجوع ہمہ تن عالم اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

۱۔ سالک کا نزول

جن سالکین کو دوران سلوک کمالات ولایت کے آخری درجہ تک جس قدر رسائی میسر ہوتی ہے رجوع کے وقت اسی قدر نزول نصیب ہوتا ہے۔ عروج کے انتہائی درجہ کو نہایت النہایت اور نزول کے انتہائی درجہ کو غایت الغایت کہا جاتا ہے جو سالک عروج میں جتنا کامل ہوگا نزول میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا یعنی جس عارف کا عروج کامل ہوتا ہے اس کا نزول بھی کامل ہوتا ہے اور جس صوفی کا عروج ناقص اور ناقص ہوتا ہے اس کا نزول بھی ناقص اور ناقص ہوتا ہے یعنی نہ وہ عروج میں درجہ کمال تک رسائی حاصل کر پاتا ہے اور نہ ہی نزول میں اسے کمال نصیب ہوتا ہے۔

نہ آنکہ بعض او متوجہ جناب حق ست سبحانہ ، و
یہ نہیں ہوتا کہ اس (صاحب نزول) کا کچھ حصہ بارگاہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور
بعض دیگر متوجہ خلق ، کہ اس علامت عدم وصول
کچھ دوسرا حصہ مخلوق کی طرف متوجہ رہے ۲۔ کیونکہ یہ نہایت نہایت تک واصل
است بنہایۃ النہایۃ ، وعدم نزول ست بغایۃ الغایۃ ۔
نہ ہونے کی علامت ہے نیز نچلے سے نچلے مقام تک نزول نہیں ہوا۔

۲۔ توجہ الی الطرفین

جن عارفوں کو بارگاہ قدس جل سلطانہ تک پورا پورا وصل نصیب ہو جاتا ہے
رجوع کے وقت واپسی پر وہ عالم اسباب کی طرف کلیۃً متوجہ ہوتے ہیں اور جو سالک
عالم خلق کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوں بلکہ ان کی کچھ توجہ عالم بالا کی طرف ہو اور کچھ
توجہ عالم اسباب کی طرف ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے عروجی منازل میں نہ
تو نہایت نہایت تک وصال میسر ہوا ہے اور نہ ہی نزولی مراتب میں غایت الغایت
تک نزول نصیب ہوا ہے یعنی یہ اس کے ناقص اور عدم وصول کی علامت ہے۔
سابقہ کلام کا ماحصل یہ ہے کہ وہ عارف جس کا عروج و نزول کامل ہو اس کے
لطائف کو حالت نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص قسم کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور
ادائے نماز کے بعد وہ کلیۃً مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہی واصل نہایت اور
نازل غایت کی علامت ہے۔

غایۃ ما فی الباب، در وقت ادائے نماز کہ معراج مومن اس کے متعلق اصل بات یہ ہے کہ ادائے نماز کے دوران جو کہ مومن کی معراج ہے ست، لطائف صاحب رجوع را توجہ خاص بجناب قدس صاحب رجوع کے لطائف بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ جل سلطانہ می افتد، و تا ادائے نماز می ایستد، بعد از فراغ جب تک ادائے نماز میں مشغول رہتا ہے نماز سے فراغت کے بعد پھر نماز باز بکلیۃ متوجہ خلق می گردد۔ لیکن در وقت ادائے مکمل طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن فرائض اور سنتوں کو ادا فرائض و سنن لطائف ستہ متوجہ جناب قدس می گردند، کرتے وقت چھ لطائف ستہ بارگاہ قدس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۳۔ لطائف ستہ

جب سالک، واصل، کامل فرائض اور سنتیں ادا کرتا ہے تو اس کے چھ کے چھ لطائف حریم قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، ہر، خفی اور اخفی) اور لطیفہ قلمیہ ہیں جنہیں لطائف ستہ کہا جاتا ہے۔ ادائے نوافل کے دوران سارے لطائف حق تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ لطائف ستہ میں سے جو لطیف ترین لطیفہ ہے وہ حریم قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے بقیہ لطائف ادھر ہی رہتے ہیں۔ اولیائے کرام کی باطنی استعداد اور روحانی قابلیت کی بنا پر ان کے لطائف کی لطافت متفاوت اور مختلف ہوتی ہے: کمالا یسحفی علی

ودروقتِ ادائے نوافل، الطف ایں لطائف متوجہ اند فقط۔
 اور نوافل ادا کرتے وقت صرف وہی لطیفہ متوجہ ہوتا جو ان لطائف میں سب سے لطیف
 حدیث لَیْ مَعَ اللّٰهِ وَفَتْ تَوَانَدُ بُوَد کہ اشارت بایں وقت
 ہوتا ہے ممکن ہے کہ حدیث (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک خاص وقت ہوتا ہے) میں اسی
 خاص باشد، کہ مخصوص بہ نماز است، وقرینہ بر تعین
 خاص وقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہو جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس اشارہ کے
 ایں اشارت حدیث قُرْءَةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ تَوَانَدُ بُوَد
 تعین کا قرینہ حدیث (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) میں ہو سکتا ہے۔

۲ حدیث لی مع اللہ کا مفہوم

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس قول، کہ حضور نبی اکرم ﷺ
 مبعوث من اللہ ہونے کی بنا پر مخلوق کی طرف کلیتہ متوجہ رہتے ہیں اور حدیث لَیْ مَعَ
 اللّٰہ (دفتر اول مکتوب ۹۹) (جس میں رسول اکرم ﷺ ایک وقت خاص میں حق تعالیٰ
 کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) کے درمیان تحقیقی و کشفی والہامی تطبیق بیان فرمائی ہے اور وہ
 یہ ہے کہ حدیث لَیْ مَعَ اللّٰہ میں حضور انور ﷺ کا متوجہ بِالْخَالِقِ ہونا دوران نماز
 ہے اور یہ ایک وقت خاص ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے وقت خاص میں متوجہ الی الحق
 ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہونے پر قرینہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات قُرْءَةُ عَيْنِي
 فِي الصَّلَاةِ ہے جو مومن کیلئے معراج ہے۔ (وللہ الحمد)

نیز حضور اکرم ﷺ کا حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اَرْحَنِیْ یَا بِلَالُ
 (دفتر اول حصہ دوم مکتوب ۲۲۹) کہہ کر اذان دلوانے سے مفہوم و معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم

وعلاوہ ایس قرینہ ، کشف صحیح است والہام صریح -
 اس قرینہ کے علاوہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اس بارے میں مجھے ہوا ہے یہ معرفت
 ایس معرفت از معارف مخصوصہ ایس درویش است -
 اس درویش کے مخصوص معارف میں سے ہے ۵۔ مشائخ نے اس کمال کو جمع بین التوجہین
 مشائخ این کمال را در جمع بین التوجہین دانستہ اند -
 (دونوں توجہوں کو جمع کرنے) میں جانا ہے معاملہ اللہ سبحانہ کے سپرد ہے اور سلامتی ہو اس
 وَالْأَمْرُ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْعَزَمَ مُتَابِعَةَ
 پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور حضرت (محمد) مصطفیٰ ﷺ کی متابعت کو اپنے اوپر
 الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ آمَنُهَا وَآكَمَلُهَا
 لازم کرے آپ پر اور آپ کی آل (اطہار) پر پورے اور کامل ترین درود و سلام ہوں۔
 دوران نماز اس وقت خاص میں متوجہ الی الحق ہونے اور لقائے یار کے
 لئے کس قدر بے تاب ہوتے ہو گئے۔

۵۔ تطبیق

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ
 ہماری بیان کردہ تطبیق محض علمی و تحقیقی ہی ہیں نہیں بلکہ کشف صحیح کے ذریعے دکھایا اور
 الہام صریح کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ اس مطابقت میں کسی قسم کا ابہام اور غلطی کا امکان
 نہیں اور یہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔ (والحمد للہ علی ذالک)
 یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا کشف والہام عین شریعت مطہرہ

کے مطابق ہوتا ہے اگر کسی صوفی کا کشف خلاف شرع ہو تو ایسے کشف کو رد کر دینا چاہئے
البتہ اس صوفی کا ادب و احترام ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ واللہ الموفق
آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے درمیان
تطبیق دے کر انہیں الہام صریح اور کشف صحیح سے موید کرنا حضرت امام ربانی قدس سرہ
العزیز کے خصوصی معارف میں سے ہے۔

دیگر مشائخ عظام جمع بین التوجہین کو کمال سمجھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک بظاہر
مخلوق کی طرف متوجہ ہونا اور باطن خالق کی طرف متوجہ ہونا کمال ہے جبکہ حضرت امام
ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک جو عارف واصل اور کامل ہوں وہ صرف حالت نماز
میں ہی متوجہ الی الحق ہوتے ہیں علاوہ ازیں وہ مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے کلی طور پر
مخلوق کی طرف ہی متوجہ رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

منہا - ۹

مشائخ فرمودہ اند کہ مشاہدہ اہل اللہ بعد از وصول
 مشائخ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا مشاہدہ ۱۔ مرتبہ ولایت پر پہنچ کر اپنے
 بمرتبہ ولایت درانفس ست - مشاہدہ آفاقی کہ در
 اندر ہی ہوتا ہے آفاقی مشاہدہ جو سیر الی اللہ کے دوران اثنائے راہ
 سیر الی اللہ در اثنائے راہ میسر شدہ بود معتبر نیست -
 میں میسر ہوتا ہے وہ معتبر نہیں۔ اور جو کچھ اس
 و آنچه برای درویش منکشف گردانیدہ اند،

درویش پر منکشف ہوا ہے۔

۱۔ اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مشاہدہ آفاق و انفس کا بیان
 فرما رہے ہیں۔ تصوف و طریقت کی یہ اصطلاحات آیت قرآنی مَسْرُوبُهُمْ اِيَّاَنَا فِي
 الْاَفَاقِ وَلَيْ اَنْفُسِهِمْ (حم السجدہ ۵۳) (یعنی ہم انہیں آفاق و انفس میں اپنی
 نشانیاں دکھائیں گے) سے ثابت ہے۔
 یہاں مشاہدہ، مشاہدہ آفاق اور مشاہدہ انفس کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سا لک پر اس طرح غالب اور قوی
 ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ

آن ست کہ مشاہدہ در انفس نیز در رنگ مشاہدہ در آفاق معتبر وہ یہ ہے کہ مشاہدۂ انفس ، مشاہدہ آفاقی کی طرح معتبر نہیں ۔

نہیں۔ آن مشاہدہ نہ مشاہدۂ حقیقت حق است سبحانہ اس لئے کہ وہ مشاہدہ حقیقت حق سبحانہ کا مشاہدہ نہیں ہے ۔

غسل الملائکہ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ (ﷺ) يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ (صحیح مسلم ۲/۳۵۵)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

وجوب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے کبھی صفات بدون تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات و مقدمات بعنوان جزئیت نظر آتی ہیں۔

قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو مشہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفات مجردہ مشہود ہوتی ہیں ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم

دوسری قسم کو مشہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفات قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے علیٰ ہذا القیاس تمام صفات ، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں، سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم

او تعالیٰ بے چون و بے چگونه است۔ در آئینہ چون گنجائش
 کیونکہ وہ (حق) تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے چون کے آئینہ میں گنجائش
 ندارد، چہ آئینہ آفاق و چہ آئینہ انفس۔ اوسبحانہ نہ داخل
 نہیں ہے خواہ وہ آفاق کا آئینہ یا انفس کا آئینہ ہو۔ وہ (حق) سبحانہ نہ عالم کے
 عالم است نہ خارج،

اندر ہے اور نہ اس سے باہر ہے۔

(شہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (المیقات شرح مکتوبات مکتوب ۱۱۳/۱۴۳۳)

مشاہدہ انفس

مشائخ طریقت کے نزدیک سیر انفسی کے دوران ولایت صغریٰ (ولایت
 ظلیہ) تک رسائی کے حصول کے بعد سالک کا اپنے اندر انوار و تجلیات دیکھنا۔ مشاہدہ
 انفس کہلاتا ہے لہذا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے کسی شاعر نے اس مفہوم
 کو یوں بیان کیا ہے

یہ کیسے پردے پڑ گئے ہیں چشم خلق پر

چاروں طرف تلاش اور یار گھر میں ہے

لطف میں ذکر کرنا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ہی ڈھونڈنا ہے اسی کو مشاہدہ

انفس کی سیر کہا جاتا ہے۔

مشاہدہ آفاق

اثنائے راہ سیر الی اللہ کے دوران عروجی منازل میں سالک کا اشیائے

کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں حق تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور انوار و تجلیات

نہ متصل است بعالم ، ونہ منفصل از عالم ، شہود و
 نہ عالم سے متصل ہے نہ عالم سے جدا ہے حق تعالیٰ کا شہود اور رویت
 رؤیہ او تعالیٰ نیز نہ در عالم ست و نہ در خارج عالم ،
 بھی نہ عالم میں ہے نہ عالم سے خارج میں ہے۔

دیکھنا مشاہدہ آفاقی کہلاتا ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا شجر میں انوار دیکھنا مشاہدہ آفاقی کی
 مثال ہے ایسے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سورج ، چاند اور ستاروں میں
 تجلیات دیکھنا مشاہدہ آفاقی ہے۔

یاد رہے کہ اس مقام پر صوفی عشق مجازی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور توحید و جودِ عود
 کرتی ہے یہاں شیخ کامل مکمل کی باطنی رہنمائی کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو سالک کو
 توجہات کے ذریعے تصرف فرما کر اگلے مقام تک پہنچا دے۔ ورنہ اس مقام پر کئی سالوں
 کے سفینے ڈوب جاتے ہیں کہ ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔ العیاذ باللہ سبحانہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار

کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

حضرت امام ربانی کا مشاہدہ کے متعلق مؤقف

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نہ
 مشاہدہ آفاقی معتبر ہے اور نہ ہی مشاہدہ انفسی قابل اعتبار ہے لہذا جس وقت عارف
 کمالات ولایت نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہود انفسی بھی
 ظلال مطلوب میں سے ایک ظل ہے اور مطلوب حقیقی ابھی ماوراء ہے۔

نہ اتصال بعالم دارد و نہ انفصال از عالم، لہذا رویت اخروی (وہ رویت) نہ عالم سے متصل ہے اور نہ عالم سے منفصل ہے لہذا اخروی رویت کو را بلا کیف گفته اند۔ از حیطہ عقل و وہم خارج است۔ (علمائے متکلمین) بلا کیف کہتے ہیں جو عقل اور وہم کے احاطہ سے باہر ہے

یہی معرفت حقیقت اور شریعت کے عین مطابق ہے کیونکہ شہود آفاق و انفس ظلال کے ساتھ مربوط ہے اور آفاق و انفس اصل کے درک و وصل کی لیاقت نہیں رکھتے۔ پس لامحالہ وہ سیر جو سالک کو آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے اس سیر کا تعلق ظلال کی بجائے اصل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو سیر اقر بیت کہا جاتا ہے۔ جس کا مدلول آیت قرآنی ”وَلَسَخُنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (ق ۱۶)“ ہے جہاں مطلوب لباس، وہم و خیال سے منزہ مشہود ہوتا ہے اور یہ مرتبہ وصل عریانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

من شوم عریاں ز تن او از خیال

تا خرامم در نہایات الوصال

اور اسی معرفت کو عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا

جے محبوب پیارا اک دن دتے نال اساڈے

جاناں میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

سیر اقر بیت اور حضرت امام ربانی

اسی معرفت کو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا:

جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ظلیت کے داغ سے داغدار

درد دنیا این سر را بر خواص الخواص منکشف گردانیده اند ہر دنیا میں اس راز کو خواص الخواص پر منکشف کیا گیا ہے اگرچہ یہ رویت نہیں چند رویت نیست کالرویت است این دولت عظمیٰ است لیکن رویت ہی کی طرح ہے یہ وہ دولت عظمیٰ ہے۔

ہے پس لازماً نفی کے لائق ہے تاکہ اصل کاثبات واضح ہو جائے اور جب معاملہ آفاق و انفس سے گذر کر ظلیت کی قید سے خلاصی پالیتا ہے..... تو متبی سالکوں کو جو دائرہ ظل سے نجات پا چکے ہیں تجلی برقی میسر آتی ہے جو مرتبہ اصل سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ساعت کے لئے سالک کو (برق کی طرح) آفاق و انفس سے رہائی دلاتی ہے اور وہ حضرات (نقشبندیہ) جو دائرہ آفاق و انفس سے گذر کر ظل سے اصل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں یہ تجلی برقی ان کے لئے دائمی ہو جاتی ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ونزد حضرت ایشان ماقدسنا اللہ سبحانہ بسرہ یافت
مطلوب بیرون آفاق و انفس است او تعالیٰ را چنانچہ در مرایائے
آفاق گنجائش نیست در مرآت انفس نیز گنجائش نہ“۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب ۷۴)

ترجمہ: ہمارے حضرت ایشان (امام ربانی قدس سرہ) کے نزدیک مطلوب کی یافت آفاق و انفس سے باہر ہے ذات حق تعالیٰ کیلئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں گنجائش نہیں اسی طرح انفس کے آئینوں میں بھی گنجائش نہیں ہے۔

کہ بعد از زمان اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،
جو صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے زمانہ کے بعد کم ہی کوئی اس

کم کسے بایں دولت مستسعد گشتہ است

دولت سے سعادت اندوز ہوا ہے۔

بے چون و بے چگون

بے چون کا معنی ”بے مثل“ اور بے چگون کا معنی بے کیف ہے درحقیقت بے
چون اور بے چگون اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ میں سے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس
سرہ اس کے متعلق رقم طراز ہیں:

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یگانہ ہے اس کی ذات و صفات
مخلوقات کی ذات و صفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت
نہیں رکھتیں۔ لہذا حق سبحانہ (مثل) یعنی مماثل مواقف سے بھی منزہ ہے اور (ند) یعنی
مماثل مخالف سے بھی (معارف لدنیہ معرفت ۱۶) (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو
الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم)

الہست کا موقف

چونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے اس لئے وہ مماثلت اور کیفیت کے
آئینوں سے وراء ہے اس لئے وہ نہ عالم (کائنات) میں داخل ہے اور نہ عالم سے
خارج ہے یعنی اشیائے کائنات کی صورتوں اور شکلوں کے اندر اور باہر ہونے سے
پاک ہے اور یہی الہست و جماعت کا موقف ہے۔

ہرچند این سخن امروز مستبعد می نماید و مقبول اکثرے
گویہ بات آج مستبعد معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ اسے قبول نہیں کرتے۔

نمی گردد۔ اما اظہار نعمت عظمیٰ می نماید۔

لیکن (یہ درویش اس) نعمت عظمیٰ کا اظہار کر دیتا ہے

بعض صوفیا کے سکر یہ اقوال

بعض صوفیا نے جو اس کے برعکس قول کیا ہے اسے غلبہء حال اور سکر وقت
پر محمول کرنا چاہئے جیسا کہ حضرت پیر بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کافی ہے۔

جے میں تینوں اندر آکھاں فیر مقید جاناں

جے میں تینوں باہر آکھاں میرے اندر کون ساناں

میں وی توں تے توں وی توں بلھا کون نماں

مصرع ثانی میں حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آفاق میں
نہیں انفس میں ہے مصرع ثالث ”میں وی توں“ میں اپنا اثبات بھی کر دیا اور ”توں
وی توں“ میں اپنی نفی بھی کر دی حالانکہ انہیں ”میں وی توں“ کی بجائے میں نہیں توں“
کہنا چاہئے تھا۔

تاکہ لا الہ کے مطابق عقیدہ توحید بالکل واضح ہو جاتا لیکن چونکہ یہ انکا عقیدہ
نہیں بلکہ غلبہ سکر کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے اسلئے المسکریٰ
کالمجانین کے مصداق انہیں معذور سمجھنا چاہئے۔

حضرت امام ربانی کا مؤقف

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے عقیدہ توحید کو مزید کھول کر بیان فرمایا کہ

کو تہ اندیشاں قبول کنند یا نہ - و این نسبت باین
 کوتاہ اندیش خواه اسے قبول کریں یا نہ کریں یہ نسبت ان شاء اللہ تعالیٰ آخر زمانے میں
 خصوصیت فردا در حضرت مہدی ظہور خواہد یافت -
 حضرت امام مہدی علیہ السلام میں ظاہر ہوگی - سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی
 انشاء اللہ تعالیٰ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ
 پیروی کی اور اتباع مصطفیٰ (ﷺ) کو لازم جانا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں
 صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلیٰ اطہارہ) الہ و اصحابہ اجمعین
 آپ (ﷺ) پر اور آپ کی آل (اطہار) پر اور تمام اصحاب پر -

حق تعالیٰ اشیائے کائنات کے ساتھ اشتراک و اشتباہ، صیرورت و اتحاد اور انفصال و
 اتصال ہے وراء ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً والحمد للہ کثیراً
 مسئلہ رویت باری تعالیٰ

چونکہ حق تعالیٰ کائنات کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے اس لئے وہ
 مشاہدے اور رویت میں اشیائے کائنات کا محتاج نہیں۔ رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ علم
 کلام کے معرکہ الآراء مسائل میں سے ہے اس مسئلہ میں علمائے متکلمین اہل سنت اور
 معتزلہ کا اختلاف ہے معتزلہ رویت باری تعالیٰ کے انکار و امتناع کے قائل ہیں جبکہ
 متکلمین اہل سنت رویت باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔

شیخ الاسلام دوسی کا رویت باری تعالیٰ کے متعلق موقف

شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمانی محمد الدوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدء الامالی

میں رقمطراز ہیں:

یراہ المومنون بغير کیف
و ادراک و ضرب من مثال
فینسون النعیم اذا راوه
فیا خسران اهل الاعتزال

ترجمہ: یعنی اہل ایمان بلا کیف و ادراک اور بغیر کسی مثال کے اس (حق تعالیٰ سبحانہ) کا دیدار کریں گے۔ جب اس کا دیدار کریں گے تو سب نعمتوں کو بھول جائیں گے ہائے افسوس! معتزلہ کے خسارہ پر۔ بقول شاعر

۔ مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

حضرت امام ربانی کا منکرین رویت کے متعلق اظہارِ تعجب

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رویت (باری تعالیٰ) کی دولت پر ایمان بھی نہیں رکھتے وہ کس طرح اس سعادت کے حصول سے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ انکار کرنے والوں کے نصیب میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور دیدار نہ ہو۔

کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دیدار کی دولت حاصل ہوگی اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت کو دیدار ہوگا اور بعض کو نہ ہوگا..... جانا چاہئے کہ بہشت اور ماسوائے بہشت سب حق تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں۔ کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں اور وہ سبحانہ کسی چیز میں بھی حلول و تمکن کئے ہوئے نہیں لیکن بعض مخلوقات کو حق تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض کو نہیں جس طرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے اور پتھر مٹی یہ

قابلیت نہیں رکھتے۔ پس اس بارگاہِ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔

ایں قائدہ یاد دار آنچہ کہ خداست
نے جزو نہ کل، نہ ظرف نہ مظروف است

ترجمہ

یاد رکھو جس جا وہ خداوند بریں ہے
ظرف مظروف و جز و کل نہیں ہے

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۷)

علمائے اہل سنت کا رویت باری تعالیٰ کے متعلق مؤقف

اس عقیدہ کو ایک مقام پر یوں تحریر کیا گیا ہے ”مومناں خواہند دید حق تعالیٰ را در جنت“ چشم سر بلا تشبیہ و بلا کیف و کیت، ”یعنی مومنوں کو جنت میں سر کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کا دیدار بلا تشبیہ اور بلا کیف و کیت ہوگا۔ (نظام العقائد ص ۳۳)

عقائد نسفی میں ہے۔ فَيُروى لَا فِى مَكَانٍ وَلَا عَلَى جِهَةٍ مِنْ مُقَابَلَةٍ أَوْ اتِّصَالٍ شُعَاعٍ أَوْ ثُبُوتٍ مُسَافَةِ بَيْنَ الْمَرْمِيِّ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى
یعنی حق تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر مکان، جہت مقابلہ، اتصال شعاع اور رائی اور مرمى (اللہ تعالیٰ) کے درمیان ثبوت مسافت کے بغیر
اس مسئلہ کی ایک مقام پر مزید یوں وضاحت فرمائی گئی ہے۔

نخواہد شد میان حق تعالیٰ و خلق مسافت یعنی نہ در غایت از قرب و نہ در نہایت از بُعد و نہ بود مف اتصال و نہ بنعت انفصال و نہ بحلول ش در آمدن در چیزے و اتحاد ش یک شدن م یعنی رویت کے وقت حق تعالیٰ اور خلق کے درمیان فاصلہ نہ ہوگا نہ علیحدگی

درجہ قرب کی صورت میں اور نہ نہایت بُعد کی صورت میں، نہ اتصال کی صورت میں اور نہ انفصال کی صورت میں اور نہ ہی حلول کی صورت میں (یعنی کسی چیز میں داخل ہو جانا) اور نہ اتحاد کی صورت میں (ایک ہو جانا)۔ (نظام العقائد ص ۳۳)

آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ

آخرت میں مومنوں کے لئے خدائے عزوجل کا دیدار ہونا حق ہے یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت و جماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے، جو بہر حال فاسد و غلط ہے۔ نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چون اور بے چگون ہوگی، جو رؤیت (دیدار) اس سے متعلق ہوگی وہ بھی بے چون ہی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا چاہئے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے (کہ وہ کس طرح اور کیونکر ہوگی) قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیاء پر ظاہر فرمایا ہوا ہے۔ (جو کچھ انہیں مشاہدہ ہوتا ہے، وہ) اگرچہ رؤیت (دیدار حق) نہیں ہے۔ لیکن وہ بے رؤیت بھی نہیں ہے۔ (یہ کیفیت ہوتی ہے کہ) گویا کہ تم ذات حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ کل قیامت کے دن (تمام مومن حق سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے۔ لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (الانعام ۱۰۳)) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکیں گی) وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرے وہ لذت جو رؤیت پر مرتب ہوتی ہے ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رؤیت کے لوازم ہیں، وہ سب کے سب مفقود ہوں گے۔

حضرت امام تورپشتی کا دنیا میں رؤیت کے متعلق موقف

آیا حق تعالیٰ کا دیدار عالم دنیا میں کسی کو ہوا یا نہیں اس کے متعلق شیخ الاسلام

شہاب الدین حضرت ابو عبد اللہ فضل اللہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

رویت در دنیا خلاف نیست میان علمائے اسلام کہ رویت در دنیا نخواہد بودن..... الخ (المعتمد فی المعتمد ص ۲۳ مطبوعہ استنبول ترکی)
یعنی رویت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر علمائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی اس پر انہوں نے دو احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے۔

حدیث اول

حدیث دجال میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت، دجال لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں حالانکہ کوئی شخص بھی دنیا کی زندگی میں خدا کو نہیں دیکھ سکتا البتہ موت کے بعد اس کا دیدار ہوگا جیسا کہ **وَإِنَّهُ لَن يَرَىٰ أَحَدًا رَبَّهُ حَتَّىٰ يَمُوتَ** سے ظاہر ہے۔

حدیث دوم

دوسری حدیث میں ہے جسے اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول خدا ﷺ سے روایت کرتی ہیں **وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللَّهِ** یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات سے پہلے موت کا ذائقہ چکھنا ہوگا۔

حضرت موسیٰ اور رویت باری تعالیٰ

یاد رہے کہ ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رَبِّ اَرِنِي کہہ کر رویت کا مطالبہ کرنا اس لئے ہو کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو اللہ تعالیٰ کے کلام کی لذت و حلاوت میں اس قدر محو اور مستغرق ہو گئے ہوں کہ جس کے کلام میں اس قدر

لذت وچاشنی ہے اس کے دیدار کا کیا عالم ہوگا فلہذا انہوں نے رب تعالیٰ سے دیدار کا مطالبہ کر دیا اور پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور بُٹھ اِیْک کہہ کر توبہ و رجوع کیا۔ انکا اپنے مطالبہ سے توبہ فرمانا اس امر کی طرف مشیر ہے کہ حق تعالیٰ کا دیدار اس دنیا میں موت سے قبل نہیں ہو سکتا۔

اس کی تائید حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے کتاب الشفاء بحر یف حقوق المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں تحریر فرمایا ہے اردو ترجمہ ملاحظہ ہو

”حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول بُٹھ اِیْک کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے اس سوال سے جو میرے لئے مقدر نہیں فرمایا گیا تھا تیری جانب رجوع کیا۔ حضرت ابو بکر ہزلی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد باری تعالیٰ لَنْ تَرَانِیْ کی تفسیر میں کہا ہے کہ دنیا میں کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ وہ میری جانب دیکھ سکے اور جو میری طرف دیکھے گا وہ مر جائے گا۔

میں نے دیکھا ہے کہ بعض سلف صالحین اور علماء متاخرین نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ رویت باری تعالیٰ دنیا میں اس لئے ممتنع ہے کہ اہل دنیا کی ترکیب اور قوائے جسمانی ضعیف ہیں آفات اور فنا سے اس کے عوارض تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں اس لئے ان کے اندر رویت کی طاقت ہی نہیں ہے جب آخرت میں انہیں دوسری ترکیب سے مرکب فرمایا جائے گا قوتِ ثابتہ باقیہ مرحمت فرمائی جائے گی آنکھوں اور دلوں کو پورا نور عطا فرمایا جائے گا تو اس وقت رویت باری تعالیٰ کی قوت سے مشرف ہو جائیں گے۔

اسی سے ملتا جلتا مفہوم میں نے حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے دیکھا ہے انہوں نے فرمایا ہے۔

کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اس لئے نہیں دیکھا جاسکتا کہ وہ باقی ہے اور باقی کو فانی چیز نہیں دیکھ سکتی جب آخرت میں باقی رہنے والی آنکھیں مرحمت فرمادی جائیں گی تو ان باقی آنکھوں سے اس ذات باقی کو دیکھا جائے گا۔ (کتاب الشفاء مترجم جلد اول ص ۳۰۱)۔

حضرت امام ربانی کا دنیا میں رویت کے متعلق موقف

حضرت امام ربانی قدس سرہ اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

دنیا میں رویت (باری تعالیٰ) واقع نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو کوئی اس دنیا میں رویت کے واقع ہونے کا قائل ہو وہ جھوٹا اور مفتری ہے اس نے حق تعالیٰ کے غیر کو حق جانا ہے اگر اس دنیا میں یہ دولت میسر ہو سکتی تو حضرت کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام و التسلیمات دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھے اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع بھی اس دنیا میں نہیں ہوا بلکہ بہشت میں تشریف لے گئے تو وہاں رویت سے مشرف ہوئے جو کہ عالم آخرت سے ہے۔

لہذا دنیا میں رویت نہیں ہوئی بلکہ جب دنیا میں دنیا سے نکل کر آخرت کے ساتھ ملحق ہو گئے تو (حق تعالیٰ کے) دیدار سے مشرف ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۷)

اقسام رویت

علمائے متکلمین اہلسنت نے آخرت میں رویت خداوندی کی دو قسمیں بیان

فرمائی ہیں

۲..... رویت خاصہ

۱..... رویت عامہ

رُؤِیت عامہ

یہ ہے کہ روز قیامت محشر میں سب کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا گو اس کی کیفیات مختلف ہونگی چنانچہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْحَشْرِ سَوْفَ تَجَلَّى لِلْكَافِرِينَ وَالْمُسْلِمِينَ الْعَصَا بِصِفَةِ الْجَلَالِ وَالْقَهْرِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ بِصِفَةِ اللَّطْفِ وَالْجَلَالِ

یعنی قیامت کے روز محشر میں اللہ تعالیٰ کفار اور گناہگار مسلمانوں کے لئے جلال اور قہر والی صفت کے ساتھ اور نیکو کار مؤمنوں کیلئے لطف و جلال کی صفت کے ساتھ تجلی فرمائے گا۔ (الاسلام والايمان ص ۲۰)

اس مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

ورنہ	در	وقت	حساب	و	داد	گاہ
ہر	کسے	بیند	چہ	مومن	چہ	تباہ
مومنش	بیند	باوصاف	کمال			
کافرش	بیند	باوصاف	جلال			

رُؤِیت خاصہ

مؤمنوں کیلئے یہ ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ (القيامة ۲۲)

جبکہ کفار اس دیدار خاص سے محروم رہیں گے جیسا کہ کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (المطففين ۱۵) سے عیاں ہے۔

یونہی جب الہ ایمان اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اور عشاق لذت دیدار سے لطف اندوز ہو رہے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف

سے تحیت کے ہدیے اور سلام کے تحفے پیش کئے جائیں گے جیسا کہ آیت کریمہ ہے
 تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ (الاحزاب ۴۴)

حسن می گفت کہ شامے نہ پذیرد محرم
 عشق می گفت تب و تاب دواے دارم
 اہل جنت کے لئے بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ الہی ہے اس لئے
 جب وہ دیدارِ خدا سے بہرہ ور ہونگے تو جنت کی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے کسی
 عاشق نے کیا خوب کہا

ہر کس بہ بہشت آرزوئے دارد
 عاشق بجز ازیں دیدار نہ دارد
 یعنی جنت میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوگی مگر عاشق کی آرزو سوائے دیدار
 کے اور کچھ نہ ہوگی۔

معراج اور رویت باری تعالیٰ

حضور اکرم ﷺ کو شبِ معراج حق تعالیٰ کا دیدار ہوا یا نہیں ہوا اس کے متعلق
 طبقہ اولیٰ میں ہی اختلاف پیدا ہو گیا تھا اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے سنا کہ حق تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا حضرت عبداللہ بن
 عباس اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا موقف ہے کہ آپ شرف دیدار
 سے مشرف ہوئے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: زَاى رَبِّىْ عَزَّوَجَلَّ
 بَقْلِبِهِ وَلَمْ يَرَهُ بَعِيْنِهِ یعنی آپ ﷺ کو رویتِ قلبی نصیب ہوئی ہے رویتِ عینی میسر
 نہیں ہوئی۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَأَيْتُ رَبِّي بِقَلْبِي وَمَا رَأَيْتُ بِعَيْنِي یعنی میں نے اپنے رب کو قلب سے دیکھا ہے آنکھ سے نہیں دیکھا۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ بِعَيْنِهِ یعنی حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو چشم سر دیکھا ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَاكَ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَ مُوسَى مَرَّتَيْنِ وَرَأَى مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ (نور الابصار بر حاشیہ عقائد توریتی ص ۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا ہے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے شرف ہمکلامی حاصل کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حق تعالیٰ کی رؤیت سے دوسرے شرف ہوئے۔

خواجہ محمد پارسا اور رؤیت باری تعالیٰ

عمدة الابدال قدوة الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ العزیز اپنی تصنیف لطیف ”تحقیقات“ میں رقمطراز ہیں کہ علامۃ المسلمین جس قدر آخرت میں حق تعالیٰ کا دیدار کریں گے اولیائے کرام یہاں (دنیا میں) اسی قدر شرف دیدار سے مشرف ہیں اولیائے کرام آخرت میں جس قدر دیدار کریں گے انبیائے عظام (علیہم السلام) اس دنیا میں یہاں اسی قدر شرف رؤیت سے بہرہ ور ہیں انبیائے عظام آخرت میں جس قدر روز قیامت رؤیت باری تعالیٰ سے لطف اندوز ہوں گے سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اتنا ہی اس دنیا میں دیدار خدا سے بہرہ یاب ہیں۔ فلہذا انبیائے گذشتہ اور ہمارے نبی مکرم ﷺ رؤیت اخروی میں برابر نہیں ہوں گے لَا يُشَارِكُ فِيهِ غَيْرُهُ اِنْ كُنَّا سَامِعِينَ كَوْنِي شَرِيكَ نَحْنُ

جسے جتنی حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اس کے موافق دیدار میسر ہوگا۔

(عقائد تورہ و عیسیٰ ص ۳۵، ۳۶)

یاد رہے کہ دنیا میں چشمِ قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کی رؤیت اور عدم رؤیت کے متعلق صوفیائے کرام کے دو موقف ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ اپنی تصنیف لطیف عوارف المعارف میں چشمِ قلب کے ساتھ رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مَوْضِعُ الْمُشَاهَدَةِ بَصَرُ الْقَلْبِ یعنی محلِ مشاہدہ قلب کی آنکھ ہے۔ جبکہ امام الاصفیاء حضرت شیخ ابواسحاق کلابادی قدس سرہ اپنی تصنیف مفید ”العرف“ میں عدم رؤیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

وَاجْمَعُوا عَلَى أَنَّهُ تَعَالَى لَا يُرَى فِي الدُّنْيَا بِالْأَبْصَارِ وَلَا بِالْقُلُوبِ
إِلَّا مِنْ جِهَةِ الْإِيقَانِ یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کو دنیا میں نہ آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی قلوب سے سوائے حجتِ ايقان کے۔

چھتریت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک راجح قول صاحبِ عرف کا ہی ہے چنانچہ آپ اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

اس فقیر کے نزدیک صاحبِ عرف کا قول عقار و پسندیدہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ قلوب کو اس دنیا میں اس حضرت جلِ سلطانہ کی رؤیت کیلئے سوائے یقین کے اور کچھ نصیب نہیں ہے جس کو آپ رؤیت کہہ لیں یا مشاہدہ اور جب قلب کو (اس دنیا میں) رؤیت حاصل نہیں ہوئی تو آنکھوں کو کیا حاصل ہوگی کیونکہ وہ (آنکھیں) اس دنیا میں اس معاملہ (مشاہدہ حق) میں بیکار و معطل ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۹۰)

کیفیاتِ رؤیت

حضرت ابن عربی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی رؤیت داخل عالم بھی ممکن ہے اور خارج عالم بھی ممکن ہے کیونکہ کائنات خود ذات (حق تعالیٰ) ہے یعنی کائنات کی ان شکلوں اور صورتوں میں وہ (اللہ تعالیٰ) خود متجلی ہے اس لئے شبِ معراج جو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہوا وہ دیدار کسی صورت میں ہی ہوا تھا بروز قیامت حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا وہ بھی کسی صورت میں ہی ہوگا کیونکہ بے صورتی میں دیدار ممکن ہی نہیں خدا جانے وہ صورت کیسی ہوگی چونکہ یقینی علم نہیں کہ وہ کس صورت میں جلوہ گر ہو غالباً اسی لئے زری زربخت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی ”اے اللہ! اگر تو نے کسی صورت میں ہی دیدار کرانا ہے تو پھر (حضرت) بابا فرید (رحمۃ اللہ علیہ) ہی کی صورت میں آ جانا“ ایسے ہی ایک روایت ہم نے کسی وحدۃ الوجودی بزرگ سے سنی تھی کہ کسی مقام پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السبحانی نے بھی یہ دعا کی تھی ”اے خدا یا! اگر تو نے روز قیامت صورت میں ہی جلوہ گر ہونا ہے تو پھر حضرت باقی باللہ (قدس سرہ) کی صورت میں آ جانا“۔

کنج مغل پورہ لاہور میں ایک بزرگ رہتے تھے جن کا اسم گرامی حضرت شیخ ابوالحق سید امانت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا جو رومی عصر کے لقب سے مشہور اور بہت بڑے وحدۃ الوجودی صوفی تھے ہم نے ان کی مجالس میں کافی وقت گزارا ہے آج تک ہم نے ان جیسا وحدۃ الوجود کے رنگ میں رنگا ہوا اور محقق صوفی نہیں دیکھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ ”تم وحدۃ الشہودی حضرات کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ صورتوں اور شکلوں سے وراء ہے پتہ تو چلے گا قیامت کے دن جب وہ کسی صورت میں دیدار کرائے گا تو تم بے صورتی تلاش کرتے رہنا ہم صورت میں اس کا دیدار کر لیں گے۔ تو جب وہ آئے گا ہی صورت میں تو جو حضرات بے صورتی کے طالب ہیں انہیں تو رؤیت ہوگی ہی نہیں

اور اسکی صورت کے قائلین کو زیارت ہو جائے گی، اس وقت ہم بھی دہنی طور پر بڑے پریشان رہتے تھے کہ انہوں نے بڑی زبردست گرفت کی ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی تحقیقات کو پڑھا اور سمجھا تو عقدہ حل ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ربانی کی تحقیق تک پہنچنا صوفیاء کے لئے بھی مشکل ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی منزہ، بے عیب اور بے کیف ذات کو صورتوں اور کیفیتوں میں کھینچ کر لانے کے بجائے یوں کیوں نہیں کہتے کہ بندوں کی بشری کدورتیں اتار کر ان کے جسموں کو نور بنا کر دیدار کرایا جائے گا لیکن دیدار پھر بھی بے کیف ہی ہوگا تو خدا تعالیٰ پر تغیر و تبدل کے احکام جاری کرنے کی بجائے بندوں پر ہی تغیر و تبدل کے احکام لاگو کرنے چاہئیں جو پہلے ہی تغیر پذیر ہیں تو متغیر شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ سبحانہ کا دیدار کیونکر ہو سکتا ہے۔

اب اس مقام پر صوفیائے مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ شب معراج حضور اکرم ﷺ کو سر کی آنکھوں سے خدا کا دیدار نہیں ہوا تھا کیونکہ سر کی آنکھوں سے دیدار کیف والا ہوتا ہے اور جہت میں ہوتا ہے بلکہ حضور انور ﷺ کا جسم اقدس اصلی ہیئت میں نہیں رہا تھا بلکہ سراپا نورانی آنکھ بن گیا تھا۔ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دیدار کیا۔

خدا جانے اس کی کیفیت کیا تھی۔ ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ روز قیامت کچھ دیر کے لئے ہمیں عالم حدوث سے کھینچ کر عالم وجوب کے قریب لے جا کر ایسی قوت بصارت عطا کر دی جائے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کا بے کیف دیدار کریں اور پھر دوبارہ صورت انسانی میں واپس لوٹا دیا جائے اس لئے کیفیتوں، جہتوں، شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ کے دیدار کا قول درست نہیں۔

حضرت امام ربانی کے قول کی توضیح

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا یہ قول کہ مجھے حضرت خواجہ باقی باللہ

قدس سرہ کی شکل میں دیدار کرایا جائے اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت امام ربانی کا یہ قول ہے ہی نہیں اگر یہ قول ثابت ہو بھی جائے تو یہ آپ کا سگری کلام ہے جس کا تعلق وحدت الوجود کے ابتدائی مرتبہ سے ہے اس لئے اس کو منسوخ سمجھنا چاہئے اس کا نسخہ زیر نظر منھا اور دیگر ارشادات ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ وحدت الوجود تو حید کا تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہے۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے زَايَتْ رَبِّي لِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَابِلٍ تَاوِيلٍ ہے حقیقی معنی نہیں لیا جائے گا بلکہ مرادی معنی لیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کو بڑے اعلیٰ طریقہ سے مشاہدہ کیا ہے۔

حدیث رؤیت کی مختلف جہات

ایسے ہی حدیث مبارک ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا ”کیا آپ نے خدا کا دیدار کیا ہے“ تو آپ نے ارشاد فرمایا هُوَ نُورٌ اَنِي اَرَاهُ یہ حدیث تین طرح سے محدثین کرام نے پڑھی ہے۔

۱..... هُوَ نُورٌ اَنِي اَرَاهُ یعنی وہ نور ہے میں نے دیکھا ہے اسے

۲..... هُوَ نُورٌ اَنِي اَرَاهُ یعنی وہ نورانی ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

۳..... هُوَ نُورٌ اَنِي اَرَاهُ یعنی وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

تو دو معنی ثابت ہو گئے ایک رؤیت کا اور ایک عدم رؤیت کا۔

اگر رؤیت ثابت ہے تو وہ رؤیت قلبی ہے رؤیت عینی نہیں یا پھر یہ حدیث مؤول ہے جیسا کہ بعض صوفیائے کرام نے اس کی تاویل بیان فرمائی کہ شب معراج حضور اکرم ﷺ نے کَالْعَيْنِ ہو کر خدا کا دیدار کیا ہے کیونکہ خدا ایک جہت میں ہو تو سر کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور جب وہ بے جہت ہے تو دیکھنے والا بھی بے جہت ہونا چاہئے۔

رؤیت قلبی

یونہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے لَا أَعْبُدُ رَبَّائِلَمْ
 آوَاهُ یعنی میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسے میں نے نہیں دیکھا۔
 حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق قول مشہور ہے کہ انہوں ننانوے مرتبہ
 خدا کو دیکھا۔

ان سب اقوال سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے انوار و تجلیات کے
 ظلال کا مشاہدہ ہے جسے رؤیت قلبی کہا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رؤیت عقل و ادراک کے احاطہ سے باہر ہے بلکہ
 باہر سے بھی باہر ہے اسے نہ اندر کہہ سکتے ہیں نہ باہر کہہ سکتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مجہول
 الہوت ہے جس کی تعریف کرنے کا ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس طرح کریں خود حضور
 اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی لَا أُحْصِي نِشَاءَ عَلَيْكَ
 كَمَا اثْنَيْتَ لِنَفْسِكَ یعنی اے خدا یا میں تیری تعریف نہیں کر سکتا جس طرح تو اپنی
 تعریف کر سکتا ہے حضور اکرم ﷺ خود اعتراف عجز فرما رہے ہیں مادشا کس شمار میں۔

بعض جاہل شعراء بے جا مبالغہ آرائی اور لاف زنی سے کام لیتے ہیں جو علامۃ
 المسلمین کے لئے گمراہی اور بے دینی کا باعث ہوتے ہیں ان کے گمراہ کن نظریات اور
 کلام سے احتراز کرنا چاہئے۔

بعض صوفیاء کے اقوال سکریہ

ایسے ہی بعض صوفیاء نے حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو حق تعالیٰ کے
 مرتبوں میں سے وجوب کا مرتبہ قرار دے دیا حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد
 فرماتے ہیں کہ ان صوفیائے کرام کو کشف میں غلطی ہو گئی حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا

الصلوات وجوب کا مرتبہ نہیں بلکہ مخلوق کا پہلا مرتبہ ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہ ان صوفیائے کرام کا بیان عقیدہ نہیں بلکہ بیان حال ہے جو غلبہء سکر کی بنا پر انکی زبان سے نکل گیا اس لئے ہم احتراماً ان کے اس قسم کے اقوال کی تاویل کریں گے انہیں برا نہیں کہیں گے لیکن خود اس قسم کے اقوال پر عمل بھی نہیں کریں گے۔

حضرت امام ربانی کا رویت کے متعلق موقف

چونکہ رویت اخروی بے کیف ہے اس لئے فہم اور وہم سے وراء ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے منہا ۲۰ میں رقمطراز ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

ہم ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتے جو مشہود کے احاطہ میں آجائے۔ جو دیکھا جاسکے جو معلوم ہو جائے اور وہم و خیال میں سما جائے کیونکہ مشہود مرئی، معلوم، موہوم اور متخیل، مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے، عالم، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی مانند مصنوع اور مخلوق ہے۔

ع آن لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبیم

ترجمہ: میں اس لقمے کا طالب ہوں جو منہ میں نہیں سما سکتا۔

سیر و سلوک کا مقصد ہی تجابات کو چاک کرنا ہے خواہ وہ پردے و جوبی ہوں یا امکانی تاکہ وصل عریانی میسر آئے یہ نہیں کہ مطلوب کو اپنی قید میں لائیں اور اپنا شکار بنالیں۔

عقا شکار کس نشود دام باز چیں کا بنجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے

لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

رویت کا رویت

اگرچہ حق تعالیٰ کے دیدار پر رؤیت کا اطلاق آتا ہے مگر وہ حقیقی رؤیت نہیں بلکہ کارؤیت ہے یعنی رؤیت کی مانند کوئی بے کیف حقیقت ہوگی جسے نہ سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی لفظوں میں بیان کیا جاسکتا اس مسئلہ کی حقیقت کم ہی کسی کو سمجھ آئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہی اس حقیقت کو سمجھیں گے۔

رؤیت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ رؤیت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے اور اس دولت قصویٰ اور سعادت عظمیٰ سے کم لوگ ہی بہرہ اندوز ہوئے ہیں گو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس سعادت کے حصول کا دعویٰ نہیں فرمایا مگر ہم کہتے ہیں کہ کسی نادر و نایاب چیز کے متعلق وہی کلام کر سکتا ہے جسے اس سے حظ وافر نصیب ہوا ہو اور یہ بھی دکھایا، سمجھایا اور بتلایا ہے کہ کم ہی لوگ اس دولت عظمیٰ سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ نیز یہ مسئلہ (رؤیت باری تعالیٰ کا) علمی و تحقیقی طور پر ہی معلوم نہیں ہوا بلکہ بذریعہ کشف اس کی حقیقت آشکارا کی گئی ہے مزید برآں اس امر پر بھی آگاہی بخشی گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر یہ دولت عظمیٰ کھل کر آشکار ہوگی اس لئے ان حقائق کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس نعمت سے ضرور سرفراز ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک

۵..... یہ ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے افراط و تفریط سے پاک مثنیٰ برانصاف عقائد و نظریات جو کتاب و سنت کی روشنی میں علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے عین موافق ہیں جن سے دل اور دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک

مِنْهَا - ۱۰

چوں طالبِے پیش شیخِے بیاید ، باید کہ شیخ اورا اول
جب کوئی طالب کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو تو شیخ کو چاہئے کہ پہلے اسے
استخارہ فرماید ۔ ازسہ استخارہ تاہفت استخارہ تکرار نماید
استخارہ کا حکم فرمائے تین سے لے کر سات مرتبہ استخارہ کی تکرار کروائے۔

۱۔ جب کوئی طریقت کا طالب یا اللہ تعالیٰ کا طالب کسی شیخ کامل کی خدمت میں
حاضر ہو کر حلقہء بیعت میں شمولیت کا ارادہ ظاہر کرے تو شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے
اسے استخارہ کرنے کا حکم ارشاد فرمائے۔

۲۔ استخارہ کی شرعی حیثیت

استخارہ کا لغوی معنی ”طلب خیر“ ہے یعنی کسی کام کی اچھائی یا برائی کے متعلق
اللہ تعالیٰ سے مشورہ طلب کرنا استخارہ کہلاتا ہے۔

حدیث پاک میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا
الصلوات ہے۔

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ اسْتِخَارَةُ إِلَى اللَّهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْكُهَا
(مسندک للحاکم)

یعنی ابنِ آدم کی سعادت اس میں ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے استخارہ (طلب خیر)
کرتا رہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ استخارہ ترک کر دے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

رات کو سونے سے پہلے یا کسی بھی وقت دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ کافرون دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص (یا جو کچھ یاد ہو) پڑھے، نفل ادا کرنے کے بعد مجمعی سے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (یہاں اس کام کا نام لے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اَجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَ یَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (یہاں بھی اس کام کا خیال کرے یا نام لے) شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اَجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِیْ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ (صحیح بخاری ۱/۱۵۵)

اس کے بعد پاک بستر پر خالی الذہن ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے با وضو سو جائے۔ جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی بہتر ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا مشورہ سمجھے۔ اگر ایک رات یا دن میں کچھ پتہ نہ چلے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات رات یا دن تک کرتا رہے ان شاء اللہ کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

استخارہ کے بعد نیند کرنا ضروری نہیں۔ نیز خواب میں کسی چیز کا نظر آنا یا کسی آواز کا سننا بھی شرط نہیں اگر ایسا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں۔

استخارہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اپنے دل کی طرف دھیان کرنا چاہیے اگر دل میں کوئی پختہ ارادہ جم جائے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے

کی بابت از خود رجحان بدل جائے اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اور طبیعت کے غالب رجحان پر عمل کرنا چاہئے۔

جن برے اعمال و افعال سے شریعت مطہرہ نے روکا ہے ان کے لئے استخارہ کرنا گناہ ہے

بعض بزرگ لوگوں کو استخارہ کا طریقہ یوں بتاتے ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھ کر سو جانا خواب میں خود بخود پتہ چل جائے گا۔ یا فلاں فلاں سورتیں پڑھنا کوئی غیبی آدمی حقیقت حال سے آگاہ کر جائے گا یہ استخارہ مباح کے درجے تک جائز تو ہو سکتا ہے مگر استخارہ مسنونہ نہیں۔

بعض لوگوں کی قوتِ دُرّ اکہ اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ وہ کیفیات و واردات اور مکشوفات کے درمیان امتیاز کرنا تو رہا درکنار وہ کیفیات کو محسوس ہی نہیں کر سکتے بعض لوگ قوتِ ارادی کی کمزوری کی وجہ سے خود فیصلہ نہیں کر سکتے۔ یہ سب کچھ ان کی غفلت، بے توجہی اور مزاج کی کثافت کی علامت ہے اس قسم کے بے ڈھنگے مزاج اور کثیف طبع افراد کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ استخارہ کی کوئی حقیقت نہیں یہ سب دھوکا ہے، ہم نے بڑے وظیفے پڑھے اور استخارے کئے ہیں ہمیں تو کچھ پتہ نہیں چلا معاذ اللہ! دراصل اس قسم کی ثقیل گفتگو بھی ان کے کثیف مزاج اور کور ذوق ہونے کی علامت ہے۔ بقول اقبال مرحوم

ع گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے

اگر رجحانِ طبع کا بھی علم نہ ہو سکے نہ کوئی آواز آئے نہ کوئی خواب آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ استخارہ ہو گیا ہے مطلع کر دیا گیا ہے کہ تمہاری مرضی ہے یہ کام کر لو پھر بھی ٹھیک ہے نہ کرو پھر بھی ٹھیک ہے دونوں طرف خیر ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص شرفِ بیعت کیلئے حاضر ہو تو اسے استخارہ کا مشورہ کیوں دیا

جاتا ہے؟ حالانکہ لَا اسْتِخَارَةَ فِي الْخَيْرِ کے مصداق بیعت بذات خود امر خیر ہے۔
جواب: مشائخ طریقت کا طالبوں کو استخارہ کا حکم یا مشورہ دینے کی چند وجوہات
 ہوتی ہیں۔

0..... استخارہ سنت ہے اس لئے اس کا مشورہ دیا جاتا ہے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے جو
 باعث برکت ہے۔

0..... مشائخ عظام عجز و انکسار کی بنا پر یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میں تو اس قابل نہیں
 مجھ سے کوئی اچھا شیخ تلاش کر لو جو تمہیں اصل حق کر دے۔

0..... استخارہ کا مشورہ اس لئے بھی مشائخ دے دیتے ہیں تاکہ طالب کو کسی قسم کا پچھتاوا
 نہ رہے اور بعد میں وہ کف افسوس نہ ملتا رہے تاکہ دوران استخارہ معاملہ بالکل واضح
 ہو جائے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ میرا فیض انہیں (شیخ) کے پاس ہے۔

0..... لوگوں کے عقیدے کمزور اور ہمتیں ماند پڑ گئی ہیں اس قسم کے لوگ کل بھی تھے
 اور آج بھی ہیں۔ ایک دن کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو دوسرے دن کسی دوسرے
 شیخ کو جبہ و دستار میں ملبوس دیکھا سفید ریش اور چہرے کی رنگت سفید اور سرخ دیکھی
 ارد گرد مریدین کا ہجوم دیکھا تو سوچنے لگ گئے کہ میں تو ویسے ہی ان کے پاس پھنس
 گیا ہوں مجھے تو یہاں بیعت ہونا چاہئے تھا اس لئے مشائخ کرام اس قسم کے
 متذبذب لوگوں کو استخارہ کا مشورہ دے کر ٹال دیتے ہیں۔

0..... بعض لوگ کبھی کسی شیخ سے کوئی وظیفہ پوچھتے ہیں کبھی کسی دوسرے شیخ سے ورد
 پوچھتے ہیں اس لئے مشائخ عظام اپنا وقت اور ہمت اس قسم کے لوگوں پر ضائع نہیں
 کرتے بایں وجہ انکو آزمانے کی خاطر استخارہ کا مشورہ دے دیتے ہیں تاکہ اگر وہ
 متذبذب مرید ہو تو آئے گا ہی نہیں۔

0..... بارہا یہ بات تجربے میں آئی کہ جب کسی کو کہا جائے کہ کل آنا ہم تجھے داخل

بیعت کر لیں گے تو وہ آتا ہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یقین لے کر نہیں آیا تھا اس لئے بزرگان دین استخارہ کا مشورہ دیتے ہیں۔

..... 0 بارہا سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے کالمین کے مرید ناقص پیروں کے ہاتھ پر بیعت ہو جاتے ہیں جب اس کی وجہ دریافت کی جائے تو الزام دھر دیتے ہیں کہ ہمیں وہاں کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ حالانکہ انہیں کیا علم کہ فیض کس چیز کا نام ہے اور ولایت کسے کہتے ہیں یوں یہ لوگ سلاسل طریقت کو بدنام کرتے اور ان کی توہین کا باعث بنتے ہیں اس قسم کے مرید قابل مذمت ہوتے ہیں اس لئے مشائخ انکو چند دن کی مہلت دیتے ہیں تاکہ اگر بدلنا ہے تو بدل جائے اسی بنا پر انہیں استخارہ کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

سوال: موجودہ دور کے مشائخ طالبوں کو استخارہ کا مشورہ نہیں دیتے فوراً بیعت کر لیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دور حاضر کے مشائخ کا طالبوں کو استخارہ کا حکم نہ دینے کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

..... 0 اس کی بنیادی وجہ زمانے کا تغیر اور حالات حاضرہ کی تبدیلی ہے۔
 0 گمراہ اور بے دین لوگ درویشی کا لبادہ اوڑھ کر مند مشیخیت پر براجمان ہو گئے ہیں اور بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے عوام کا لالچاں بیچارے حقیقت حال سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے مشائخ کرام طالبوں کو استخارے کا حکم نہیں دیتے بیعت میں لے لیتے ہیں۔

..... 0 استخارہ کے لئے مہلت دینے میں ممکن ہے کہ طالب زیادہ متذبذب ہو جائے۔
 0 دور حاضر فتنہ و فساد اور الحاد و بدعتیہ کی کا دور ہے ممکن ہے طالب کسی بدعتیہ گندم نما جو فروش پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے گمراہ کن عقائد کو قبول کر لے اس

لئے متاخرین مشائخ عظام اس کا ایمان بچانے کیلئے اسے فوراً بیعت کر لیتے ہیں تاکہ اس کا عقیدہ و ایمان محفوظ ہو جائے اور وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔
 ۰..... یاد رہے کہ بایں ہمہ پھر بھی استخارہ کرانے کی گنجائش موجود ہوتی ہے کیونکہ شیخ کو ظاہری اطلاعات و معلومات کے مطابق اطلاع ہوتی ہے یا باطنی طور پر مطلع کر دیا جاتا ہے کہ یہ متذبذب شخص ہے

۰..... ظاہری صورت حال سے علم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جلب منفعت اور دنیوی مقاصد کیلئے بیعت ہونا چاہتا ہے اس کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے بااثر شخصیت ہونے کی وجہ سے مشکل وقت پر سفارش کروالیں گے شیخ کے ذریعے مالی زبوں حالی کا مداوا ہو جایا کرے گا۔ شیخ باعزت شخصیت اور اچھی شہرت کے حامل ہیں ان کے قرب کی وجہ سے عزت ملے گی۔ بے روزگاری کے ایام میں شیخ کے لنگر خانہ سے دو وقت کا کھانا مل جایا کرے گا۔ کارخانہ اور کاروبار کی خیر و برکت اور حفاظت و وسعت کے لئے دم درود، وظیفہ اور تعویذات لے لیں گے۔ یوں ۹۵ فیصد لوگ محض دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے بیعت ہوتے ہیں باقی ۵ فیصد میں سے بمشکل ۲ فیصد لوگ محض طلب خدا کیلئے بیعت ہوتے ہیں ان کے قلوب میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت موجزن ہوتی ہے اور وہ اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اس شیخ کے ذریعے ہمیں خدا و رسول ﷺ کا قرب نصیب ہو جائے بس اور کچھ نہیں چاہئے۔

بعد از استخارہا اگر تذبذب در طالب پیدانہ شد، شروع
اگر استخاروں کے بعد طالب میں کسی قسم کا تذبذب پیدانہ ہو اس کی (تربیت)
در کار اونماید۔

کا کام شروع کر دے۔

۳ طالبوں کی اقسام

تین فیصد لوگ رسمی مرید ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نہ خدا کی طلب ہوتی
ہے اور نہ کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر ہوتا ہے وہ محض اس لئے بیعت کرتے ہیں۔ کہ اگر
کسی نے پوچھا تو ہم جواباً کہیں گے کہ ہم بھی فلاں سلسلہ میں بیعت ہیں اس قسم کے
لوگ محض بزرگوں کا طریقہ سمجھ کر بیعت ہوتے ہیں غالباً یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ بیعت
کے بعد نہ تقویٰ اختیار کرتے ہیں نہ محنتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اور نہ ہی عملی طور پر
اس کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مریدین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ خرافاتی مرید ۲۔ رسمی مرید ۳۔ حقیقی مرید

ہمارے تجزیے کے مطابق ۹۵ فیصد خرافاتی مرید ہوتے ہیں تین فیصد رسمی مرید

ہوتے ہیں اور بمشکل دو فیصد حقیقی مرید ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے داخل بیعت کر کے شامل طریقت کر لیا

جاتا ہے کہ ہماری محافل ذکر و فکر، مجالس عرس و دروس اور وعظ میں آتے رہیں۔ ہماری

صحبت اختیار کر لیں شاید قسمت یاوری کرے تقدیر بدل جائے اخلاص اور للہیت

کا جذبہ پیدا ہو رسم اور اسم سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائیں۔ صدق نیت اور حقیقت

توبہ میسر آ جائے تو اللہ و رسول کا قرب نصیب ہو جائے۔ (اللهم ارزقنا ایہا)

اول اورا بطریق توبہ تعلیم دہد، و دو رکعت نماز توبہ گزاردن
 سب سے پہلے اسے توبہ کے طریقہ کی تعلیم دے گا اور دو رکعت نماز توبہ ادا کرنے
 فرماید، کہ برے حصول توبہ دریں راہ قدم زدن سود مند نیست
 کا حکم دے کیونکہ اس راہ میں حصول توبہ کے بغیر قدم رکھنا فائدہ بخش نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اہل اللہ خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے بھی بیعت کر لیتے ہیں کہ
 ہمارے انکار کی وجہ سے کہیں انکی دل شکنی نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو کہ میرا بندہ
 آیا تھا چلو گناہگار اور بدنیت ہی سہی تم نے انکار کیوں کیا اس لئے مشائخ عظام کبھی اس
 ڈر سے بھی قبول کر لیتے ہیں چلو ہم نے نیکی بتانی ہے بتائے دیتے ہیں۔

۲ توبہ

توبہ کا لغوی معنی ”رجوع کرنا“ ہے۔

شریعت مطہرہ میں مذموم کاموں سے لوٹ کر محمود کاموں کی طرف آجانے کا
 نام توبہ ہے۔

طالبان طریقت کے لئے جس طرح پہلا درجہ طہارت ہے ایسے ہی سالکان راہ
 حقیقت کیلئے پہلا مقام توبہ ہے۔

مشائخ عظام اور علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب
 ہے توبہ کے وجوب پر کتاب و سنت اور اجماع امت کے واضح دلائل موجود ہیں چنانچہ
 ارشاد بانی ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النور ۳۱)

یعنی اے مومنو! اللہ تعالیٰ کے حضور سب توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

اما بايد کہ در حصول توبہ بقدر اجمال اکتفا نمايد -
 ليکن چاہئے کہ اجمالاً حصول توبہ پر اکتفا کرے اور اس کی تفصیل کو آئندہ ایام
 و تفصیل آنرا بمرور ایام حوالہ کند - کہ ہمہ درین اوان
 کے حوالے کر دے کیونکہ آج کے دور میں ہمتیں بہت پست ہو گئی ہیں
 بسیار قاصر اند - اگر اول تکلیف تحصیل تفصیل توبہ
 اگر شروع سے ہی تفصیلی توبہ کے حاصل کرنے کی تکلیف ڈالی گئی لازماً اس کے
 کردہ شود ناچار حصول آن مدتے طلبد -
 حصول کے لئے کافی وقت چاہئے -

بلکہ توبہ سے قبل استغفار حکم ربانی اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات
 سے ثابت ہے جیسا کہ آیت کریمہ **اَسْتَغْفِرُكَ وَارَبُّكُمْ ثُمَّ تَوْبُواْ اِلَيْهِ** (ہود ۵۲)
 (اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو) اور حدیث نبوی
وَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا سَتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً
 (قسم بخدا! میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا اور توبہ
 کرتا ہوں) سے عیاں ہے -

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے جیسا کہ ارشاد
 باری تعالیٰ ہے اور حدیث پاک میں ہے **مِمَّا مِنْ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ شَاہِدٍ**
تَائِبٍ یعنی اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں -

۔ در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبر است
 وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور اکرم ﷺ سے توبہ کی علامت دریافت کی تو ارشاد فرمایا ندامت و پشیمانی ایک مقام پر یوں فرمایا اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ یعنی فعل بد سے پشیمانی توبہ ہے۔

قدوة اہل طریقت، کاشف اسرار حقیقت حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ ایسا فرمان ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں کیونکہ توبہ کی پہلی شرط احکام الہیہ کی مخالفت پر افسوس کرنا ہے دوسری شرط لغزش اور زلت کو فوراً چھوڑ دینا ہے تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے۔ یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو بقیہ دو شرطیں خود بخود اس کے ساتھ آ جاتی ہیں۔

جس طرح توبہ کی تین شرطیں ہیں ایسے ہی ندامت کے تین اسباب ہیں۔

۱..... جب عقوبت کا خوف دل پر چھا جاتا ہے اور افعال بد پر دل میں اندوہ و غم کا پیدا ہونا ہے۔

۲..... جب نعمت کی خواہش قلب پر مستولی ہو جائے اور اس بات کا علم ہو جائے کہ فعل بد اور نافرمانی کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے گا تو اس پر پشیمان ہونا۔

۳..... روز قیامت خدا تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بے نقابی کے تصور سے خائف ہو کر برے افعال پر نادم ہونا۔

ان میں سے پہلے کو تائب دوسرے کو منیب اور تیسرے کو اذاب کہتے ہیں پس توبہ کبیرہ گناہوں سے اعمال صالحہ کو بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رجوع کرنا ہے اور انابت صغیرہ گناہوں سے حق تعالیٰ کی محبت کے باعث رجوع کرنا ہے اور اوبت اپنی ذات کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ریاض الصالحین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر گناہ

کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس کیلئے توبہ کی تین شرطیں ہیں۔

۱..... گناہ سے رک جائے

۲..... گناہ پر شرمندہ ہو

۳..... پھر اس گناہ کے اعادہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے

اگر ان شرائط میں ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی اور اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کی چار شرطیں ہیں۔ تین شرطیں تو وہی مذکورہ بالا ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق ادا کر دے اگر کسی کا مال لیا تھا تو وہ اسے لوٹا دے اور اگر کسی پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اسے حد نافذ کرنے پر قادر کرے یا اس سے معافی مانگ لے اور اگر کسی کی غیبت کی تھی تو اس سے معافی مانگے۔

اہل طریقت نے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

صورت توبہ اور حقیقت توبہ

صورت توبہ یہ ہے کہ فقط زبان سے توبہ توبہ کرتا رہے توبہ کی شرائط کو پورا نہ کرے۔

جبکہ حقیقت توبہ یہ ہے کہ بندہ ممنوعہ افعال کے ارتکاب سے محض اللہ تعالیٰ کے خوف کی بنا پر باز آ جائے حقیقت توبہ کہلاتا ہے۔

اس قسم کی توبہ کو توبۃ النصوح فرمایا گیا ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مَا التَّوْبَةُ النَّصُوحُ یعنی اے جان عالم توبہ نصوح کس کو کہتے ہیں ارشاد فرمایا:

أَنْ يُسَدَّمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِي أَصَابَ فَيَعْتَذِرُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ لَا يَعُودُ إِلَيْهِ كَمَا لَا يَعُودُ اللَّبَنُ إِلَى الضَّرْعِ یعنی جو گناہ بندے سے سرزد ہوا اس پر شرمسار ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت طلب کرے جس طرح دودھ کھیری میں

دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا پھر اس سے یہ گناہ صادر نہ ہو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ وَ کَبِّرُ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں پھر اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز پڑھنے لگا جب نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّ السَّرْعَةَ اللِّسَانِ بِالْاَسْتِغْفَارِ تُوْبَةُ الْكَذٰبِیْنَ وَ تُوْبَتُکَ تَحْتَاجُ اِلَی التَّوْبَةِ یعنی زبان سے تیز تیز توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے یہ ایسی توبہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے اس نے عرض کیا اے امیر المومنین توبہ کیا ہے آپ نے فرمایا جس توبہ میں چھ باتیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہوتی ہے۔

۱..... گزشتہ گناہوں پر ندامت

۲..... فوت شدہ فرائض کی قضا

۳..... غصب شدہ مال کی واپسی

۴..... جس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ہے اس سے طلبِ معذرت

۵..... آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم

۶..... جس طرح پہلے تو نے اپنے نفس کو گناہوں کی مٹھاس چکھائی ہے اسی طرح اسے فرمانبرداری کی تلخی چکھانا۔

جو شخص توبہ کی مذکورہ بالا شرائط اور آداب کو بجالاتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ سے عیاں ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں اجمال و تفصیل کے اعتبار سے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

اجمالی توبہ اور تفصیلی توبہ

اجمالی توبہ یہ ہے کہ بندہ ہر قسم کے کبیرہ و صغیرہ گزشتہ گناہوں سے باز رہنے کا وعدہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے۔

بعض لوگ شیخ کامل مکمل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے باوجود فیض سے محروم رہتے ہیں اسکی چند وجوہات ہیں۔

۱..... ان کی حقیقت توبہ تک رسائی نہیں ہوتی۔

۲..... ان کی طلب صادق نہیں ہوتی۔

۳..... وہ غافل مزاج ہوتے ہیں۔

۴..... حقیقت اخلاص سے یکسر خالی ہوتے ہیں۔

۵..... کم کوش اور دوں ہمت ہوتے ہیں۔

۶..... اپنی طریقت اور مشائخ عظام کے ساتھ والہانہ لگاؤ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی مذکورہ بالا وجوہات، جہالت اور حماقت کی بنا پر شیخ کی خدمت میں بار بار توجہ اور فیض کیلئے عرض بھی کرتا رہے اسے فیض نصیب نہیں ہوتا۔

۰..... جب شیخ مرید کی اپنے ساتھ محبت و وارفتگی دیکھتا ہے۔

۰..... مرید صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔

۰..... اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کرتا ہے۔

۰..... جب شیخ مرید کے اضطراب و التهاب اور پچی تڑپ کو دیکھتا ہے۔

۰..... مرید کی طلب صادق ہوتی ہے۔

۰..... شیخ نگاہ ولایت سے مرید کے حق میں فضل و فتوحات کے دروازے کھلتے ہوئے

دیکھتا ہے۔

۰..... بارگاہ رسالت مآب کی طرف سے اس کے بارے میں شفقت اور نگاہ

عنایت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

..... اللہ و رسول ﷺ کے احکام کو بجالانا اور ان کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے۔

..... مرید کی محنت اور اخلاص کو دیکھتا ہے۔

..... مرید کی ادائے وفا کو دیکھتا ہے۔

تو قدرتی طور پر خود بخود شیخ کے سینے میں فیض جوش مارتا ہے تو شیخ توجہ و دعا سے نواز دیتا ہے بقول شاعر

یہ ہیں اللہ والے یہ دیتے ہیں سب کچھ
مگر ان سے لینے کا چاہیے ڈھب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ
فقیروں کی جھولی میں ہے اب بھی سب کچھ

اگر شیخ دوں ہمت، بے شوق اور طلبِ صادق سے محروم مریدوں کو فیض عطا بھی فرما دے تو اس قسم کے مرید کا فیض چغلی، غیبت، حسد، بغض، عناد، فتنہ و فساد، لقمہء حرام وغیرہا کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔

چونکہ مشائخ نے عطائے فیض میں فیاضی کا حشر دیکھا ہوتا ہے اس لئے وہ بے نیاز رہتے ہیں اور اذنِ الہی کے منتظر رہتے ہیں۔

یاد رہے کہ شیخ طالب کو پہلے اجمالی توبہ کی تلقین کرے یہ صرف آغاز ہے تعلیم توبہ کا۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے دل میں یقین کے درجے تک یہ بات سما جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حضور اکرم ﷺ کی حکم عدولی میرے لئے ہمیشہ کے جہنمی ہونے کی علامت ہے آئندہ میں کوئی گناہ نہیں کروں گا بلکہ جتنے گناہ پہلے ہو چکے ہیں خواہ وہ از قبیل حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد کی قسم سے ہوں انہیں ادا کرے گا محض زبان سے توبہ

ﷺ یہ یاد و نفل پڑھنے سے حقیقت توبہ میسر نہیں آتی۔ واللہ الموفق

تفصیلی توبہ یہ ہے کہ بندہ مومن حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اعتراف عجز کے

ساتھ ادا کرے زندگی میں جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں اس کے حساب سے ادا کرے۔ جتنے روزے کسی عذر کی وجہ سے نہیں رکھ سکا ان کی قضا کرے، جتنے روزے توڑے ہیں ان کا کفارہ ادا کرے۔ غرضیکہ جتنے فرائض اور واجبات رہ گئے ہوں انہیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے صاحب نصاب واستطاعت ہوتے ہوئے جتنی قربانیاں اور صدقات فطرانہ چھوٹے ہیں انہیں ادا کرے۔

صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہیں کی اسے ادا کرے، اگر زمیندار ہے تو شرعی لحاظ سے عشر ادا کرے۔

حقوق العباد میں سے اگر کسی کا قرضہ واپس نہیں کر سکا قرض لوٹائے اگر کسی ہمسایہ، دوست یا رشتے دار کا مال غصب کیا ہے اسے واپس کرے اگر کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے اسے لوٹائے۔ اگر کسی کا حق ضائع کیا ہے یا تلف کیا ہے اس سے معاف کروائے بصورت دیگر اسے ادا کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بعض بزرگوں کا قول تحریر فرمایا ہے کہ ایک رتی چاندی (جو غلط طریقہ سے حاصل کی گئی ہو اس) کا واپس کر دینا چھ سو مقبول جوں سے افضل ہے، رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف ۲۲) (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۶۶)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ اگر حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل سے معاف فرمادے گا کیونکہ وہ غنی مطلق اور رحم الراحمین ہے جبکہ بندہ فقیر محتاج اور فطرۃً بخیل ہے اس لئے حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۷۶)

ورنہ کل قیامت کے روز اس کا حساب دینا پڑے گا، جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ

صاحبہا الصلوات ہے۔

أَتَذَرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ
فَقَالَ (ﷺ) إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ
وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا
وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ
حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أَخَذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ
طُرِحَ فِي النَّارِ (مسلم ۲/۳۲۰)

ترجمہ: یعنی کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ حاضرین نے عرض کیا ہم میں
مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان تو آپ (ﷺ) نے فرمایا
میری امت میں مفلس وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن
اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال کھایا ہو
گا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں میں سے
اس کے حق کے برابر نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر حقداروں کے حقوق پورے
ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں۔ حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال
دیئے جائیں گے پھر اس کو نار جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ سبحانہ)
یہ امر ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتا
کوئی پیر فقیر خواہ زمانے کا غوث ہی کیوں نہ ہو اسے منازل سلوک طے نہیں کروا سکتا
اسے کبھی بھی روحانی ارتقا نصیب نہیں ہو سکتی وہ جہالت اور مذلت کے گڑھوں میں پڑا
رہے گا۔ اسے خدا اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا قرب میسر نہیں ہو سکتا بالفرض ایسا شخص
اگر شیخ بھی بن جائے وہ سب دجل و فریب ہے اسے حقیقتِ مشیخت نہیں ملی وہ اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ گرفت ہوگا اس کی اپنی نجات مشکل ہے وہ دوسروں کی نجات
کا ذریعہ کیسے بنے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و توفیق شامل حال نہ ہو حضور اکرم کی نگاہ کرم معاون نہ ہو اپنے مشائخ اور والدین کی دعائیں اور اپنی التجائیں نہ ہوں گناہوں پر نادم نہ ہو بخشش کا معاملہ نہایت مشکل ہے اور اگر یہ سب کچھ مدد معاون ثابت ہوں تو اسے محض اللہ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے۔ اللہم ارزقنا ایہا

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں (تقریباً چار صدیاں قبل) سالکین بھی کم کوش اور دوں ہمت ہیں۔ اس لئے انہیں تفصیلی توبہ میں مشغول کرنا حکمت کے خلاف ہے ورنہ سالک کی طلب میں فوراً آنے سے وہ اصل مقصد سے ہی محروم رہ جائے، اگر اسے ابتداء ہی میں تفصیلی توبہ کی تلقین کی گئی جس کے لئے ایک طویل عرصہ درکار ہے بنا بریں وہ ایسی توبہ سے بھی توبہ توبہ کراٹھے گا۔

۔ آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

اجمالی طریق توبہ کی فصاحت کے بعد شیخ کو اسے حلقہ بیعت میں شامل کر کے اس کی باطنی استعداد کے مطابق ذکر و فکر کی تعلیم دینا چاہئے۔

شاید دریں مدت فتورے در طلب اور رود، و از مطلب باز شاید اس مدت کے دوران اس کی طلب میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور ماند، بلکہ توبہ را بہم سرانجام نہ دہد۔ بعد ازاں طریقے کہ اصل مقصد سے رہ جائے بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے سکے اس کے بعد جو مناسب استعداد طالب است تعلیم نماید، و ذکرے کہ طریقہ طالب کی استعداد کے مناسب ہو اس کی تعلیم دے اور جو ذکر اسکی ملائم قابلیت اوست تلقین فرماید۔

قابلیت کے مطابق ہو تلقین فرمائے ۵

۵ باطنی تربیت کے مختلف طرق

- چونکہ راہ سلوک طے کرنے کے متعدد طریقے ہیں اور لوگوں کی روحانی ہمتیں، ذوق اور باطنی استعدادیں بھی متفاوت ہیں اس لئے ہر ایک کی استعداد کے مطابق ذکر تلقین کرنا چاہئے کیونکہ کچھ لوگ بالکل ہی کور باطن ہوتے ہیں کچھ لوگ متوسط درجے کے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ راہ سلوک طے کرنے کیلئے نہایت مستعد اور بلند ہمت ہوتے ہیں اس لئے سب کو ایک جیسا ذکر تعلیم و تلقین نہیں کرنا چاہئے۔
-۰ کسی سالک کو اس کی باطنی استعداد کے مطابق تصور شیخ کی نصیحت کرنا چاہئے۔
-۰ کسی کو باطنی استعداد کے موافق ذکر اسم ذات کا سبق دینا چاہئے۔
-۰ کسی کو پاس انفاس کی تعلیم دینا چاہئے۔
-۰ کسی کو ذکر قلبی کا مشورہ دینا چاہئے۔
-۰ کسی کو عبادات فرضیہ و نافلہ کی تلقین کرنی چاہئے۔

.....0 کسی کو دلائل الخیرات اور درود خضریٰ وغیرہ پر کاربند رہنے کا حکم دینا چاہئے۔

.....0 کسی کو نفی اثبات کا ذکر بتا دینا چاہئے۔

.....0 کسی کو استغفار اور تلاوت قرآن بتانا چاہئے۔

.....0 کسی کو صرف خیال کے ساتھ ذکر کی تعلیم دینا چاہئے۔

غرضیکہ جیسی سالک کی باطنی لیاقت اور روحانی استعداد ہو اس کے مطابق اسے ذکر و فکر اور ادو وظائف کی تجویز دینا چاہئے۔

یاد رہے کہ ایسا وہی شیخ طریقت کر سکتا ہے جس نے خود سلوک طے کیا ہو عروجی منازل اور نزولی مراتب سے مکمل طور پر آگاہ ہو راہ سلوک کی مشکل گھاٹیوں اور منزلوں سے پوری طرح واقف ہو یہ شیخ ناقص کے بس کا روگ نہیں۔

جانشین امام ربانی عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز) نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ (مبداء و معاد زیر نظر منها) میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو لیکن آخری زمانہ میں ان کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اسم ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا ان کی صلاحیتوں کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے الا ما شاء اللہ تعالیٰ اور اس میں رازیہ تھا کہ آپ کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوار و ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے دور کن ہیں ولایت ان دونوں کے بغیر تحقق نہیں ہوتی پس کمال ولایت میں شیخ کیلئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کیلئے سلوک کو آسان کرے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ

پڑے مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہو گا تو اس کے کام میں خلل واقع ہوگا اور دیر لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس (سالک کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانی پڑے گی اور جب (حضرت عالی) قدس سرہ نے اطوار ولایت سے ترقی کی اور جمعیت و وراثت کے ذریعہ کمالات نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ و سلوک کے دائرہ سے نکل گئے کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے بالا ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت اور شریعت عالیہ و سنت نبویہ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و الخیر کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے اس وقت ذکر کی تعلیم کرنا طالب کی تسلی کے لئے ہے اور اگر چہ ذکر فی نفسہ مفید ہے لیکن وصول کا مادہ نہیں ہے۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب ۷۸)

تعلیم طریقہ کے بعد شیخ کو چاہیے کہ طالب کو اپنی خصوصی توجہات قدسیہ سے نوازتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی روحانی ارتقاء کے لئے التجائیں کرتا رہے تاکہ سالک جلد از جلد عروجی مدارج اور نزولی منازل طے کر سکے اللہم ارزقنا ایہا شیخ، طالب کو راہ طریقت کی نزاکتیں اور لطافتیں بیان کرتا رہے اور اسے بلند ہمتی کی تلقین اور آداب و شرائط طریقت کی تعلیم دیتا رہے تاکہ سالک سے کوئی ایسی دانستہ یا غیر دانستہ غیر ذمہ دارانہ حرکت سرزد نہ ہو جائے جو آداب طریقت کے منافی ہو اسی لئے مشائخ طریقت مریدین کیلئے درس و وعظ و نصیحت کی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آداب طریقت کو بیان کر دیا جائے۔

مرید، طالب اور اللہ تعالیٰ مطلوب و مقصود ہے اور طالب و مطلوب کے درمیان

شیخ کامل برزخ اور وسیلہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** (المائدہ) سے عیاں ہے۔

چونکہ شیخ کامل و مکمل نبی (علیہ السلام) کا کامل وارث اور نائب ہوتا ہے۔ اس لئے شیخ اپنے مریدوں میں ایسے ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے فلہذا شیخ کامل کے حقوق خدا اور رسول ﷺ کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ نیز طریقت نقشبندیہ میں فیض کا حصول محبت شیخ اور تعلیم طریقت پر منحصر ہے۔ اس لئے محبت شیخ کے آداب اور اس کی مجلس کے شرائط پیش خدمت ہیں۔

و توجہ بکار او در کار دارد، والتفاتے بحال او مرعی
اور اس کے معاملہ میں پوری توجہ صرف کرے اور اس کے حال کو مد نظر رکھے اور اس
نماید۔ و آداب و شرائط را باو بیان سازد۔

راہ کے آداب و شرائط اسے بتا دے۔

۱۔ آداب شیخ

طالب کو اپنا آپ کلی طور پر شیخ کے حوالے کر دینا چاہئے اور اس کی پیروی اس
طرح کرے جیسے مردہ بدست زندہ۔

۰..... مرید کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ
کرے۔

۰..... شیخ کی موجودگی میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔

۰..... شیخ کے حضور نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

۰..... شیخ کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو۔

۰..... طالب، شیخ کے کپڑے پر اپنا سایہ نہ پڑنے دے اور نہ ہی اس کے سایہ پر اپنا
سایہ پڑنے دے۔

۰..... شیخ کی جائے نماز (مصلیٰ) پر قدم نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے۔

۰..... شیخ کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔

۰..... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی موجودگی میں نہ کسی سے کلام کرے اور نہ ہی
کھائے پیئے۔

۰..... شیخ کے آستانے کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور اس کی طرف تموک بھی نہ پھینکے

۰..... مرید کے قلب میں شیخ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو شیخ سے اس کا حل دریافت کرے

اگر حل سمجھ میں نہ آئے پھر بھی اپنا تصور جانے۔

0..... شیخ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے۔

0..... مرید کو جہاں سے فیض ملے اسے اپنے شیخ ہی کا فیضان سمجھے اور یقین جانے کہ میرے شیخ کا لطیفہ دوسرے شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

0..... جو کچھ شیخ سے صادر ہوا سے درست اور بہتر جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے کیونکہ شیخ جو کچھ کرتا ہے وہ الہام ربانی اور اذن الہی سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

0..... مرید شیخ کی حرکات و سکنات پر اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام مخلوق میں بد بخت شخص وہ ہے جو مشائخ عظام کا عیب بین ہو۔

0..... شیخ سے کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

0..... جملہ کلی و جزوی امور میں شیخ کی اقتدا کرے خواہ وہ کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے معمولی کام ہی کیوں نہ ہوں۔

0..... مرید، نماز شیخ کی طرح ادا کرے اور فقہ کے مسائل بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھے

0..... طالب اپنے کثوف و واقعات پر اعتماد نہ کرے بلکہ جو کچھ منکشف ہو یا واقعہ وغیرہا میں مشاہدہ کرے اسے من وعن شیخ کی خدمت میں عرض کر دے۔

0..... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی مجلس سے جدا نہ ہو کیونکہ اپنے لئے شیخ کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔

0..... مرید کو ظاہر و باطن میں جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں ان کو شیخ کی وساطت سے تصور کرے۔

..... یاد رہے کہ اگر کوئی سالک بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور انہیں مناسب طور پر ادا نہ کر سکے اور کوشش بسیار کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف لازم ہے اور اگر آداب کی رعایت بھی نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ (العیاذ باللہ سبحانہ)

۔ ہر کہ را روئے بہ بہود نہ بود

دیدن روئے نبی سود نہ بود

..... یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کا واقع ہونا اور احوال و مواجید کا مفقود ہو جانا شیخ کی ناراضگی اور غضب کے نتائج و ثمرات میں سے ہے اگر آزار شیخ کے باوجود احوال و مواجید میں کچھ اثر باقی رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کے ناراض ہو جانے کا نتیجہ عاقبت کی خرابی اور نقصان ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
ہر کہ گستاخی کند ازیں طریق گردد اندر وادی حسرت غریق
ہرچہ آمد بر تو از ظلمات و غم آں ز بے باکی و گستاخیت ہم
حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس طریقہ عالیہ کے آداب ایک مقام پر یوں تحریر فرمائے ہیں:

اس راہ کے طالب کو چاہئے کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعبہم کے عقائد کے موافق درست کرے پھر فرقہ کے ضروری احکام کا علم

حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی جل شانہ میں مصروف رکھے۔ بشرطیکہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل و مکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص سے کامل نہیں ہو سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ فرضوں اور مؤکدہ سنتوں کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو حتیٰ کہ (ذکر میں پختگی آنے تک) قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافلہ کو بھی موقوف رکھے اور وضو سے اور بے وضو بھی ذکر کرتا رہے، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اس کام میں مشغول رہے، نیز چلتے پھرتے، کھانے پینے اور سونے کے وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست

پاکی دل ز ذکر رحمان ست

ترجمہ: ذکر کرتا رہے کہ جب تک جان ہے..... دل کی پاکی ذکر رحمن ہی سے ہے۔

اس طرح دوام ذکر میں اس قدر مشغول رہے کہ مذکورہ کے سوا سب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے اور مذکور کے علاوہ اس کے باطن میں کسی چیز کا نام و نشان تک نہ رہے حتیٰ کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے قلب میں نہ گزرے اور اگر تکلف سے بھی غیر کا خطرہ دل میں لانا چاہے تو نہ لاسکے اور یہ نسیان جو قلب کو تمام ماسوائے مطلوب سے حاصل ہوا ہے وہ حصول مطلوب کا ایک مقدمہ ہے اور حصول مطلوب اور اس کے وصول کی خوشخبری دینے والا ہے اور نفس حصول مطلوب اور وصول حقیقی بمقصد کے متعلق کیا لکھے کہ وہ وراء الورا ہے

كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى سَعَادَاتِ دُونِهَا قُلُّ الْجِبَالِ وَدُونَهُنَّ خُيُوفُ

ہائے پہنچوں کس طرح محبوب تک..... پر خطر ہیں کوہ و غار اس راہ میں

اور جب برادر عزیز، اللہ سبحانہ کی عنایت سے اس سبق کو انجام تک پہنچا لے

تو دوسرے سبق کی طلب ظاہر کرے۔ واللہ سبحانہ الموفق

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۸۴)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ کامل راہ طریقت کے آداب و شرائط مریدین کے سامنے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت اور سلف صالحین کے آثار کی اتباع کی ترغیب دیتا رہے اس کی مزید تفصیل و تاکید و تنہید بیان کرتے ہوئے آپ مزید رقمطراز ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ ہواے سعادت مند! ہم پر اور آپ پر لازم ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں (جس طریقہ پر کہ) علمائے اہل حق شکر اللہ سعہم نے کتاب و سنت کو سمجھا ہے اور اس سے اخذ کیا ہے کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا ان بزرگوں کی فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدود و اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت کے مطابق سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے وَالْحَالُ أَنَّهُ لَا يُفْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں ہوتا)۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۵۷)

ودر متابعت کتاب و سنت و آثار سلف صالحین ترغیب فرماید
اور قرآن و سنت اور آثار سلف صالحین کی ترغیب فرمائے

ۛ مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ

مذکورہ سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ قرآن و حدیث کو اپنی عقل نامتہام اور علم خام کے ذریعے سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ائمہ مجتہدین نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات سے جو احکام و مسائل استنباط و استخراج کئے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ ائمہ عظام نے زمانہ رسالت کے قرب، وفور علم، کثرت روایات، کمال تقویٰ اور جود فکر کی بنا پر ناخ و منسوخ، محکم و مؤول، مقدم و مؤخر اور متضاد و متخالف نصوص میں مطابقت و موافقت پیدا کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ المسلمین کو براہ راست کتاب و سنت سے احکام اخذ کرنے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید سے منع فرمایا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن قیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَا لَمْ يَجْتَمِعَ فِيهِ
شُرُوطُ الْإِجْتِهَادِ یعنی کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کتاب و سنت سے
احکام اخذ کرے جب تک اس میں شروط اجتہاد جمع نہ ہوں۔

صاحب مسلم الثبوت رقمطراز ہیں:

أَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلَى مَنَعِ الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِيدِ الصَّحَابَةِ بَلْ عَلَيْهِمْ
إِتْبَاعُ الَّذِينَ يَسْرُونَ وَبُوبُوا وَهَذَّبُوا وَنَقَّحُوا وَفَرَّقُوا وَعَلَّلُوا وَفَصَّلُوا
وَعَلَيْهِ ابْنُ الصَّلَاحِ مَنَعُ تَقْلِيدِ غَيْرِ الْأَئِمَّةِ

یعنی محققین کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ عوام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید سے روکا جائے بلکہ ان پر ائمہ مجتہدین کی اتباع لازم ہے کہ جنہوں نے تہذیب، تنقیح، تفریق، تعلیل اور تفصیل کر کے تلاش مسائل میں سہولت پیدا کر دی ہے۔ چنانچہ امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام دارالبحرین حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کو شہسواران میدان شریعت تسلیم کر کے تقریباً ۲ صدیاں بعد امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ ان کی تقلید پر متفق ہو گئی۔ اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہو گیا مَنْ لَمْ يَسْلُغْ دَرَجَةَ الْاِجْتِهَادِ وَحَبَّ عَلَيْهِ التَّقْلِيدُ یعنی جو شخص درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا اس پر مسائل شرعیہ میں کسی امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔

امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے جلیل القدر علماء، فضلاء، صلحاء، اتقیاء، اولیاء، اقطاب، اوتاد، اغیاث، محدثین، مفسرین اور محققین نے ان مقتداؤں کی حاشیہ برداری کو سعادت سمجھا۔

چنانچہ حضرت امام بخاری، حضرت امام مسلم، قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حجة الاسلام حضرت امام غزالی، شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ جہاں بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری، حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین کو بجز تقلید کے کوئی چارہ کار نہیں۔ مادشاکس شمار میں ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے امت محمدیہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت لَا تَجْمَعُ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ سے عیاں ہے۔

اب جو شخص ان ائمہ اسلام کے جادہ مستقیم کو چھوڑ کر کوئی اور رستہ اختیار کرنے کا

ووصول مطلوب را بے ایس متابعت محال داناند۔
اور ان کی متابعت کے بغیر مطلوب تک رسائی محال ہے ذہن نشین کرادے

وہ بد بخت اور حرام نصیب ہی ہوگا۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَمَاءٌ ثَمَّ مَصِيرًا اور حدیث پاک مَنْ
شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ سے واضح ہے۔

یاد رہے کہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلے بغیر سالکین کو
روحانی ارتقاء میسر نہیں ہوتا اسی لئے ان کی حریم قدس تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔

واعلام نماید کہ کشوف و وقائع کہ سر موثرے مخالفت

اور یہ بھی بتادے کہ وہ کشف ۸ اور واقعے ۹ جو قرآن وحدیث کے بال برابر بھی

بکتاب و سنت داشتہ باشد اعتبار نکند ، بلکہ مستغفر شد ،

مخالف ہوں اعتبار نہ کرے بلکہ ان سے استغفار کرنا چاہئے۔

۸ کشف

راہ سلوک کے دوران سالکین کو پیش آنے والے واقعات اور کشف جو شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات سے معمولی بھی متصادم ہوں وہ درجہ اعتبار سے ساقط اور ناقابل التفات ہیں اس لئے اس قسم کے کشف و واقعات کی طرف نہ خود متوجہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کو بتانے چاہیں کہ کہیں فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے کشف اور واقعہ کے متعلق قدرے معلومات ہدیہ قارئین ہیں۔

کشف کا لغوی معنی حجاب کا اٹھ جانا ہے اور اصطلاح طریقت میں ماورائے حجاب معانی غیبیہ اور امور حقیقیہ پر وجود اور شہود مطلع ہونا کشف کہلاتا ہے۔

طالب کو کتاب و سنت کے مخالف مکشوفات و واقعات سے استغفار کرنا چاہئے کہ ممکن ہے اس میں نفس کی آمیزش اور شیطان کی تلبیس ہو۔

۹ واقعہ

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے جو سالک کے قلب میں واقع ہو خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کے عالم میں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت سالک کے حواس ظاہری معطل ہوں۔

یاد رہے کہ صوفیائے کرام واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں ہوتے

و بتصحیح عقائد بمقتضائے آرائے فرقہء ناجیہ اہل سنت
 اور ناجی گروہ نہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست
 و جماعت نصیحت نماید - و بتعلیم احکام فقہیہ ضروریہ
 کرنے کی نصیحت کرے اور ضروری فقہی احکام کی تعلیم دے اور اس علم کے مطابق
 و عمل بموجب آن علم تاکید فرماید -
 عمل کرنے کی تاکید فرمائے۔

کیونکہ وہ مشغولیت اذکار اور محویت مراقبات کی وجہ سے مسدود الحواس ہو جاتے ہیں
 ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس خالق کی
 طرف کھل جاتے ہیں پھر پردہ غیب سے ان پر القاء و الہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا
 ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۱۲ جلد اول)

۱۰۔ اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے
 مطابق عقائد درست کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں دراصل ان سطور میں ارشاد نبوی
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کو بیان فرمایا گیا ہے حدیث پاک ہے:

تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً
 وَاحِدَةً قَالُوا مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (جامع ترمذی)
 یعنی میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے علاوہ
 سب جہنم میں جائیں گے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے آپ
 نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

اصحابی کی عمومیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اہل بیت اطہار بھی شامل ہیں کیونکہ صحابی اس خوش قسمت انسان کو کہا جاتا ہے جو حالت ایمان میں جاگتے ہوئے چہرہ والضحیٰ کا دیدار کرے اور اسی حالت میں اس کا وصال ہو چونکہ اہل بیت نبوت بھی حضور اکرم ﷺ کے شرف دیدار سے مشرف ہیں۔ اس لئے وہ صحابی بھی ہیں البتہ ان کے درمیان لطیف فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کے در والے ہیں اور اہل بیت حضور اکرم ﷺ کے گھر والے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ اِنِّیْ تَارِکْتُ فِیْکُمْ الثَّقَلَیْنِ کِتَابُ اللّٰهِ وَعِزَّتِیْ (مسلم شریف)

ایک روایت میں جماعت کے واضح الفاظ موجود ہیں:

(عَنْ مُعَاوِيَةَ) اِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ لِنَتَانٍ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدٌ فِی الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ (ابوداؤد جلد ثانی)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے بہتر جنہی ہونگے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے

ایک روایت میں جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست اقدس کا بیان ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يَذُّ اللّٰهُ عَلٰی الْجَمَاعَةِ (جامع ترمذی جلد ثانی)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مسلمان وہی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقہ سے وابستہ ہو یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت کے عالمین اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کے حاملین اہلسنت و جماعت کہلاتے ہیں اور یہی گروہ جنتی اور ناجی ہے۔

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے انہوں نے دعوت اسلام کو دل و جان سے تسلیم اور قبول کیا اور ہر امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہے اپنی زندگیوں کو اسوۂ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالا ان کا جذبہ اطاعت و استقامت بارگاہِ خداوندی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کیلئے صحابہ کرام کے طرز زندگی کو معیار حق قرار دیکر متبعین کو اپنی رضا اور فوز عظیم کی سند عطا فرمادی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُواهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) پہلے پہل ہجرت کی اور آپ کی نصرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو لوگ صحابہ کرام کی احسن طریقے سے اتباع کریں گے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

نیز سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حمزہ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمُ الصَّحَابَةُ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ النَّاجِيَةُ مِنْهَا وَاحِدَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ هُمْ قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقِيلَ وَمَا أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ قَالَ مَا نَا عَلَيْنَا وَأَصْحَابُنَا (احياء العلوم جلد ثالث)

یعنی ناجی گروہ صحابہ کرام ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ناجی گروہ صرف ایک ہے تو صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے تو آپ نے ارشاد

فرمایا وہ اہلسنت و جماعت ہے پھر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت کون ہیں تو فرمایا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ كَانُوا فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ (ﷺ) أَهْلَ سُنَّةٍ

(مختب کز اعمال بر حاشیہ منہ احمد جلد پنجم)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں لوگ اہل سنت تھے۔

ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے۔ جو خیر امتی قرنی اور خیر القرون قرنی کے شرف سے مشرف تھے۔

(صحیح بخاری جلد اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل سنت و جماعت کی متابعت کی تاکید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

نجات کا طریقہ اقوال و افعال اور اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت کی متابعت کرنے میں ہے کیونکہ یہی ناجی گروہ ہے اس کے علاوہ تمام فرقے مقام زوال اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۶۹)

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

اہل سنت و جماعت کے خلاف خبیث اعتقاد سم قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب و عتاب تک پہنچا دیتی ہے عمل میں سستی اور کاہلی ہو تو مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی اور کمزوری میں مغفرت کی گنجائش نہیں ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء) یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۶۷)

یاد رہے کہ اگر آج کوئی اس ناجی جماعت کی حقانیت کے متعلق متردد ہے تو کل قیامت کے روز حق و باطل میں امتیاز ہو جائے گا مگر اس وقت کا جاننا بے سود ہوگا اور سوائے کف افسوس ملنے کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلَّ سَبِيلًا (الفرقان) سے واضح ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مشائخ اہل سنت کے اختیار فرمودہ طریقہ کے مطابق سلوک طے کرنا چاہیے جو ہر قسم کی بدعات و خرافات سے پاک ہے اور یونانی فلسفیوں اور ہندوستانی جوجیوں کے وضع کردہ غیر شرعی چلوں اور ریاضتوں سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کی ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ ایمان، اسلام اور احسان سے موافقت نہیں رکھتے اسی لئے وہ حق تعالیٰ کی ناشکری، نافرمانی اور معصیت میں داخل ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پیشہ ور مشائخ محافل عرس میں فرق ضالہ کے لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں اور علمائے اہل سنت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تشہیر سے روکتے ہیں اور اغیار کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں تاکہ خوش رہے شیطان اور راضی رہے رحمان بھی کے مصداق سارے لوگ انہیں اچھا سمجھیں ان کا موقف یہ ہے کہ اگر ہم نے سنیت کی دعوت دی تو لوگ مخالف ہو جائیں گے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے البتہ اَدْعُوا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے حکم کے مطابق انداز تبلیغ نہایت حکیمانہ اور مہذبانہ ہونا چاہئے دشنام طرازی اور درشت لہجے سے اجتناب کرنا چاہئے ورنہ امن و آشتی کی فضا مکدر ہو جاتی ہے اور اپنے بھی بدظن ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ؟۔ بقول شاعر

حرم رسوا ہوا پھر حرم کی کم نگاہی سے

جواناں تاتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

..... یعنی شیخ مرید کو طہارت، غسل، وضو، نماز، روزہ صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ اور صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں حج وغیرہا کے بنیادی اور ضروری احکام و مسائل کی تعلیم دے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت فرمائے (تفصیلات کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں)

یاد رہے کہ موجودہ دور میں ”رہ گئے مجاور یا گورکن“ کے مصداق خانقاہوں اور آستانوں پر عمل سے بے بہرہ مشائخ بر اجماع ہیں الا ماشاء اللہ وہ اپنے مریدوں اور طالبوں کو کتاب و سنت، شریعت و طریقت اور فقہ و تصوف کی کیا تعلیم دیں گے۔ بقول اقبال مرحوم ۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

کہ طیران دریں راہ برے این دوجناح اعتقادی و عملی میسر نیست
 کیونکہ اس راہ میں ۱۱ پرواز ان دو اعتقادی و عملی پروں کے میسر نہیں ہوتی
 و تاکید نماید کہ در لقمہ محرم و مشتبہ احتیاط را نیک مرعی
 اور تاکید کرے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ ۱۲ میں احتیاط کی بہت رعایت رکھے اور جو کچھ
 دارد، و ہرچہ یا بد نخورد، و از ہر جا کہ بیاید تناول نہ نماید
 پائے نہ کھائے اور جہاں سے مل جائے تناول نہ کرے

۱۱ سالک کے عقائد و اعمال علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کے
 موافق درست ہونے چاہیں جو دو پروں کی حیثیت رکھتے ہیں جب تک اعتقادی اور
 عملی دونوں پر میسر نہ ہو جائیں عالم قدس کی طرف باطنی سیر اور روحانی ارتقاء نصیب
 نہیں ہوتی۔

۱۲ رزق حلال کے ثمرات

دوران سلوک محرمات اور مشتبہات سے اجتناب اور رزق حلال کا التزام و اہتمام
 بنیادی ارکان میں سے ہے چنانچہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ اِنَّ الْعِبَادَةَ عَشْرَةٌ
 اَجْزَاءٌ تِسْعَةٌ مِنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ وَجُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْهَا سَائِرُ الْعِبَادَاتِ یعنی
 عبادت کے دس جزو ہیں جن میں نو حصے، طلب حلال ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات
 ہیں حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

علم و حکمت زاید از نان حلال
 عشق و رقت آید از نان حلال

سالمک کے لئے کھانے میں احتیاط کی تاکید

حرام حلال کی ضد ہے رزق حلال کی طلب فرائض میں سے ہے ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ ہے طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ (مکلوۃ)
اس کی ضد حرام سے احتراز کرنا بھی فرض اور لازم ہے۔

بنابر یہ رشوت ستانی، سود خوری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، دھوکا دہی، ڈاکہ زنی، چوری وغیرہ جیسے ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال و دولت سب ناجائز اور حرام ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غَدِيَ بِالْحَرَامِ (مکلوۃ)

یعنی جس جسم کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی سے ہے اور اسے غذا بھی حرام کمائی سے دی گئی فَآتَى يُسْتَجَابُ لَهُ (مسلم) اس کی دعا کیسے قبول ہو۔
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا

یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص حرام مال سے صدقہ و خیرات دیتا ہے وہ گویا ناپاک کپڑوں کو پیشاب سے دھونے کی کوشش کرتا ہے جو بجائے خود اور بھی زیادہ ناپاک ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حرام خور کے اعضاء گناہ میں مشغول رہتے ہیں خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

جس حلال سے حرام میں پڑنے کا اندیشہ ہو اس حلال کو بھی ترک کر دینا بہتر ہے سالک کے لئے جس طرح حرام سے اجتناب کرنا لازم ہے ایسے ہی سالک کے لئے مشتبہات سے احتراز کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ حق تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ ہو جائے جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَتَحْسِبُونَهُ هِينًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (النور) اور تم خیال کرتے ہو کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

حدیث پاک میں بھی مشتبہات سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت ہے۔

بلاشبہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُونَ كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَن وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان مشتبہات سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

مشتبہ امور کے متعلق علمائے کرام کے متعدد اقوال ہیں جو ہدیہء قارئین ہیں

پہلا قول: مشتبه امور فی نفسہا مشتبہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مشتبہ ہونا اضافی ہے یعنی جو شخص ان امور کا حکم نہیں جانتا اس پر یہ مشتبہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بیان فرما کر اس کی دلیل قائم کر دی ہے البتہ ایک بیان جلی ہے جسے ہر شخص جان لیتا ہے اور ایک بیان خفی ہے جسے صرف علماء ہی اجتہاد اور استنباط کے طریقوں سے جانتے ہیں۔

دوسرا قول: امور مشتبہ سے مراد امور اجتہاد یہ ہیں یعنی جس شئی کا حلال و حرام ہونا کتاب و سنت کی صریح عبارت سے معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس پر اجماع ہو۔ جیسے موجودہ دور میں انتقال خون، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، انشورنس پالیسی وغیرہ ایسے امور اجتہاد یہ ہیں جن کا حکم مجتہد اپنے اجتہاد سے معلوم کرتا ہے اور اسے حلال یا حرام کے ساتھ لاحق کر دیتا ہے یا درہے کہ اگر مجتہد کسی چیز کو اپنے اجتہاد سے حلال قرار دے دے پھر بھی اسے تقویٰ کے تقاضا کے مطابق اس کے ارتکاب سے باز رہنا چاہئے ممکن ہے اس کا اجتہاد درست نہ ہو۔

تیسرا قول: مشتبہ امور سے مراد امور مکروہہ ہیں۔ مذکورۃ الصدر حدیث سے مقصود امور مکروہہ سے اجتناب پر براہین غنتہ کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ امور مکروہہ سے اجتناب نہ کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حرام تو نہیں ہے۔

چوتھا قول: امور مشتبہ سے مراد امور مباحہ ہیں اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مباح امور سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ حضور اکرم ﷺ خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مباحات سے بھی اجتناب کرتے تھے ان نفوس قدسیہ نے اچھے کھانے، اچھے مشروبات و ملبوسات اور اچھے مکانات کو قصداً حاصل نہیں فرمایا اور انہوں نے اپنے اجتہاد اور ارادے سے فقیرانہ زندگی کو اختیار فرمایا۔ بقول شاعر

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

پانچواں قول: مشتبہ امور سے مراد وہ امور مراد ہیں جن کی حلت و حرمت میں دلائل متعارض ہوں اور ان امور میں احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دَعَا مَا يُسْرِئُكَ اِلٰی مَا لَا

یُریئیک یعنی جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کر دے اسے چھوڑ دو۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے رستے میں پڑی ہوئی کھجور پا کر ارشاد فرمایا: لَوْ لَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونُ مِنَ الصَّدَقَةِ لَا كَلْتُهَا یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں یہ کھجور صدقہ نہ ہو تو میں اس کو کھا لیتا۔ (متفق علیہ)

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار ہزار مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کا ساڑھے تین ہزار۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ بھی مہاجرین میں سے ہیں ان کا وظیفہ آپ نے کم کیوں کیا ہے فرمایا اِنَّمَا هَاجَرِ بِهِ أَبُوهُ يَقُولُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهِ یعنی اس کے ساتھ اس کے باپ نے بھی ہجرت کی ہے فرماتے یہ ان لوگوں کی مثل نہیں ہو سکتا جنہوں نے از خود ہجرت کی ہے۔ (بخاری)

(ماخوذ از شرح صحیح مسلم جلد رابع)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حلال، حرام اور مشتبہات کے بارے میں ایک فکر انگیز اور سبق آموز ارشاد گرامی ملاحظہ ہو!

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ وَشُبُهَاتُهَا عِتَابٌ یعنی حلال مال کا حساب ہوگا، حرام پر عذاب ہوگا اور مشتبہ مال پر عتاب ہوگا۔

سوالک کو کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق نہایت محتاط رہنا چاہئے کسی چیز کے کھانے اور پینے سے قبل اس بات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لینا چاہئے کہ وہ طعام کہاں سے آیا ہے وہ کھانا کیسا ہے حلال ہے یا حرام پکانے والا کیسا ہے کھانا لانے والا کیسا ہے اس پر للچائی ہوئی نگاہیں تو نہیں پڑیں غرضیکہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰت کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھے۔ اللہم ارزقنا ایہا۔

چند ایک احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَالًا بَاسَ بِهِ خَذَرًا
مِمَّا بِهِ بَاسٌ لِعَبْدِهِ مُتَّقِينَ كَمَا مَرَّ بِكَ كُنْهِ سَلَا حَتَّى كَدَّ حَرْجَ وَالِي حَيْزِ كَ خُوفِ
سے اس چیز کو بھی ترک کر دے جس میں کوئی حرج نہ ہو۔ (جامع ترمذی)
ایک روایت میں ہے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ
الْحَرَامِ (صحیح بخاری) یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی
آئے گا جب کوئی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال
ہے یا حرام۔

ایک حدیث پاک میں یوں ہے:
جس شخص کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ مال کہاں سے چلا آ رہا ہے تو اس شخص کے
بارے اللہ تعالیٰ کو بھی پرواہ نہیں ہوگی۔ کہ اسے دوزخ کے کونے حصے میں جھونک
دیا گیا ہے۔ (کیسائے سعادت)

امام الطریقہ غوثِ اُخْلِیقَہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول
گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا آپ
اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا
جائے اس میں خیر و برکت نہیں کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہوتا ہے اس سے
اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے اعمالِ صالحہ اور افعالِ حسنہ کے صدور کی بنا طعامِ حلال پر
ہے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے
حاصل ہوتا ہے۔

مشتبہ طعام کو جب تک شریعتِ مطہرہ کے فتویٰ کے مطابق کھانے کی اجازت نہ
ہو طالب کو اس قسم کا طعام کھانے سے احتراز کرنا چاہئے ورنہ روحانی مزاج اور باطنی

احوال بگڑ جاتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک جملہ امور میں ان دیندار علماء کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہئے جنہوں نے عزیمت کا رستہ اختیار کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو ہی آخرت کی دائمی نجات کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۷۰)

غرضیکہ رسول اکرم ﷺ نے جن اوامر کے اکتساب اور جن نواہی سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے ہر حال میں اسے مدنظر رکھے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت حق تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران ۳۱) سے عیاں ہے۔

تافتویٰ شریعت غرا دریں باب درست نکند، بالجملہ در تاویکہ روشن شریعت کافتوی اس کے متعلق اسے درست قرار نہ دے دے۔ مختصر یہ کہ جمیع امور کریمہ مآلکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتھوا جملہ امور میں یعنی جو کچھ تمہیں رسول اکرم ﷺ دیں اسے قبول کر لو اور جس چیز سے رانصب عین خود سازد۔

منع فرمائیں رک جاؤ کو اپنا نصب العین بنائے ۱۳

۱۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت سے تجلی ذات تعالیٰ سے مشرف ہوتے ہیں اور متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کی بدولت ہی مقام عبدیت کے مرتبہ سے سرفراز ہوتے ہیں جو تمام کمالات کے مراتب سے فوق ہے اور آپ کے کامل قبیعین کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند فرمایا ہے اور آپ کی امت متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی اولوالعزم رسل عظام بھی اتباع نبوی کی آرزو رکھتے تھے۔

(ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۳۹)

ایک مکتوب گرامی میں آپ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یوں مخاطب ہیں۔
آپ پر اوامر و نواہی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اتباع اور اطاعت لازم و واجب ہے اور کمال متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی فرع ہے اِنَّ لِمُحِبِّ لِمَنْ هُوَ مُطِيعٌ (محبت اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے)
محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں محبت محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے چند روزہ زندگی سید اولین و آخرین ﷺ کی اتباع میں بسر کر لی جائے تو نجات ابدی کی امید ہے ورنہ محض بیکار رہی بیکار ہے خواہ کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست
کے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۱۶۵)

آپ نے ایک مکتوب میں سیادت پناہ میر محبت اللہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو
یوں نصیحت فرمائی ہے اگر ان دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں۔

۱..... صاحب شریعت غزالی علیہ السلام کی متابعت

۲..... شیخ طریقت سے عقیدت و محبت

ان دونوں کا خیال رکھیں اور ملتی و متضارع رہیں کہ ان دونوں دولتوں میں سستی نہ
ہونے پائے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سہل ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب ۱۳)

حال طالبان از دو امر خالی نیست، یا از اہل کشف و طالبوں کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہوتا یا اہل کشف و معرفت ہوتے معرفت اند یا از ارباب جہل و حیرت، اما بعد از طے منازل ہیں یا صاحبان جہل و حیرت^{۱۲}، لیکن منازل طے کر لینے اور حجابات اٹھ جانے و رفع حجب ہر دو طائفہ واصل اند۔ در نفس وصول مزیت کے بعد دونوں گروہ واصل ہو جاتے ہیں۔ نفس وصول میں ایک گروہ نیست یکے را بر دیگرے، کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔

۱۲ سالکین پر وارد ہونے والی دو حالتیں

دوران سلوک سالکان راہ حقیقت پر دو قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہیں۔ یا تو وہ اہل کشف و معرفت ہوتے ہیں یا پھر ارباب جہل و حیرت ہوتے ہیں۔ اہل کشف و معرفت دوران سلوک ہر قسم کے مناظر کا مشاہدہ کرتا اور ہر قسم کے مظاہر کو پہچانتا ہے۔

جبکہ ارباب جہل و حیرت دوران سلوک پیش آنے والے مظاہر اور مناظر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا جہل کا معنی معروف جہالت نہیں بلکہ اہل طریقت کے نزدیک جہل کا مطلب یہ ہے کہ سالک دوران سلوک راہ سلوک کے نشیب و فراز نہیں جانتا اور حیرت کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں سال کی مسافت کو اتنی جلدی طے کر لینے پر اس پر جو حیرانگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسے حیرت کہا جاتا ہے۔ مقام حیرت کے متعلق مزید معلومات ہدیہ قارئین ہیں

چنانکہ دو شخص بعد از طے منازل بعیدہ بکعبہ می رسند
 جیسے دو شخص دور دراز کی منزلیں طے کر لینے کے بعد کعبہ تک پہنچ
 یکے منازل راہ را تماشا کر دہ رفت و بتفصیل ہر کدام
 جاتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منازل کو دیکھتا گیا اور اپنی استعداد کے
 از منازل را بقدر استعداد خود دانستہ رسید۔ و دیگرے از
 مطابق ہر ہر منزل کیتفصیل کو جانتا ہوا پہنچا۔ اور دوسرا رستے کی
 منازل راہ چشم دوختہ رفت، و بتفصیل اطلاع نیافتہ،
 منازل سے آنکھیں بند کر کے گیا تو تفصیلات سے آگاہی نہ پائی۔

مقام حیرت

یہ طریقت کا انتہائی مقام ہے جس کا مطلب انکشاف حقیقت پر حیران ہو جانا
 ہے حدیث میں ہے کہ سرور عالم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِي
 تَخْوِيفًا فَيَكُنَّ اِلَى اللّٰهِ مَجْهِي اِثْنِي ذَاتٍ فِي حَيْرَتِي كِي فِرَاوَانِي عَطَا فِرَا۔
 صوفیاء نے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

حیرت مذموم

یہ حیرت جہالت کا نتیجہ ہوتی ہے اور تنزلی کا سبب بنتی ہے۔

حیرت محمود

یہ حیرت علم کا نتیجہ ہوتی ہے اور عروج و ترقی کا سبب بنتی ہے۔

(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۳ جلد اول)

بکعبہ رسیدہ، ہر دو شخص در نفس وصول بکعبہ کعبہ (مظہ) تک پہنچ گیا۔ دونوں شخص کعبہ تک نفس وصول مساوی اند، ہیچ کدام را زیادتی نیست دریں وصول میں مساوی ہیں کسی کو فضیلت نہیں ہے اس وصول بردیگرے اگرچہ در معرفت منازل راہ متفاوت افتادہ اند۔ میں دوسرے پر۔ اگرچہ منازل راہ کے پہچانے میں متفاوت ہیں۔

حیرت و جہل

حیرت و جہل سے مراد اشیائے کائنات سے لائق و بے خبری ہے۔ جب کثرت ذکر اور فرط محبت کے غلبے سے عارف اپنے محبوب حقیقی کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اور محبوب کے سوا سب کچھ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے اور مرتبہ احدیت میں محو ہو کر تجلی اسم ہو کا مشاہدہ کرتے ہوئے انکشاف حقیقت پر ہکا بکا رہ جاتا ہے تو اسی حالت کو حیرت و جہل کہا جاتا ہے لیکن یہ حیرت و جہل محمود ہے نہ کہ مذموم، اسی کو صوفیاء کرام فتائے مطلق، مرتبہ جمع اور ادراک بسیط بھی کہتے ہیں، شطیحات اولیاء مثلاً انا الحق، سبحانی ما اعظم شأنی، لیس فی جنتی سوی اللہ سب اسی مرتبے کے اثرات و ثمرات ہیں۔ السکای معدورون کے مطابق ان کے ایسے اقوال سکریہ کی تاویل کی جاتی ہے۔ (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول)

جب اہل کشف و معرفت اور ارباب جہل و حیرت کو حریم یار تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے تو واصل باللہ ہو کر بھی وہ عالم تحریم میں مستغرق رہتے ہیں جب وہ اس کی ذات میں غور کرتے ہیں کہ وہ ذات کیسی ہے اس کی حقیقت کیا ہے اس کی کنہہ کیا ہے

اس کی کمیت اور کیفیت کیا ہے وہ کس جہت اور سمت میں جلوہ گر ہے اس سے سب جاہل اور عاجز ہیں البتہ اتنا باطنی طور پر احساس ضرور ہوتا ہے کہ وہ مل گیا ہے ہر آن ایک نئی جان محسوس ہوتی ہے ہر لمحہ سہارا ملتا ہے ہر گھڑی غیبی صدا آتی ہے مت گمراؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں وہ ہر آن تائید غیبی اپنے ساتھ پاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس کی تجلیات میں گم رہتے ہیں۔ لیکن ذات کی کنہہ سے عاجز ہوتے ہیں ذات حق جلّ سلطانہ کی معرفت ناممکن ہے ذات میں معرفت حاصل نہ کر سکنے کو ہی معرفت کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ جہل اور عجز ہے چنانچہ خلیفہ رسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے الْعِجْزُ عَنْ دَرِكِ الْاِذْرَاكِ اِذْرَاكِ یعنی ادراک کے درک سے عجز ہی ادراک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ادراک سے وراء ہے جیسا کہ آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام ۱۰۲) سے عیاں ہے۔

و بعد از رسیدن بمطلوب ہر دورا جہل لازم است۔ لَآنَ الْمَعْرِفَةِ
مطلوب تک رسائی کے بعد دونوں پر جہل لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات
فِي ذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى جَهْلٌ وَ عَجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَةِ۔ باید دانست
میں معرفت جہل ہے اور معرفت سے عجز ہے جاننا چاہئے کہ منازل سلوک کا طے کرنا
کہ قطع منازل سلوک عبارت از طے مقامات عشرہ است
مقامات عشرہ ۱۵ کے طے کرنے سے عبارت ہے

۱۵۔ راہِ سلوک مقامات عشرہ کے حصول پر موقوف ہے
منازل سلوک کا طے کرنا دس مقامات کے حصول پر موقوف ہے جنہیں مقامات
عشرہ کہا جاتا ہے جو درج ذیل ہیں توبہ، زہد، توکل، صبر، شکر، خوف، رجاء، فقر، قناعت،
رضا، مقام رضا کے علاوہ بقیہ نو مقامات کے حصول تجلی افعال اور تجلی صفات کے ساتھ
مربوط ہیں جب کہ مقام رضا کا حصول تجلی ذات اور محبت ذاتیہ کے ساتھ وابستہ ہے
جس میں ایلام و انعام دونوں مساوی ہوتے ہیں بقول شاعر

یہ بلا ہرگز نہیں یہ ناز ہے
یہ بھی اک محبوب کا انداز ہے
ہائے کس کے ہوئے ایسے نصیب
جس پر بلا نازل کرے اس کا حبیب

مقامات عشرہ

توبہ

عربی لغت میں توبہ کے حقیقی معنی ”رجوع کرنے“ کے ہیں:

التَّوْبَةُ رَجُوعٌ عَمَّا كَانَ مَذْمُومًا إِلَى الشَّرْعِ إِلَى مَا هُوَ مَحْمُودٌ فِيهِ

(کتاب التعریفات ص ۳۲)

(یعنی) شریعت میں جو کچھ مذموم (برا کام) ہے اس سے لوٹ کر محمود (اچھا

کام) کی طرف آ جانے کا نام توبہ ہے۔

بزرگان دین نے فرمایا اگر گناہ کرنے کے بعد آٹھ کام کیے جائیں تو گناہ کا

کفارہ ہو جاتے ہیں ان میں سے چار کاموں کا تعلق دل سے ہے اور چار کا تعلق بدن

سے۔

دل سے متعلق یہ ہیں:

۱..... سچی توبہ کرنا ۲..... آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم

۳..... گناہ کی وجہ سے خوف عذاب کا غلبہ ۴..... معافی کی امید

بدن سے متعلق یہ ہیں:

۱..... دو نفل نماز توبہ ۲..... ستر یا سو بار استغفار

۳..... سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ۴..... ایک دن کا نفلی روزہ رکھ کر

صدقہ کرے اور آئندہ بری صحبت ترک کر دے۔

واضح رہے کہ توبہ وصول الی اللہ کے لئے پہلی شرط ہے۔ سالک مقام توبہ

میں سیر کرتا ہوا خدا تک پہنچتا ہے۔ فَمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهُ لَا سَبِيلَ لَهُ پس جس کی توبہ نہیں

اس کی سیر نہیں۔

زهد

قَالَ الْإِمَامُ الْجُنَيْدُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ الزُّهْدُ اسْتِصْغَارُ الدُّنْيَا وَمَحْوُ

اثَارِهَا مِنَ الْقَلْبِ (رسالہ تشریح)

یعنی حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا کو حقیر جاننا اور دل سے اس

کے نشانات محو کرنا زہد ہے۔

زہد ایک مرتبہ قلبیہ ہے اس مرتبے میں سالک کے قلب سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور وہ قلبی طور پر دنیا کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ اس کے لئے فقر و غنا اور اخذ و عطا کی دونوں حالتیں برابر ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ قلبی طور پر طلب دنیا اور خواہشات نفس سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ زہد کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بندہ کا ہاتھ دنیا کے مال سے خالی ہو جائے اور کسب حلال چھوڑ کر محتاجی کی زندگی گزارے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ ابْسُطْ لِي الدُّنْيَا وَزَهِّدْ نِي عَنْهَا (کشف المحجوب)

حضرت علامہ المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَلَيْسَ الزُّهْدُ تَجَنُّبُ الْعَالِ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ تَسَاوِي وَجُودُهُ وَعَدَمُهُ
وَعَدَمُ تَعَلُّقِهِ بِالْقَلْبِ إِلَيْهِ (فيض القدير شرح الجامع الصغير ۷/۷۲)

یعنی زہد، مال دنیا سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ دنیا کے مال کا ہونا اور نہ ہونا سالک کے لئے برابر ہو جائے اس طرح کہ اس کا مال کے ساتھ قلبی تعلق نہ رہے تاکہ آفات دنیا سے محفوظ رہے۔

قناعت

حدیث میں ہے: الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ وَكَنْزٌ لَا يَفْنَى (القاصد الحسن ص ۳۱۵)

یعنی قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور خزانہ ہے۔

حضرت ابو عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفقود چیز کی امید کو ترک کرنے اور موجود چیز کے ساتھ استغناء کا نام قناعت ہے۔

حضرت محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو رزق کسی انسان کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے اس پر راضی رہنے کا نام قناعت ہے۔

توکل

توکل کی تعریف یوں ہے:

التَّوَكُّلُ هُوَ الْيَقَظَةُ بِمَا عِنْدَ اللَّهِ وَالْبَاسُ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ

(کتاب التعریفات ص ۳۱)

یعنی توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس پر اعتماد ہو اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوسی ہو۔

توکل ایک مرتبہ قلبیہ ہے جس میں متوکل بندہ اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور تمام احوال میں اسی پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی کوشش اور محنت کے بعد نتیجہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا توکل اور اسباب کے درمیان کسی قسم کا تعارض نہیں کیونکہ توکل کا محل قلب ہے اور اسباب کا محل بدن ہے۔

بعض جہلاء کے نزدیک توکل، ترک اسباب، ترک علاج اور ترک جہد کا نام ہے (معاذ اللہ) توکل کا یہ مفہوم خلاف کتاب و سنت ہے۔

توکل علی اللہ سے دلوں میں سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے خاص کر مصائب اور مشکلات کے وقت توکل علی اللہ بندے کیلئے آخری سہارا ثابت ہوتا ہے۔

اہل توکل کا وظیفہ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ہے۔

صبر

صاحب کتاب التعریفات لکھتے ہیں: الصَّبْرُ هُوَ تَرْكُ الشَّكْوَى مِنْ

أَلَمِ الْبَلَاءِ لِغَيْرِ اللَّهِ (کتاب التعریفات ص ۵۷)

یعنی ابتلاء کے وقت لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرنے کا نام صبر ہے۔

علماء نے صبر کی بہت سی اقسام بیان فرمائی ہیں ان تمام اقسام کا خلاصہ تین

اقسام پر مشتمل ہے۔

الصبر على الطاعات..... (عبادات پر صبر)

الصبر على المصائب..... (مصائب پر صبر)

الصبر عن المعاصي..... (گناہوں سے صبر)

غرضیکہ صبر انبیاء کی صفت ہے، اولیاء کی زینت ہے، فقراء کی خلعت ہے،
حنات کی کلید ہے، خیرات کی نوید ہے اور صابروں کی عید ہے۔

شکر

سرور دو عالم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی
کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ
وَ احْسِنْ عِبَادَتِكَ (ابوداؤد/۲۱۳)

صاحب کتاب التعریفات فرماتے ہیں:

الشُّكْرُ الْعُرْفِيُّ هُوَ صَرْفُ الْعَبْدِ جَمِيعَ مَا أَنْعَمَ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِ
مِنَ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَغَيْرِهِمَا إِلَى مَا خُلِقَ لِأَجْلِهِ (کتاب التعریفات ص ۵۶)
یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اسی مقصد کے لئے صرف کرنا جس کے لئے
وہ نعمتیں پیدا کی گئی ہیں شکر کہلاتا ہے۔

شکر کی اجمالی طور پر تین اقسام ہیں۔

شکرُ اللسان (زبان سے شکر ادا کرنا)

شکرُ الارکان (اعمال کے ذریعے شکر کرنا)

شکرُ الجنان (دل سے شکر کرنا کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے)

خوف

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ خوف کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: تَوَقُّعُ خُلُوفٍ مَكْرُوهٍ أَوْ لَوَاتٍ مَحْبُوبٍ یعنی کسی ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے یا کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کو خوف کہا جاتا ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ يَكُونُ الْخَوْفُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى بِمَعْرِفَةِ صِفَاتِهِ

یعنی بندے کو کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت خوف کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔ اسی مرتبے والوں کے حق میں فرمایا گیا اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (الفاطر ۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء (معرفت والے) ہی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں۔

ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کے لئے مناسب یہی ہے کہ خوف خدا کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو۔ نیز فرمایا صوفیاء کو خوف ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں اگر اسے کھودیتے ہیں تو نیچے اتر آتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ) حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف اور رجاء نفسوں کے لئے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تاکہ نفوس رعونت و تکبر اختیار نہ کریں۔

رجاء

قرآن حکیم میں ہے: اِنَّ الدِّينَ اَمْنٌوَالِدِّينَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُوْلٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ (البقرہ ۲۱۸) اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں اور اپنی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو اپنی رحمت کا امیدوار قرار دیا ہے۔

رجاء کے بارے میں صوفیاء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کے کرم کی امید کا نام رجاء ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام رجاء ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کا اظہار کرنا رجاء ہے بعض نے کہا جس نے اپنے نفس کو صرف رجاء پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے اپنے نفس کو صرف خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا لہذا انسان کو خوف و رجاء دونوں رکھنے چاہیں کیونکہ ایمان خوف اور امید کی درمیانی (ملی جلی) کیفیت کا نام ہے۔

فقر

فرمان باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (البقرہ ۲۷۳)

اس آیت میں فقراء کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ فقیر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

الْفَقْرُ فُخْرِيٌّ وَالْفَقْرُ مِئِيٌّ (الاسرار المرفوعہ ص ۱۶۶) یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ نیز فرمایا فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ (جامع ترمذی ۵۸/۲)

غرضیکہ صوفیاء کرام کے نزدیک اپنے وجود اضافی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے فنا کر کے مخلوق سے بے نیاز ہو جانے کا نام فقر ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے:

الْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ (مکتوبات سعیدیہ) یعنی دونوں عالم میں سواد الوجہ (روساہ) ہو جانا فقر ہے۔ سواد الوجہ سے مراد دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذات احدیت صرفہ میں محاور فنا ہو جانا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول الْفَقِيرُ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى نَفْسِهِ وَلَا إِلَى غَيْرِهِ (فقیر نہ اپنا محتاج ہوتا ہے

نہ غیر کا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فقر سے مراد وہ فقر ہے جس کو حضور اکرم ﷺ نے اپنا فقر قرار دیا ہے نہ کہ فقر مکب (ذلیل کرنے والا) جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

رضا

قرآن عظیم میں ہے: وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ (التوبہ ۷۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ نیز فرمایا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (التوبہ ۱۰۰) اس آیت میں رضا کو متبادل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حقیقی رضا کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہو جائے اور بندہ اللہ سے راضی ہو جائے تاکہ دونوں رضائیں متلازم اور مترابط ہو جائیں اور بندہ اللہ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔

حضور سرور دو عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتبہ رضا حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور درج ذیل دعا کے تکرار کا حکم فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا
وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُرَضِّيَهُ (ابوداؤد ۳۳۶)

یہ دعا پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔

(ماخوذ از الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۳۸ جلد دوم)

و طے مقامات عشرہ منوط باین تجلیات ثلثہ است تجلیء
 اور مقامات عشرہ کا طے کرنا ان تجلیات ثلاثہ سے متعلق ہے تجلی افعال ،
 افعال و تجلیء صفات و تجلیء ذات - و ازیں مقامات غیر از مقام
 تجلی صفات اور تجلی ذات ۱۶ - اور یہ مقامات مقام رضا کے
 رضا ہمہ وابستہ بتجلیء افعال و تجلیء صفات اند ، و مقام
 علاوہ سب تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا تجلی
 رضا منوط بتجلیء ذات است ، تعالیٰ و تقدس
 ذات سے مربوط ہے وہ بلند اور پاک ہے

۱۶ تجلیات ثلاثہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تجلی فعلی ، تجلی صفاتی ، تجلی ذاتی کی تعریفات
 و تفصیلات بیان کر دی جائیں۔

تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیتہ میں سے کسی صفت کے
 ساتھ متجلی پاتا ہے اس مشاہدے میں سالک سے حول و قوت اور فعل و ارادہ سلب
 ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو متصرف و جاری دیکھتا ہے۔ جیسا کہ
 حدیث قدسی كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ..... الخ
 سے عیاں ہے۔

تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے۔ علمائے

و بمحبت ذاتیہ کہ مستلزم مساوات ایلام محبوب است
 اور محبت ذاتیہ سے جو مستلزم ہے محبوب کی طرف سے ایلام (رنج) اور اس کے انعام
 بانعام اور نسبت بمحب - پس لاجرم رضا متحقق شود و
 کی مساوات کو محبت کے حق میں اس کے بعد لامحالہ رضا متحقق ہو جاتی اور ناپسندیدگی اٹھ
 کراہت برخیزد - وہمچنین بلوغ این جمیع مقامات بحد کمال
 جاتی ہے اور اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک رسائی تجلی ذاتی کے
 در وقت حصول تجلی ذاتی است کہ فنائے اتم وابستہ
 حصول کے وقت نصیب ہوتی ہے کیونکہ فنائے اتم اس (تجلی ذاتی) کے ساتھ
 بانست - اما حصول نفس مقامات تسعہ در تجلی افعال و
 وابستہ ہے لیکن نو مقامات کا نفس حصول تجلی افعال اور تجلی صفات میں ہو
 ماتریدیہ کے نزدیک امہات صفات آٹھ ہیں یہی حضرت امام ربانی قدس سرہ کا
 موقف اور کشف ہے آٹھویں صفت تکوین ہے ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے
 اور وہ یہ ہیں:

۱..... تکوین ۲..... حیات ۳..... علم ۴..... قدرت

۵..... ارادہ ۶..... سمع ۷..... بصر ۸..... کلام

جبکہ علمائے اشاعرہ کے نزدیک صفات ذاتیہ حقیقیہ سات ہیں صفت تکوین
 صفات ذاتیہ میں شامل نہیں یہی حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ کا مسلک
 اور کشف ہے۔

تجلی صفات است۔ مثلاً ہر گاہ قدرت او را سبحانہ بر خود جاتا ہے۔ مثلاً جب اس (حق تعالیٰ) سبحانہ کی قدرت کو اپنے اوپر اور تمام اشیاء و بر جمیع اشیاء مشاہدہ نماید، بے اختیار بتوبہ و انابت رجوع پر مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ اور انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خوف کند، و خائف و ترساں باشد، و ورع شیوہ خود سلازد، و بر تقدیرات کھاتا ہے اور لرزتا ہے اور ورع کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے اور اس کی تقدیر پر صبر کرتا اوصیر پیش گیرد، و بے طاقتی بگذارد۔ و چون مولائے نعم اورا اور بے طاقتی سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اور جب نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے

تجلی ذاتی

تجلی ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بلا واسطہ وارد ہوتی ہیں درمیان میں وسائط نہیں ہوتے گو وہ تجلیات عین ذات نہیں ہوتیں لیکن وہ تجلیات صفات سے بہت بالا ہوتی ہیں۔

اس تجلی میں سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی رہتا ہے۔ اسی فنایت کے بعد بقا باللہ کا مقام آتا ہے اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا ہے اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

تجلی آفاقی و انفسی

سالک جب سیر انفسی کے دوران ولایت مغربی (ولایت ظلیہ) کے مقام کے

داند، واعطا ومنع ازو شناسد، سبحانہ، ناچار در مقام شکر اور عطا کرنا اور روک لینا اسی سبحانہ سے جانتا ہے۔ لامحالہ مقام شکر میں آتا ہے آید، ودر توکل قدم راسخ نہد۔ وچوں عطوفت و مہربانی اور توکل میں راسخ قدم ہو جاتا ہے اور جب نرمی اور مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے متجلی شود در مقام رجا در آید، وچوں عظمت و کبریائی او تو مقام رجا میں آتا ہے اور جب اس کی عظمت اور کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ مشاہدہ نماید، ودنیا ئے دنی در نظر او خوار و بے اعتبار در آید اور کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتبار دکھائی دیتی ہے

ساتھ ممتاز ہوتا ہے تو وہ جو تجلی بھی دیکھتا ہے اپنی ذات میں دیکھتا ہے نیز معرفت یا حیرت بھی اپنی ذات میں ہی ملاحظہ کرتا ہے اور اس تجلی میں اس کی حیرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ عالم و جوہ کی بے کیف تجلی ہوتی ہے جو سالک کے عدم ادراک کی وجہ سے سبب حیرت بن جاتی ہے اس کو تجلی انفسی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو شش کرتا ہے کہ تجلی آفاقی (جو تجلی انفسی کا ظل ہے) منقطع ہو جائے کیونکہ جب تک تجلی آفاقی منقطع نہ ہو جائے فنا کا حاصل نہیں ہوتی اور جب فنا ناقص ہوگی تو بقا بھی ناقص ہوگی اس لئے کہ بقا بقدر فنا ہوا کرتی ہے اور فنائے مطلق و مطلق فنا میں فرق یہ ہے کہ فنائے مطلق، فنائے تام ہے اور مطلق فنا، فنائے ناقص ہے۔ فنائے مطلق میں سالک کو ماسوئی کا نسیان تام ہو جاتا ہے۔ اور اس کا لطیفہ اپنے مبداء فیض تک پہنچ جاتا ہے جبکہ مطلق فنا میں ایسا نہیں ہوتا۔ مولانا روم مست بادۂ قیوم علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

ناچار بے رغبتی در دنیا پیدا شود، و فقر اختیار کند، و زہد دیدن
 لاحالہ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور فقر اختیار کر لیتا ہے اور زہد
 خود گیرد، اما باید دانست کہ حصول این مقامات بتفہیل
 کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا
 و ترتیب مخصوص بسالک مجذوب است۔ و مجذوب
 حصول تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص
 سالک را طے ایس مقامات برسبیل اجمال است۔ چہ اورا
 ہے اور مجذوب سالک ان مقامات کو اجمالی طور پر طے کرتا ہے کیونکہ اس کو

بے فتنائے مطلق و جذب قوی

کے حریم وصل را محرم شوی

واضح ہو کہ عارف کا یہ شہود، سیر انفسی کے دوران ولایت صغریٰ (جس کو ولایت
 ظلیہ بھی کہتے ہیں) کے حصول کے وقت ہوتا ہے لیکن جس وقت عارف کمالات ولایت
 نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہود انفسی بھی ظلال مطلوب سے
 ایک ظل ہے اور مطلوب ابھی ماوراء ہے۔ (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۶)

مرتبہ وجوب

یہ مرتبہ صفات کلیہ کا جامع مرتبہ ہے اور دائرہ اصل سے تعلق رکھتا ہے یہ عارف
 کے لئے مشاہدے کا مقام ہے اور وہ اس رتبے میں صفات حقیقیہ ثنائیہ کی سیر کرتا ہے۔

عنایت ازلی گرفتار محبتی ساخته است، کہ بتفصیل آنہا نمی
 عنایت ازلی نے ایسی محبت میں گرفتار کیا ہے کہ ان (مقامات) کی تفصیل
 تواند پرداخت، در ضمن آن محبت زبدہٴ ایس مقامات، و
 میں پڑنا اس کے لئے ممکن نہیں۔ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات کا
 خلاصہٴ این منازل، بروجہ اتم اور ا حاصل ست۔ کہ صاحب
 لب لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل طور پر اسے حاصل ہے جو صاحب تفصیل
 تفصیل رامیسر نشدہ است۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔
 کو بھی میسر نہیں ہوتا اور سلامتی ہو اس (فخص) پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی
 ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت
 حظہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ
 (مسلم ۲/۳۵۵)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر سنتے تو یوں
 معلوم ہوتا جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

و جب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے کبھی صفات بدون
 تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات
 و مقدورات بعنوان جزئیت نظر آتی ہیں۔

قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو شہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفات مجردہ مشہود ہوتی ہیں ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قسم دوم

دوسری قسم کو شہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفت قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے علیٰ ہذا القیاس تمام صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں، سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم (شہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۱۲)



مِنَهَا - ۱۱

طالب را باید کہ اہتمام در نفی آلہء باطلہ آفاقی و طالب کو چاہئے کہ وہ آفاقی و انفسی باطل معبودوں کی نفی کا اہتمام انفسی نماید، و در جانب اثبات معبود حق، ہرچہ در کرے اور معبود برحق کے اثبات کے متعلق جو کچھ اس کے شعور اور وہم حوصلہ فہم و وہم اور آید، آنرا نیز در تحت نفی داخل کے حوصلہ میں آئے اسے بھی نفی کے نیچے داخل کرے اور اسی کی سازد، و اکتفا بموجودیت آن نماید۔ اگرچہ وجود موجودیت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس مقام پر وجود راہم دران موطن گنجائش نیست۔

کی بھی گنجائش نہیں۔

۱۔ طالب حق کو نصیحت

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ طالب راہ حقیقت کا مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے آفاقی اور انفسی (خواہشات نفسانیہ) معبودان باطلہ اور وہم و خیال اور مراقبات و واقعات کے دوران مشاہدہ ہونے والے سب باطل معبودوں کی نفی کرنا چاہئے، اہل ہوا و نفس کا نفسانی خواہشات

کو معبود قرار دینا آیت کریمہ اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ سے ثابت ہے ان سب الٰہیہ باطلہ کو ساقط الاعتبار سمجھ کر لا کی تیغ سے نفی کرنا چاہئے تاکہ اِلَّا اللّٰہ کے ذریعے معبود حقیقی جل سلطانہ کا اثبات ہو سکے۔

تاب‌جاذوب لائروپی راه

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ سالک ہر ماسوی اللہ کی نفی کرے اسی لئے صوفیاء نفی اثبات کے ذکر کے دوران لا موجود الا اللہ کے تصور سے بھی ذکر کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔

ماورائے وجود باید طلبید۔ علمائے اہل سنت زیبا گفتہ
 (ذات حق کو) وجود سے ماوراء تلاش کرنا چاہئے ۱۔ علمائے اہل سنت
 اند کہ وجود واجب تعالیٰ زائد است بر ذات اوسبحانہ۔
 نے خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود زائد ہے اس سبحانہ کی ذات
 وجود را عین ذات گفتن، وورائے وجود، امر دیگر اثبات
 پر۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود سے وراہ کسی دوسری بات کا
 ناکردن، از قصور نظر است۔
 اثبات نہ کرنا نظر کا قصور ہے۔

۲۔ حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ طالب کو فصیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق
 تعالیٰ کو وجود سے بھی ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور وجود اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مشائخ
 نقشبندیہ اسماء و صفات کا سبق نہیں دیتے بلکہ پہلے روز ہی اسم ذات کی تعلیم دیتے ہیں۔
 دراصل وجود عین ذات نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے
 جو قائم بالذات اور زائد علی الذات ہے

حضرت امام ربانی کا موقف

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مقام پر رقمراز ہیں:
 واجب تعالیٰ کا وجود جمہور متکلمین کے نزدیک اس کی ذات غرض شانہ، پرزائد
 ہے اور حکماء..... اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیاء کے نزدیک، یہ

وجود عین ذات ہے اس فقیر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ..... برخلاف باقی موجودات کے، کہ وہ سب وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ (معارف لدنیہ معرفت ۱۴)

یاد رہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا مؤقف یہ ہے کہ جس طرح ذات اور صفات ایک دوسرے کا عین ہیں ایسے وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین ہیں یعنی کائنات اور ذات (اللہ) ایک ہے یہی حضرت ابن العربی قدس سرہ کے نظریہ وحدت الوجود کی بنیاد ہے۔

جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مؤقف یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین نہیں۔ وجود میں کثرت ہے اور موجود میں وحدت ہے اور وہ ذات حق ہے اس لئے وحدت الوجود کی بجائے اگر وحدت الموجود کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے۔ اسی کو حضرت امام ربانی کا پیش فرمودہ نظریہ تو حید ”وحدۃ الشہود“ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی کا مؤقف یہ ہے کہ وجود واحد کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک ایک وجود کے سوا کچھ نظر نہ آنا یہ نظر کا قصور ہے کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں جیسے کہ جب آسمان ابر آلود ہو تو آفتاب نظر نہیں آتا لیکن ہوتا ہے چونکہ غلبہ شہود کی بنا پر کوئی شئی نظر نہیں آتی۔ جیسے سورج کی روشنی کے سامنے ستارے وغیرہ ماند پڑ جاتے ہیں ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کی موجودیت کا سورج سالک کو مشہود ہوتا ہے تو وجود کائنات ہونے کے باوجود نظر نہیں آتا اسی کو وحدت شہود کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے پہلے کشفی طور پر جمہور متکلمین اہلسنت کے عقیدہ کو ثابت کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ زائد علی الذات

ہے اب جامع شریعت و طریقت حضرت شیخ علاؤ الدولہ کا قول پیش فرما رہے ہیں۔
 قول ملاحظہ ہو ”فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُودِ عَالَمِ الْمَلِكِ الْوُدُودِ“، یعنی شہنشاہِ
 ودود جلن سلطانہ کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے۔

مذکورہ قول گرامی میں وجود اور ودود کو ہم وزن تین جملہ کیلئے لایا گیا ہے
 مطلب یہ ہے کہ وجود کائنات، ذات ودود جلن سلطانہ کا عین نہیں بلکہ ذات ودود (حق
 تعالیٰ) کا عین کہنا ہمہ اوست ہے حضرت شیخ علاؤ الدولہ نے اس نظریہ کے مقابلے
 میں ہمہ از اوست کا نظریہ پیش فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک
 نہیں بلکہ کائنات ذات کے اسماء و صفات کے ظلال کا مظہر ہے بعد میں حضرت امام
 ربانی نے اس نظریہ کو کشف و تحقیق کے ذریعے مؤید و مؤکد فرمایا جس کی کما حقہ آج
 تک کوئی تردید نہیں کر سکا۔

قال الشيخ علاء الدولة "فوق عالم الوجود عالم الملك الودود"
حضرت شیخ علاء الدولہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملک وودود کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے

۲۔ حضرت شیخ علاء الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد اور کنیت ابوالمکارم ہے اور آپ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کے لقب سے مشہور ہیں آپ ۶۵۹ھ میں متولد ہوئے۔ آپ کی اصل سلاطین سمنان سے ہے پندرہ سال کی عمر میں سلطان وقت کے دربار سے وابستہ ہوئے دوران جنگ جب سلطان دشمن سے نبرد آزما تھا کہ آپ میں جذب کی کیفیت پیدا ہو گئی آپ ترک تعلق کر کے حضرت شیخ نور الدین عبدالرحمان کسرتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے جنہیں طریق سلوک کے امام ہونے کی وجہ سے کشف و دقائق پر پورا اکمال حاصل تھا۔ آپ نے خانقاہ سکاکیہ میں سولہ سال بسر کیے آپ اپنے دور کے بہت بڑے شیخ اور علوم شریعت و طریقت کے امام تھے علوم ظاہری و باطنی میں اپنے زمانے کے پیشوا تھے حضرت ابن العربی کے نظریہ وحدت الوجود پر آپ نے ان کی شدید مخالفت فرمائی دراصل ابتداء میں آپ نے ہی توحید شہودی کے شرعی معارف و دقائق کو بیان فرمایا تھا۔

حضرت امام ربانی، حضرت ابن العربی کے علوم توحید کے مقابلے میں حضرت شیخ موصوف کے علوم و معارف توحیدی کے ساتھ متفق ہیں البتہ اتنا ضرور ہے کہ حضرت شیخ سمنانی، حضرت ابن العربی پر ملامت کرتے ہیں حضرت امام ربانی ان پر ملامت نہیں کرتے کیونکہ کچھ عرصہ آپ حضرت ابن العربی کے معارف توحیدی کے قائل رہے ہیں بلکہ برہنائے خوش اعتقادی تاویل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معارف حضرت ابن عربی کے احوال ہیں نہ کہ عقائد نیز ان کی خطائے کشفی کو خطائے

اجتہادی کی مانند قرار دیتے ہیں۔

حضرت شیخ سمنانی نے حضرت ابن العربی کے شریعت مطہرہ سے بظاہر متصادم علوم و معارف کے متعلق سخت اختلاف کے باوجود ان کی بزرگی اور ان کے روحانی کمال کا اعتراف بھی فرمایا ہے اس لئے آپ انہیں **أَيُّهَا الصِّدِّيقُ، أَيُّهَا الْمُقَرَّبُ، أَيُّهَا الْوَلِيُّ** جیسے القابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

ایک درویش نے حضرت شیخ سمنانی سے دریافت کیا کہ حضرت ابن العربی نے خدا کو جو وجود مطلق کہا ہے کیا قیامت کے روز ان سے اس بات پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا میں اس قسم کی باتوں کو بالکل اپنی زباں پر نہیں لانا چاہتا کاش وہ ایسا نہ کہتے کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں لیکن جب کہہ دی گئی تو پھر اس کی تاویل کرنا ضروری ہے تاکہ درویشوں کے دل میں شبہات پیدا نہ ہوں اور وہ بزرگوں کے بارے میں بے اعتقاد نہ ہوں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام عمداً گناہ کے صدور سے معصوم ہیں اور اولیاء عظام گناہ کی ذلت سے محفوظ! رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ **أَنْ تَغْفِرَ اللَّهُمَّ فَاغْفِرْ جَمْعًا وَ أَيْ عَبْدُكَ لَا إِلْمًا** یعنی اے پروردگار بخشا ہے تو سب کو بخش دے تیرا کونسا بندہ ہے جو گناہ گار نہیں ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ خود کو مجرم اور قصور وار نہ سمجھے۔ (نجات الانس)

آپ کا وصال ۷۷ سال شب جمعہ ۲ رجب ۷۳۶ھ صوفی آباد میں ہوا۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ایس درویش را، چون از عالم وجود بالا گذرانید ند تا چند گاہ
 اس درویش کو جب عالم وجود سے بالا گذارا گیا؟ جتنا عرصہ مغلوب الحال
 کہ مغلوب حال بود خود را از روئے علم تقلیدی از اہل اسلام
 رہا اپنے آپ کو علم تقلیدی کے اعتبار سے اہل اسلام میں شمار کرتا
 می شمرد بالجملہ ہرچہ در حوصلہ ممکن در آید بطریق
 رہا۔ المختصر جو ممکن کے حوصلہ (شعور) میں آتا ہے وہ بطریق
 اولی ممکن شاید۔

اولی ممکن ہی ہوگا۔

حضرت امام ربانی اور عالم وجود

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بھی ابتدائے سلوک میں غلبہ حال کی
 بنا پر وجود کو عین موجود قرار دیا تھا مگر جب آپ کو عالم وجود سے اوپر عروج نصیب ہوا
 تو آپ نے اس قول سے رجوع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا۔
 ابتدائے سلوک میں عالم وجود سے وراء روحانی سیر سے قبل آپ کا اسلام
 تقلیدی تھا۔ دراصل اسلام کی دو قسمیں ہیں۔

اسلام تقلیدی اور اسلام تحقیقی

فتائے ذات اور تزکیہ نفس سے پہلے سالک کا اسلام تقلیدی ہوتا ہے اس قسم
 کے اسلام کے زائل ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ فتائے ذات اور تزکیہ نفس مقام
 مشاہدہ تک رسائی کے بعد سالک اسلام تحقیقی سے بہرہ یاب ہوتا ہے اسلام کی یہ قسم ہر
 قسم کے زوال سے محفوظ ہوتی ہے۔

فسبحان من لم يجعل للخلق اليه سبيلا الا بالعجز عن معرفته -

پس پاک ہے وہ ذات جس نے نہیں بنائی کوئی راہ مخلوق کیلئے اپنی طرف ماسوائے گمان نکنند کہ ازیں فنا فی اللہ وبقا باللہ ممکن واجب گردد اپنی معرفت سے عجز کے ہگمان نہیں کرنا کہ اس فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ممکن واجب ہو گیا

۵ حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی کا جدا جدا موقف

اگر کائنات اور ذات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن واجب ہو گیا اور واجب ممکن ہو گیا حالانکہ ممکنات اور کائنات کے ظرف میں جو کچھ آئے گا وہ محدود اور مقید ہو جائے گا اور واجب تعالیٰ حدود و قیود اور ثغور سے وراہ ہے فلہذا جو محدود ممکن میں آئے گا وہ بدرجہ اتم محدود اور ممکن ہوگا لہذا حق تعالیٰ ممکنات اور کائنات کی حدود سے وراہ اور پاک ہے اس لئے سالک کو واجب تعالیٰ کا جتنا بھی قرب نصیب ہوگا وہ اتنا ہی ذات کی کنہہ یافت اور ادراک کی معرفت سے قاصر اور عاجز آ جائے گا حضرت ابن العربی اور حضرت امام ربانی کا معرفت ذات کے متعلق اختلاف ہے حضرت ابن العربی کا موقف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ممکن ہے بایں معنی کہ سالک کو ذات کا علم اور ادراک حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ نے خود کہا ہے کہ ہمیں ذات کا علم و ادراک ہے اور العجز عن درک الادراک ادراک کے قائلین کو جاہل قرار دیا ہے۔ (فصیحہ)

پس چون ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراک
پس جب ممکن واجب نہیں ہو سکتا تو واجب تعالیٰ کے ادراک سے درماندگی

واجب تعالیٰ نصیب ممکن نباشد

کے سوا ممکن کو کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چین

عنقا کسی کے شکار میں نہیں آتا جال اٹھا لو۔

کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

کیونکہ اس جگہ ہمیشہ ہوا ہاتھ میں آتی ہے جال کے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ بندے کے لئے ذات کی
کنہہ کا ادراک ممکن نہیں اور ذات کی معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی کا
اعتراف و اقرار کر لیا جائے اور الْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِذْرَاكِ کے قائل
کی طرف جہالت کی نسبت کرنا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ حضرت سیدنا ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے جو اس امت کے سب سے پہلے صوفی، عارف
اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ شتان بینہا ان دونوں نظریوں میں کس قدر
فرق ہے۔

چہ آن محال است ، ومستلزم قلب حقائق - بلند ہمتی
 کیونکہ یہ محال ہے اور قلب حقائق کو مستلزم ہے بلند ہمتی کا
 ہمیں طور مطلب رامی خواہد کہ ہیچ از و بدست نیاید،
 تقاضا یہی ہے کہ کچھ پتہ اس (ذات حق) کا ہاتھ نہ آئے اور
 وہیچ نام و نشان از و پیدا نشود۔
 اس (ذات) کا کوئی نام و نشان ظاہر نہ ہو۔

۶ حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک سوال کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا
 سالک فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد اللہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی قدس
 سرہ کا قول ہے فَوَلَقْنَا يَكُونُ الْعَبْدُ رَبًّا لَا مَشْكَبَ (فصوص الحکم کلامیہ)
 حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ فنا اور بقا کے بعد ممکن واجب نہیں ہوتا
 بندہ، خدا نہیں بنتا بلکہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد بھی بندہ، بندہ ہی رہتا ہے اور اللہ،
 اللہ ہی رہتا ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ ممکن واجب ہو جائے ورنہ قلب حقائق لازم آتا
 ہے۔ البتہ فنا و بقا کے بعد بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔
 جب فنا و بقا کے بعد ممکن، ممکن ہی رہتا ہے اور واجب، واجب ہی رہتا ہے تو
 ممکن (سالک) کو واجب کے ادراک سے عاجز آنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا
 اس لئے عینیت کے قول سے اجتناب کرنا چاہئے اور ذات حق جل سلطانہ کو ممکنات
 اور کائنات سے وراء ڈھونڈنا چاہئے۔

جمعے ہستند کہ مطلبے می خواہند ، کہ آن را عین خود یا
ایک جماعت ایسی ہے جو دوسرا مطلب لینا چاہتی ہے وہ یہ کہ اس (ذات) کو اپنا عین

بند، و قرب و معیت باو پیدا سازند

پاتے ہیں اور اس کے ساتھ قرب اور معیت پیدا کرتے ہیں۔ ۷

آن ایشانند و من چنینم یارب

وہ کہاں اور میں کہاں یارب

تیری تلاش میں پھروں جنگل پہاڑ دشت میں
نہ ہی تیرا پتہ چلا نہ ہی تیری نشانیاں
کیونکہ ذات کی معرفت ایک ایسا بھنورا اور گرداب ہے جس میں ہزاروں کشتیاں
غرق ہو گئیں کہ آج تک ان کا کوئی اتا پتا بھی نہیں چل سکا۔

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

۷ مسئلہ عینیت

صوفیاء کا ایک گروہ ممکن کو واجب قرار دے کر عینیت کا قول کرتا ہے جیسا کہ
حضرت ابن العربی قدس سرہ کا قول ہے۔

فَأَنْتَ عَبْدٌ وَأَنْتَ رَبٌّ..... وَأَنْتَ رَبٌّ وَأَنْتَ عَبْدٌ

یعنی تو ہی بندہ ہے اور تو ہی رب ہے..... اور تو ہی رب ہے اور تو ہی بندہ ہے

لہذا انہوں نے وجود کو حقیقت واحدہ قرار دے کر کہا کہ چونکہ کوئی شئی اپنی ذات
کی ضد نہیں ہوتی پس حق تعالیٰ ہی رہا کوئی دوسری چیز نہ رہی اس لئے نہ کوئی ملا ہوا رہا

اور نہ ہی کوئی جدا ہونے والا رہا۔ جیسا کہ فصوص الحکم میں ہے فَإِنَّ الْوُجُودَ حَقِيقَةٌ
وَاحِدَةٌ وَالشَّيْءُ لَا يُضَادُّ نَفْسَهُ

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْحَقُّ لَمْ يَبْقَ كَائِنٌ
فَمَا لَمْ يَمْوُضُولٌ وَمَا لَمْ يَبَائِنٌ

(کلمہ اسماعیلیہ)

عینیت کی بنا پر ہی قرب و معیت ذاتی زمانی و مکانی کا قول کیا جاتا ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک قرب و احاطہ و معیت ذاتی
نہیں بلکہ علمی ہے اور یہی علمائے اہلسنت و جماعت کا موقف ہے جو فصوص الحکمت سے
ثابت ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَقَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اور إِنَّ اللَّهَ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سے عیاں ہے۔

مِنَهَا - ۱۲

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ
حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ مشائخ میں
اند کہ آئینہ ہریک از مشائخ را دو جہت ست و آئینہ
سے ہر کسی کے آئینہ کی دو جہتیں ہیں اور میرے آئینہ کی

مراشش جہت

چھ جہات ہیں ۔

۱۔ جہات قلب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں امام الطریقہ غوث الخلیفہ حضرت شاہ
نقشبند بخاری قدس سرہ الساری کے ایک ارشاد گرامی کی توضیح فرما رہے ہیں کہ حضرات
نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین کے آئینہ (قلب) کی دو جہتیں ہوتی ہے جبکہ میرے آئینہ کی جہتیں چھ ہیں۔
لفظ ”مانا“ فارسی زبان میں دو معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے ایک شائد کے معنی
میں اور دوسرا یقینا کے معنی میں اگر شاید کا معنی لیں تو اس میں تھوڑا سا شبہ پایا جاتا ہے
اور جب یقین کے معنی میں لیں تو شبہ ساکت ہو جاتا ہے بات یقینی ہو جاتی ہے زیر نظر
منہا میں یقین کا پہلو ہی غالب ہے اس لئے ”مانا“ کا معنی یہاں یقیناً ہی لیا جائے گا۔
طریقت نقشبندیہ کے خلفاء میں سے کسی خلیفہ نے بھی حضرت خواجہ بزرگ

کے اس کلمہ قدسیہ کے متعلق اشارۂ یا کنایۂ، اجمالاً یا تفصیلاً کوئی کلام نہیں کی عدم فہم کی وجہ سے خاموش رہے۔

کسر نفسی اور عاجزی کے طور پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے آپ کو قلیل البہاءۃ تحریر فرمایا ہے جس سے مراد، دلوں ہمت، کم علم اور بے عمل وغیرہا مفہوم ہوتا ہے جبکہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نے آپ کے متعلق کثیر العلم اور قوی العمل لکھائے آپ کے علم و عمل کا زمانہ معترف ہے جس پر آپ کی تصانیف لطیفہ اور مکتوبات شریفہ شاہد عادل ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے استاد گرامی حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی لکھا یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور کے جلیل القدر، علماء، فضلاء، صوفیاء، اقطاب و اغیاث کے لحاظ و ماویٰ تھے۔ کس قدر عالی ظرف اور عظیم وہ لوگ تھے جو علم و فضل اور تقویٰ و عمل کے لحاظ سے پہاڑ تھے۔ مگر ازراہ عجز و انکسار خود کو فقیر، حقیر پر تقصیر اور قلیل البہاءۃ وغیرہا جسے الفاظ اور القاب سے نوازتے تھے کہ کہیں شیطانی تصرفات اور نفسانی خواہشات راہ راست سے ہٹانہ دیں آپ کا یہ انداز تحریر موجودہ دور کے ارباب علم و فضل کے لئے سبق آموز ہیں ورنہ علم و فضل کی وجہ سے انسان کے اندر تکبر، رعونت، خود پسندی، دعویٰ و تعالیٰ جیسے روحانی و اخلاقی امراض جنم لیتے ہیں جو روحانیت کے حصول اور بارگاہ قدس تک وصول کیلئے حجاب اکبر کا باعث ہوتے ہیں

العیاذ باللہ سبحانہ بقول کے

علم را بر تن زنی مارے بود	علم را بر دل زنی یارے بود
صد کتب صد ورق در تار کن	روئے دل را جانب دلدار کن

مانا کہ اس کلمہء قدسیہ را تا اس زمان ہیچ یکے از خلفائے یقیناً اس پاکیزہ کلمہ کو اس وقت تک اس بزرگ خانوادہؑ کے خلفاء میں سے کسی اس خانوادہ بزرگ بیان نکرده است، بلکہ باشارہ و رمز ہم ایک نے بھی بیان نہیں کیا بلکہ اشارہ اور کنایہ سے بھی اس بارے میں دران باب سخن نراندہ۔ اس حقیر قلیل البضاعۃ راچہ رسد کہ بات نہیں کی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس (کلمہ فرمودہ) کی در شرح آن اقدام نماید و در کشف آن، زبان کشاید۔ اما چون شرح میں پیش دتی کرے اور اس کے کشف میں زبان کھولے۔ لیکن جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بمحض فضل خویش سراپا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس معما کا راز اس معمارا برائیں حقیر بکشود، و حقیقت آن کما ینبغی وانمود، حقیر پر کھول دیا اور اس کی حقیقت جیسا کہ چاہیے تھی ظاہر کر دی،

۲ عنایت رحمانی بر حضرت امام ربانی

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جلیل القدر خلفائے نقشبندیہ نے اس کلمہ قدسیہ کی شرح بیان نہیں فرمائی تو مجھ قلیل البضاعۃ کی کیا مجال کہ اس کی شرح تحریر کروں مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس لایسحل عقدہ کے راز کو میرے قلب پر القاء فرمادیا ہے اس لئے اب میں اس پوشیدہ راز کو سلک تحریر میں پرورہا ہوں۔

بخاطر ریخت کہ ایس ڈر ممکنون را بہ بنان بیان در
 دل میں آیا کہ اس گوہر پوشیدہ کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں
 سلك تحریر کشد، وبزبان ترجمان در حیز تقریر آرد۔
 پرو دے اور زبان ترجمان کے ساتھ تقریر کے مقام میں لے آئے
 بعد از ادائے استخارہ شروع در ان باب نمودہ آمد۔ والمسئول
 استخارہ کرنے کے بعد اس باب میں شروع ہوا اور اللہ سبحانہ سے استدعا ہے کہ وہ

من اللہ سبحانہ العصمة والتوفیق

غلطی سے بچائے اور حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ۳

۳ بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ جب ان پر کوئی کشف، واقعہ یا خواب میں کوئی
 پوشیدہ اسرار کھلتے ہیں تو انہیں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنے یا احاطہ تحریر میں لانے سے
 قبل استخارہ کرتے ہیں جب استخارہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم ہو جائے تو اس راز کو بیان
 کر دیتے ہیں پس پردہ حکمت یہ کار فرما ہوتی ہے کہ اس میں بے شمار انسانوں کی ہدایت
 و رہنمائی کا ذریعہ پنہاں ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز استخارہ کے بعد
 حق تعالیٰ سے غلطی سے بچنے اور اس راز کے کھولنے کی طاقت و استعداد مانگ رہے ہیں۔

باید دانست کہ مراد از آئینہ ، قلب عارف ست کہ
 جاننا چاہئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا دل ہے جو برزخ ہے روح
 برزخ ست بین الروح والنفس ، وازدوجہت ، جہۃ
 اور نفس کے درمیان اور دو جہت سے جہت
 روح وجہۃ نفس مراد داشتہ اند۔

روح اور جہت نفس مرادلی ہے۔ ۴

۴ حضرت امام ربانی اور آئینہ قلب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس کلمہ قدسیہ کی شرح کرتے ہوئے
 رقمطراز ہیں کہ آئینہ سے مراد عام لوگوں کا قلب نہیں بلکہ قلب عارف مراد ہے اور
 عارف کا قلب روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔

برزخ اس دورخ حجاب اور پردے کو کہا جاتا ہے جو ایک طرف سے لیتا اور
 دوسری طرف دیتا ہے۔

جیسا کہ حضور اکرم ﷺ امکان اور وجوب ، خالق اور مخلوق کے درمیان حجاب
 اور برزخ ہیں آپ جہت نورانیت کے اعتبار سے حق تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں اور
 جہت بشریت کے اعتبار سے مخلوق کو فیض دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو برزخ
 البرازخ اور برزخ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

۵ ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مژد کا

ایسے ہی دیگچی میں پانی ڈال کر گرم کرنے کیلئے جب اسے چولہے پر رکھ

دیا جاتا ہے تو دیکھی گچی کا نچلہ حصہ (تلہ) پانی اور آگ کے درمیان برزخ کا کام کرتا ہے آگ سے حرارت وصول کر کے پانی کو حرارت دیتا ہے یونہی قلب، روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے یعنی جو فیض روح پر نازل ہوتا ہے قلب اس فیض کو روح سے لے کر نفس کو دیتا رہتا ہے۔

قلب صنوبری

مضغہ گوشت کو قلب صنوبری بھی کہا جاتا ہے قلب صنوبری قلب نوری کیلئے ظرف کی مانند ہے جو بشری کثافت اور گناہوں کی غلاظت کی وجہ سے کثیف اور غلیظ ہو جاتا ہے اور نفس، اپنی فطری شرارت اور قلبی مجاورت کی وجہ سے بھی شریر اور کثیف ہے تو قلب عارف مصفی اور مزکی ہونے کی بنا پر مضغہ گوشت اور نفس دونوں کو فیض دے کر لطیف بناتا رہتا ہے۔ یوں قلب عارف روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے۔

یہاں مشائخ سے مراد مطلق مشائخ ہیں یعنی دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کے ساتھ ساتھ مشائخ نقشبندیہ بھی مراد ہیں۔ کیونکہ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ قدس جل سلطانہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور وہ مقام مقام محبوبیت ہے اس لئے کہ یہ راز حضرت شاہ نقشبند پر کھلا اور آپ کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پر کھلا۔

مشائخ جب واصل باللہ ہوتے ہیں تو وصل کے متعدد درجات میں سے مقام قلب کے درجہ پر پہنچ کر آمینہ قلب کی دو جہتیں (روح اور نفس) منکشف ہو جاتی ہیں تو قلب سے مناسبت رکھنے والے دو جہتوں کے علوم و معارف روح اور نفس پر وارد ہوتے ہیں بخلاف ”حضرت شاہ نقشبند“ کے طریقہ کہ جس کے متعلق آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ”مانہایت رادر بدایت درج ساختم“ یعنی جہاں مشائخ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے نقشبندیوں کی ابتدا ہوتی ہے مگر جزوی طور پر معنی ہے۔

پس مشائخ را در وقت وصول بمقام قلب ہر دو جہت آن پس مشائخ کو مقام قلب میں وصول کے وقت اس کی دو جہتیں منکشف منکشف می گردد، وعلوم و معارف آن ہر دو مقام کہ مناسب ہو جاتی ہیں اور ان دو مقاموں کے علوم و معارف جو قلب کے ساتھ قلب است فائض می شود بخلاف طریقے کہ حضرت خواجہ مناست رکھتے ہیں فائض ہوتے ہیں بخلاف اس طریقے کے کہ حضرت خواجہ جس باں ممتازند، و نہایت دران موطن در بدایہ مندرج است، کے ساتھ ممتاز ہوئے ہیں اور نہایت اس مقام میں ابتداء میں درج ہے کہ قلب آئینہ قلب را دران طریق شش جہت پیدا می شود۔ کے آئینہ کی اس طریقہ میں چھ جہتیں ظاہر ہو جاتی ہیں

۵۔ سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب

سلسلہ نقشبندیہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہیں۔ اکابرین طریقت نقشبندیہ پر یہ امر منکشف ہوا ہے کہ انسان جن چھ لطائف سے مرکب ہے وہ سب قلب میں مندرج ہیں۔

چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطیفے (قلب، روح، سر، خفی، اور اعلیٰ) اور عالم خلق کا لطیفہ نفس ہے عالم خلق کے بھی پانچ لطیفے ہیں نار، خاک، باد اور آب چونکہ چار لطیفے اکیلے نفس میں مندرج ہوتے ہیں۔ طے سلوک کے دوران لطیفہ نفس کے ضمن میں باقی چاروں لطائف (نار، خاک، آب، باد) طے کروادیتے ہیں چونکہ

بیانِش آن ست کہ برا کابر ایس طریقہ علیہ منکشف
 اس کا بیان یہ ہے کہ اس بلند طریقہ کے اکابر پر منکشف کیا گیا ہے
 گردانیدہ اند کہ ہرچہ در کلیۃ افراد انسانی ثابت ست، از
 کہ جو کچھ افراد انسانی کی کلیت میں ثابت ہے چھ لطائف
 لطائف ستہ در قلب تنہانیز متحقق ست، از نفس و قلب
 سے تھا قلب میں بھی متحقق ہے نفس، قلب، روح،
 و روح و سر و خفی و اخفی

سر، خفی اور اخفی سے

طریقۂ نقشبندیہ میں پہلے عالم امر کے لطائف طے کروائے جاتے ہیں اس کے
 دوران ہی عالم خلق کے لطائف میں طہارت اور لطافت آ جاتی ہے۔ لطیفہ نفس کو علیحدہ
 طے کروایا جاتا ہے تاکہ تزکیہ کامل ہو جائے عالم امر کے پانچ لطیفے سینے میں ہیں۔ اور
 لطیفہ نفس پیشانی میں ہے بعض بزرگوں کے نزدیک لطیفہ نفس زیر ناف ہے حضرت امام
 ربانی قدس سرہ نے تطبیق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لطیفہ نفس کے قدم زیر ناف ہوتے
 ہیں اور اس کا سر انسان کی پیشانی میں ہوتا ہے۔

عالم خلق اور عالم امر کے جملہ لطائف انسان میں ہوتے ہیں خواہ وہ مومن ہو یا
 کافر خواہ ان میں طہارت، نفاست، لطافت اور فتانیت آئے یا نہ آئے۔

غرضیکہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں وہ چھ لطائف
 میرے قلب میں چھ جہتیں بن کر جلوہ گر ہیں۔

چھ لطائف سے مراد قلب، روح، سر، خفی، انہی اور نفس ہیں۔ جو خواجہ نقشبند

کہ از شش جہت این شش لطیفہ مراد داشتم اند۔ پس جو چہ جہات ہیں یہ چہ لطائف مراد لئے ہیں۔ پس تمام مشائخ کی سیر ظاہر سیر سائر مشائخ بر ظاہر قلب ست، و سیر این بزرگواران قلب پر ہے اور ان بزرگوں کی سیر باطن قلب میں ہے اور اس سیر کے ذریعے در باطن قلب۔ و بایں سیر با بطن بطون آن می رسند، اس کے (قلب) ابطن بطون تک پہنچ جاتے ہیں

قدس سرہ العزیز کی برکت سے نقشبندی فقیر کو تنہا قلب کے ضمن میں طے کروادیئے جاتے ہیں۔

دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام جن کے آئینہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر ظاہر قلب تک ہی ہوتی ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ کے درویش جن کے آئینہ قلب کی چہ جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر قلب کے باطن میں ہوتی ہے۔

اَبْطَنُ، اَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفصیل کا صیغہ ہے جس میں دوسروں کی نسبت زیادتی پائی جاتی ہے ابطن کا معنی سب سے زیادہ باطن (پوشیدہ) ہے یعنی ایک ہے قلب کا باطن اور ایک ہے اس باطن کے باطن کا بھی باطن جسے قلب قلب کہا جاسکتا ہے اور باطن القلب سے آگے ابطن بطون ہے نقشبندی درویش کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ الصمد کی بدولت دوران سلوک جب باطنی طیر اور روحانی سیر نصیب ہوتی ہے تو وہ قلب کے باطن سے لے کر ابطن بطون تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں مقام قلب سے مناسبت رکھنے والے ان چھ لطیفوں کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف ہو جاتے ہیں۔ والحمد لله علی ذالک

وعلوم و معارف میں ہر شس لطیفہ در مقام قلب منکشف
 لیکن یہ وہی علوم ہیں جو مقام قلب کے مناسب ہیں اور چھ لطیفوں میں سے ہر ایک
 می گردند، اما علوم سے کہ مناسب مقام قلب اند۔ این
 کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف ہو جاتے ہیں یہ ہے بیان حضرت
 است بیان کلمہ قدسیہ حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ
 خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے کلمہ قدسیہ کا اس حقیر کو اس مقام میں ان بزرگوں
 سرہ۔ این حقیر را دریں مقام ببرکت این بزرگواران مزید
 کی برکت سے اور زیادہ تدقیق، تحقیق کے بعد حاصل ہے ۵ اور آیت
 بر مزید است، و تدقیق بعد تحقیق و بحکم کریمہ ”واما
 کریمہ“ واما بنعمة ربك فحدث“ کے مصداق اس سے مزید ایک
 بنعمة ربك فحدث“ رمزے ازاں مزید و اشارتے ازاں تدقیق
 رمز اور اس تدقیق سے ایک اشارہ بیان کرتا ہوں اور اسی (اللہ) سبحانہ
 می نماید۔ ومنه سبحانه العصمة والتوفيق۔ بدانکہ قلب قلب
 سے عصمت اور توفیق کا خواستگار ہوں۔ جاننا چاہئے کہ قلب کا قلب بھی
 نیز متضمن لطائف است بر قیاس قلب۔
 لطائف کو شامل ہے قلب پر قیاس کرتے ہوئے۔

۵ حضرت امام ربانی پر قلب قلب کے اسرار کھلے ہیں
 حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز کے قول گرامی کی شرح تحریر کرنے کے بعد

لیکن قلب در قلب بواسطہٗ تنگی دائرہ یا سرِ دیگر دو
 لیکن قلب میں دائرہ کی تنگی کے واسطہ سے یا کسی اور راز کی وجہ سے مذکورہ
 لطیفہ از لطائف ستہ مذکورہ بطریق جزئیۃ ظاہر نمی
 چھ لطائف میں سے دو لطیفے جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ لطیفہ نفس
 شوند۔ لطیفہ نفس و لطیفہ اخفی۔ و کذا الحال فی القلب
 اور لطیفہ اخفی ہیں یہی حال ہے اس قلب میں جو تیسرے مرتبے میں ہے مگر ظاہر نہیں
 الذی فی المرتبة الثالثة إلا أنه لا يظهر فيه الخفی ایضاً
 ہوتا اس میں (لطیفہ) خفی بھی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خواجگان نقشبندیہ قدس
 اللہ اسرارہم کی توجہات قدسیہ کی برکت سے ابطن بطون سے بھی مزید بر مزید علوم و
 معارف عطا فرمائے گئے ہیں اور آپ کے کلمہ قدسیہ کے حقائق کشفی طور پر عیاں ہوئے
 ہیں اور جب وقت نظر کے ساتھ حقائق کے سمندروں میں مزید غواصی کی تو بار یک
 دقائق اور پوشیدہ اسرار کے موتی اور بھی میرے ہاتھ لگے اس لئے تحدیثِ نعمت کے
 طور پر ان مخفی رازوں کو بیان کر رہا ہوں کَلَامُنَا اِشَارَةٌ وَبَشَارَةٌ کے مصداق ہم
 اشاروں اشاروں میں اپنے درویشوں کو خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

۵..... دیگر مشائخ کرام کو ظاہر قلب تک سیر نصیب ہوئی اور حضرت شاہ نقشبند کو باطن
 قلب تک رسائی نصیب ہوئی اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز پر خواجگان نقشبندیہ
 کے طفیل قلب قلب کے بھی اسرار کھلے ہیں۔

و كذا الحال في القلب الذي في المرتبة الرابعة الا انه لا يظهر فيه اوربہی حال ہے اس قلب میں جو چوتھے مرتبہ میں ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس میں (لطیفہ) السر ايضاً مع ظهور القلب والروح فيه وفي المرتبة الخامسة لا سر بھی باوجود یکہ (لطیفہ) قلب اور (لطیفہ) روح اکمیں ظاہر ہوتے ہیں اور پانچویں يظهر الروح فيه ايضاً فما بقي الا قلب محض وبسيط صرف لا مرتبہ میں (لطیفہ) روح بھی ظاہر نہیں ہوتا پس قلب محض ہی باقی رہ جاتا ہے جو بسيط اعتبار فيه لشي أصلاً۔

صرف ہے جس میں کسی شئی کا ہرگز اعتبار نہیں۔

لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی کا عدم شہود

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح عارف کے قلب میں چھ لطیفے ہوتے ہیں ایسے ہی قلب قلب بھی انہی چھ لطائف کو متضمن ہوتا ہے لیکن قلب قلب تنگی دائرہ کے واسطے سے یا کسی اور وجہ سے ان چھ لطیفوں (قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور نفس) میں سے دو لطیفے جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے گو موجود ہوتے ہیں لیکن عدم ظہور کی وجہ سے ان کا شہود نہیں ہوتا وہ دو لطیفے لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی ہیں۔

لطیفہ نفس عالم خلق کا آخری لطیفہ ہے اور لطیفہ اخفی عالم امر کا آخری لطیفہ ہے لطیفہ نفس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے جس طرح فقہاء کا اختلاف فقہی اجتہادی ہوتا ہے ایسے ہی صوفیاء کا اختلاف کشفی روحانی اجتہادی ہوتا ہے۔

وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ هُنَا مِنْ بَعْضِ الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ لِيَتَوَسَّلَ بِهِ إِلَى مَا هُوَ
 أَوَّلُ (باتوں) میں سے مناسب ہے کہ یہاں جانا جائے جن کے بعض بلند معارف کو
 نِهَایَةُ النِّهَایَةِ وَغَايَةُ الْغَايَةِ فَاقُولُ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِنَّ جَمِيعَ مَا ظَهَرَ
 تَاكِهِ أَنْ كَيْ تَوَسَّلَ مِنْ رِسَالَتِي نَصِيبُ هَوْنِهَا نِهَايَتِ النِّهَايَةِ أَوْ رَغَايَتِ الْغَايَةِ تَكْ يَسْ
 فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلاً فَهُوَ ظَاهِرٌ فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ أَجْمَالاً.
 میں اللہ سبحانہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ وہ تمام جو ظاہر ہے عالم کبیر میں تفصیلی طور پر وہ
 ظاہر ہے عالم صغیر میں اجمالی طور پر

لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی کے مقامات میں اختلاف

بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام متصل زیر ناف ہے جبکہ حضرت امام
 ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے آپ نے ان دونوں
 اقوال میں تطبیق دی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کو کشف میں تھوڑا سا التباس
 ہو گیا ہے اس لئے ان پر پورا پورا کشف منکشف نہیں ہوا اور اصل نفس امر واقعہ میں ایک
 شکل رکھتا ہے جو انسانی جسم کے اندر ہوتی ہے فلہذا لطیفہ نفس کا وسط پیشانی میں
 ہے اور اس کے قدم متصل زیر ناف ہیں چونکہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ کے امام حضرت
 امام ربانی کی تجدید و تحقیق کے مطابق لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے اس لئے حضرات
 مجددیہ کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام وسط پیشانی ہی ہے اس لئے جب وہ لطیفہ نفس پر
 ذکر کرتے ہیں تو وسط پیشانی میں ہی کرتے ہیں۔

لطیفہ اخفی کے متعلق بھی صوفیائے کرام کا اختلاف ہے بعض صوفیاء کے
 نزدیک لطیفہ اخفی تالو میں ہے جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک لطیفہ اخفی کا مقام

وسطِ سینہ میں ذرا اوپر کی جانب ہے۔

قلبِ قلب کے پانچ میں سے تیسرے مرتبہ میں لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی کے ساتھ ساتھ لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا اور چوتھے مرتبہ میں لطیفہ سر بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا۔

قلبِ محض ہر قسم کے اعتبارات سے پاک ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز راہ سلوک کی کیفیات اور واردات و احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ قلب میں یافت ہوتی رہتی ہے لطائف کا ظہور ہوتا رہتا ہے جبکہ قلبِ قلب میں لطائف ظہور کی بجائے بطون اختیار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ پانچویں مرتبہ میں لطیفہ روح بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے یہاں توحیدِ خالص کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ دورانِ سلوک قلبِ قلب میں ایسا مقام بھی آتا ہے جس میں ان اشیاء کی ضرورت نہیں رہتی آخر کار قلبِ محض اور بسیط صرف یہی رہ جاتا ہے جو ترکیب و اجزاء سے پاک ہے جسمیں السوان، انوار، جہات، اطراف و اکناف ہر قسم کے اعتبارات سے اٹھ جاتے ہیں۔

وَنَعْنَى بِالْعَالَمِ الصَّغِيرِ الْإِنْسَانُ لِأَنَّهُ أَصْغَلُ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ وَنُورٌ ظَهَرَ فِيهِ
 أَوْرَاقُ مَرَادِ الْعَالَمِ صَغِيرٍ سَعَلَاتِ الْإِنْسَانِ هِيَ جَبَّ عَالَمِ صَغِيرٍ كَزَنْجٍ دَوْرٍ كَرْدِيَا جَاتَا هِيَ أَوْرَاقُ
 بِطَرِيقِ الْمِرَاتِيَةِ جَمِيعُ مَا فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلاً لِأَنَّهُ بِالْصِّقَالَةِ
 اسے منور کر دیا جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بطریق آئینہ وہ سب کچھ ہوتا ہے جو عالم کبیر
 والنسب قد اتسع وعاءه فزال حكم صغيره وكذا الحال في القلب
 میں تفصیلاً تھا کیونکہ صقالت اور تنویر کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو گیا ہے اس لئے اس
 الذى نسبته مع العالم الصغير كنسبة العالم الصغير مع العالم الكبير
 کے چھوٹا ہونے کا حکم زائل ہو گیا ہے اور یہی حال ہے اس قلب میں کہ جس کی نسبت عالم
 من الاجمال والتفصيل۔

صغیر کے ساتھ ہے جیسی نسبت عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ ہے اجمالاً اور تفصیلاً۔

۱۔ انسان خلاصہ کائنات ہے

اب یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز قلب محض کے مقام پر حاصل
 ہونے والے بعض علوم و معارف کو بیان فرما رہے ہیں تاکہ ان معارف کے توسل کی
 بدولت سالک نہایت النہایت اور غایت الغایت تک رسائی حاصل کر لے۔

معارف کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل چند ایک اصطلاحات پیش خدمت ہیں

عالم کبیر..... کائنات کو کہا جاتا ہے

عالم صغیر..... انسان کو کہا جاتا ہے

عالم اصغر..... انسانی قلب کو کہا جاتا ہے

فَإِذَا صَقِلَ الْعَالَمُ الْأَصْفَرُ الَّذِي هُوَ عَالَمُ الْقَلْبِ وَدُسَّتِ الظُّلُمَةُ الطَّارِيَةُ
پس جب عالم اصغر کا رنگ دور کر دیا جاتا ہے یہی عالم قلب ہے اور دور کر دی جاتی ہے
علیہ ظہر فیہ بطریق المرآتية ایضاً ما فی العالم الصغیر تفصیلاً۔

ظلمت اس پر چھائی ہوئی ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بھی آئینہ کی طرح جو کچھ عالم صغیر
وہ کذا الحال فی قلب القلب بالنسبة الی القلب من الاجمال
میں ہے تفصیلی طور پر۔ اور یہی حال قلب قلب میں ہے کہ جو نسبت قلب کی ہے اجمالاً

والتفصیل وظہور التفصیل فیہ بعداً کان مُجملاً

اور تفصیلاً اور تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے اس میں بعد اس کے کہ وہ مجمل ہو گیا۔

انسان کو عالم صغیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مجموعہ کائنات ہے چودہ طبق کی کائنات
کے جملہ عناصر، معدنیات و نمکیات، عرش و فرش وغیرہا کو اللہ تعالیٰ قادر مطلق نے کمال
قدرت و حکمت کے ساتھ اجمالی طور پر انسان میں درج فرما دیا ہے جیسا کہ تجربہ گاہوں
میں تحقیقات ہو چکی ہیں کہ انسان میں پروٹین نمکیات (کیمیشیم، سوڈیم، پوٹاشیم وغیرہ
اور معدنیات (فولاد، سونا وغیرہ) کی کمی و بیشی انسانی صحت کو متاثر کرتی ہے۔

غرضیکہ کائنات میں جو کچھ تفصیلی طور پر پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا جسم انسانی
میں اجمالی طور پر پایا جاتا ہے جیسے گٹھلی کے اندر درخت اجمالی طور پر ہوتا ہے اور اس کی
تفصیل تناور درخت ہوتا ہے۔

ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، توجہات قدسیہ، سنت و شریعت کی متابعت سے
سالم کی بشری کدورتیں، ثقلتیں اور کشافتیں دور ہو جاتی ہیں جسم انسانی کے صیقل ہونے
کی وجہ سے اس کا تصفیہ ہو جاتا ہے جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے۔ بلکہ بعض

بسببِ التَّصْفِيَةِ وَالنُّورَانِيَةِ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ
تَصْفِيَةٍ أَوْ نُورَانِيَةٍ كَسَبَبِ سَعَادَاتِ أَوَّلِيٍّ (حَال) اس قلب کا جو تیسرے مرتبہ میں
الثَّالِثَةِ وَالْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ فِي الْأَجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ وَظُهُورِ
ہے اور اس قلب کا جو چوتھے مرتبہ میں ہے اجمال اور تفصیل میں اور تفصیل کا ظہور جو سابقہ
التَّفْصِيلِ الَّذِي فِي الْمَرَاتِبِ السَّابِقَةِ فِيهِمَا بِسَبَبِ الصَّقَالَةِ وَالنُّورَانِيَةِ
مَرْتَبَتَيْنِ مِثْلَ تَحَاانِ دُونِ (مَرْتَبَتَيْنِ) میں بھی ہوتا ہے عقالت اور نورانیت کی وجہ سے،
اوقات نورانیت کے غلبہ کی بدولت سایہ بھی گم ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم مست
بَادَةُ قِيَوْمِ رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ نَظْمُ خُوبِ كَمَا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

تصفیہ کے بعد انسانی جسم آئینہ بن جاتا ہے
شریعت مطہرہ اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات اور توجہات کی
برکت سے طالب و سالک کا جسم جب صیقل اور منور ہو جاتا ہے تو آئینے کی مانند جسم
انسانی میں کائنات کے سارے پر تو اور عکس نظر آتے ہیں تو سالک کو اشیائے کائنات
کو دیکھنے کیلئے باہر نہیں دیکھنا پڑتا بلکہ وہ سب کچھ جملہ کائنات کو اپنے اندر ہی مشاہدہ
کرتا ہے۔

چودہ طبق دے دے اندر تنو وانگوں تانے ہو
وچے بیڑے وچے چیرے وچے ونج مہانے ہو

و كذا القلبُ الذی فی المرتبة الخامسة فانه مع بساطته و عدم اور ایسے ہی وہ قلب جو پانچویں مرتبہ میں ہے پس بلاشبہ وہ بھی اپنے بسیط ہونے کے اعتبارِ شئیءِ فیہ یشہر فیہ بعد التصفیة الكاملة ماضہر فی جمیع باوجود اور کسی شئی کا اعتبار اس میں نہ ہونے کے باوجود ظاہر ہو جاتا ہے اس میں وہ کچھ العوالم من العالم الكبير والصغير والاصغر وما بعدها من العوالم جو کامل تصفیہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے تمام جہانوں میں عالم کبیر، عالم صغیر، عالم اصغر اور اس کے بعد بھی جتنے جہاں ہو سکتے ہیں

جب سالک کے جسم میں صقالت، نورانیت اور مرآتیت آ جاتی ہے تو اس کا ظرف اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ اس کی صغریت اور چھوٹاپن کا حکم زائل ہو جاتا ہے۔
 جو نسبت اجمال و تفصیل کی جسم انسانی کو کائنات اور ممکنات کے ساتھ ہو جاتی ہے وہی نسبت قلب سالک کو جسم انسانی کے ساتھ اجمال و تفصیل کے لحاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔

جب سالک کے قلب پر سے گناہوں کی ظلمت چھٹ جاتی اور تعلقات دنیا کی کثافت ہٹ جاتی ہے تو آئینے کی مانند قلب عارف میں ہر اس چیز کا ظہور شروع جاتا ہے جو تفصیلی طور پر جسم انسانی میں موجود ہوتی ہے۔

جس طرح اجمال و تفصیل کی نسبت قلب کو جسم کے ساتھ ہے ایسے ہی اجمال و تفصیل کا تعلق جسم کو کائنات کے ساتھ حاصل ہے یونہی قلب قلب جو تصفیہ و نورانیت کی وجہ سے اگرچہ مجمل ہو چکا ہوتا ہے اس میں تفصیل کا ظہور قلب کے اجمال و تفصیل کی طرح ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ تدریجاً پانچویں مرتبہ میں تکمیل تصفیہ کے بعد بسیط اور عدم اعتبار کے باوجود قلب قلب میں کائنات، جسم انسانی اور قلب تمام جہانوں کا ظہور

کما مراً فهو الضيقُ الاوسع والبسيطُ الابطسطُ والاقلُ الاكثر
 جیسا کہ گذر چکا ہے پس وہ (قلب قلب) تنگ ہے لیکن سب سے زیادہ فراخ ہے اور
 وما خلق شیء من الاشياء بهذه الصفة وما وجد احد اشد مناسبة
 ایسا بسط ہے جو بسط ترین ہے اور اقل ہو کر بھی اکثر ہے اور نہیں تخلیق کی گئی کوئی چیز اشیاء
 بصانعه تعالیٰ وتقّس من هذه اللطيفة البديعة فلا جرم يظهر فيه
 میں سے اس صفت پر اور نہیں پائی جاتی کسی کی اتنی زیادہ مناسبت صانع (خالق) تعالیٰ
 من عجائب ايات صانعه سبحانه مالا يظهر في احد من خلقه
 وتقّس کے ساتھ اس عجیب و غریب لطیفہ سے پس لامحالہ ظاہر ہوتی ہیں اس میں صانع
 سبحانه کی وہ عجیب نشانیاں جو ظاہر نہیں ہوتیں مخلوق میں سے کسی میں بھی۔

شروع ہو جاتا ہے بلکہ اس کے علاوہ جتنے بھی جہاں ہیں ان کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔

عالم کتنے ہیں؟

الحمد لله رب العالمين کی تفسیر میں مفسرین کرام نے عالمین کے متعلق
 متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں بعض نے اٹھارہ ہزار عالم بتائے ہیں جسے ہشت ہزار عالم
 کہا جاتا ہے بعض نے ۶۳ ہزار جہانوں کا قول کیا ہے بعض نے اس سے زیادہ عالم
 بتائے ہیں آیت کریمہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (الذکر ۳۱) کے تحت اللہ تعالیٰ
 ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے جہاں ہیں کیونکہ تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی
 تجلیات سے مربوط ہے کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن) کے مطابق نہ جانے ہر تجلی سے
 کتنے جہاں تخلیق ہوتے ہیں اس لئے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کیا ہو چکا،
 کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا۔

ولذا قال تعالى 'فِي الْحَدِيثِ لَا يَسْغُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَانِي وَلَكِنْ
 اِسَى لَئِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَے حَدِیْثِ مِیْلِ ارشاد فرمایا میری گنجائش نہیں رکھتی میری زمین نہ میرا
 یسْغُنِیْ قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ . وَالْعَالَمُ الْکَبِیْرُ وَاِنْ کَانَ اَوْسَعُ الْمَرَايَا
 آسَمَانِ لَیْکِنْ مِیْرِیْ گنجائش میرے بندے مومن کا دل رکھتا ہے اور عالم کبیر اگرچہ ظہور کیلئے تمام
 لِلظَّهْوَرِ اَلَا اِنَّهٗ لَکَثْرَتِهٖ وَتَفْصِیْلُهٗ

آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر اپنی کثرت اور اپنی تفصیل کی وجہ سے اسے (عالم کبیر) کوئی
 یہ وہ راز ہے جس کے متعلق آج تک کسی بزرگ نے لب کشائی نہیں فرمائی بس
 یہ علوم و معارف حضرت امام ربانی قدس سرہ کے آئینہ قلب پر نازل ہوئے ہیں۔
 وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

قلبِ قلب ہی تجلیات الہیہ کی گنجائش رکھتا ہے

غرضیکہ قلبِ قلب اپنی تنگی دائرہ کے باوجود سب سے وسیع ہے اجزاء سے
 بالا ہو کر بھی اسطے ہے اقل ہو کر بھی اکثر ہے مختصر یہ کہ چودہ طبق کی کائنات میں اس جیسی
 کوئی چیز بھی تخلیق نہیں کی گئی۔

مخلوق کی خالق کے ساتھ سوائے خالقیت اور مخلوقیت کے کوئی مناسبت نہیں لیکن
 اگر کائنات میں سب سے زیادہ کسی مخلوق کو اللہ کے ساتھ مناسبت ہے تو وہ قلب ہے۔
 چونکہ قلب عجیب و غریب لطیفہ ہے اس لئے اسمیں اللہ تعالیٰ کی ان عجیب
 قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے جو مخلوق میں سے کسی چیز میں بھی ظاہر نہیں ہوتا اس لطیفہ میں
 اس قدر وسعت ہے جتنی چودہ طبق کی کائنات میں بھی نہیں یہاں تک کہ قلب میں حق
 تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ظہور ہوتا ہے اس کے شیونات و اعتبارات کا ظہور ہوتا ہے تجلی

لا مناسبة له مع من لا كثرة فيه اصلاً ولا تفصيل فيه رأساً والحرى للمناسبة

مناسبت نہیں اس ذات (اللہ) کے ساتھ جس میں قطعانہ کثرت ہے اور نہ تفصیل ہے ذرہ بھر

هو الضيق الاوسع والبسيط الابطسط ولاقل الاكثر كما لا يخفى فاذا بلغ

اور جو ذات کے مناسبت کے لائق ہے وہ تنگ لیکن بہت وسیع ہے بسیط ہے لیکن ابط

العارف الاتم معرفة والاكمل شهود هذا المقام العزيز وجوده والشریف

ہے اقل ہے اور اکثر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ پس جب عارف اتم معرفت اور اکمل شہود

تک پہنچ جائے اس مقام کا وجود نادر ہے اور شریف ہے۔

ذات کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے حدیث قدسی ہے کہ زمین و آسمان میری گنجائش نہیں

رکھتے جتنی گنجائش میرے بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے یعنی میرے جلووں کے تحمل اور

برداشت کرنے کی طاقت و صلاحیت میرے بندے کا دل ہی رکھتا ہے۔

مفغہ گوشت جو چھوٹا سا ٹکڑا ہے اس کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یہ تو اس قلب

نوری کے آشیانے کی مانند ہے فلہذا قلب نوری ہی تجلیات الہیہ کے آئینہ بننے کی

صلاحیت رکھتا ہے بقول شاعر

دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں

اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سا سکے

اقسام قلب

اہل طریقت نے قلب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

قلب صنوبری اور قلب نوری

قلب صنوبری صنوبر کے پھل کی مانند مائل بہ بیضویت ہے جو انسان کے سینے

میں بائیں طرف الٹا لٹکا ہوتا ہے اسلئے دل کی ظاہری ہیئت کی وجہ سے اسے قلب صنوبری کہا جاتا ہے اسے مضغہ گوشت بھی کہتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک قلب صنوبری کے متصل نیچے دو انگلیوں کے وسط میں مائل بہ پہلو ایک محل نور ہے جسے قلب نوری کہا جاتا ہے۔

صفائے قلب شیخ کی توجہات پر موقوف ہے

عالم ارواح میں ہم نوری شکلوں میں رہتے تھے وہ نور جو اس جہان میں ہمارے لئے قلب کا کام کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح کے اس نور کا تعلق جسم انسانی میں مضغہ گوشت کے ساتھ قائم کر دیا ہے اسی محل نور کا نام لطیفہ قلب ہے شیطانی تصرفات اور قلب صنوبری کی مجاورت کی وجہ سے قلب نوری پر بھی کثافتیں چھا جاتی ہیں اب ایسا شخص ہونا چاہئے تو نفی اثبات کے پانی اور توجہات کے صابن سے دھو بی کی مانند ان آلائشوں اور کثافتوں کو دھوئے جو قلب نوری کو صاف شفاف، مصطفیٰ منزگی کر کے اس کا تعلق دوبارہ عالم بالا کے ساتھ قائم کر دے اسی تصفیہ و تزکیہ کرنے والی شخصیت کو شیخ کامل کہا جاتا ہے جب شیخ کامل کسی سالک کے قلب کا تصفیہ کر دیتا ہے تو اہل دل کہتے ہیں کہ اس کا لطیفہ قلب روشن ہو گیا ہے اس کے لئے دو چیزیں شرط ہیں ایک مرید و سالک و طالب کی محنت اور اس سے بھی بڑھ کر محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اگر اللہ تعالیٰ کا فضل کسی طالب کے شامل حال ہو جائے تو اس کے عالم باطن کے لطائف اور جواہر چمک جاتے ہیں اس چمک اور روشنی سے آگے عجیب معاملہ ہے جو بیان و زبان اور تحریر و تقریر سے باہر ہے۔

قلب جو ابطن البطن ہے بطون کے اعتبار سے اس میں سب سے زیادہ وسعت ہے لیکن عالم کبیر (کائنات) میں مرتبہ ظہور کے اعتبار سے اپنی کثرت

وتفصیل کے پیش نظر تمام آئیوں سے زیادہ وسیع ہے مگر ان تمام تر کثرتوں اور تفصیلات کے باوجود اسے ذات حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں جو ہر قسم کی کثرتوں اور تفصیلات سے قطعاً پاک ہے کیونکہ وہاں وحدت اور احدیت ہے وہ ذات حق ہر قسم کی ترکیب و تبعیض تجزی و تقسیم و تعدد و متحد و تکثر سے وراء الراء ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے تعینات سے منزہ ہے

چونکہ حق تعالیٰ ابط البساط اور احد الاحاد ہے اس لئے اس کے ساتھ اسی قلب کو مناسبت ہوگی جو تنگ، بسیط اور اقل ہو کر بھی سب سے زیادہ وسعت والا، سب سے زیادہ پھیلاؤ والا اور اکثر ہو۔ لہذا عالم کبیر یعنی کائنات کو ذات کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ یہی حضرت امام ربانی قدس سرہ کا موقف ہے جبکہ حضرت ابن العربی قدس سرہ کے نزدیک کثرت، عین وحدت ہے اور وحدت، عین کثرت ہے وحدت اور کثرت میں کوئی تمایز اور تفیض نہیں۔ پس جب کائنات مٹتی تو وحدت ہوگئی اور جب پھیلی تو کثرت ہوگئی جس طرح کہ کیمیائی عمل سے پانی کو برف بنایا جاتا ہے اور جب برف کو پگھلایا جائے تو پانی بن جاتی ہے۔ بس برف پانی ہے اور پانی برف ہے ایسے ہی وحدت، کثرت ہے اور کثرت، وحدت ہے ذات، ممکنات ہے اور ممکنات، ذات ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ وحدت الوجود کے مرتبہ میں ہم بھی اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ تزل اور تعین کے اقوال سے مزا لیا کرتے تھے لیکن اب اس قسم کے معارف کو پڑھنے اور دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تزلات اور تعینات سے پاک ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً لہذا بیج اور درخت اور برف اور پانی جیسی مثالیں اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔

جیسا کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ سے واضح ہے۔

جب اس عزیز الوجود مقام اور شریف تر مرتبہ پر عارف کی معرفت، اتم اور اس کا شہود، اکمل ہو جاتا ہے تو تمام جہاں اور ظہورات قلب بن جاتے ہیں یعنی قلب کی مانند ہمہ وقت ان تمام مظاہر والوان کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اس قسم کا عارف جب ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات سے مشرف ہوتا ہے تو سارے قطب، اوتاد، ابدال، افراد، احاد اس کے دائرہ ولایت اور انوار ہدایت کے تحت ہوتے ہیں کیونکہ وہ حضور اکرم ﷺ کا قائم مقام ہوتا ہے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے اس کی برابر رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔

رتبۃً یصیر ذَٰلک العارف قلباً للعوالم کلّھا والظہورات جمیعھا وهو
 اس مقام کا رتبہ وہ عارف ہو جاتا ہے قلب کل جہانوں اور تمام ظہورات کا
 المتحقق بالولاية المحمدية والمشرق بالدعوات المصطفوية علی
 اور وہ (عارف) ولایت محمدیہ کے سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ
 صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحية
 والسلام التحیہ سے مشرف ہو جاتا ہے۔

فالاقطاب والاولیاء والابدال داخلون تحت دائرة ولایتہ والافراد
 پس اقطاب، اولاد اور ابدال داخل ہوتے ہیں اس کی ولایت کے دائرہ کے تحت، اور افراد،
 والاحاد و سائر فرق الاولیاء مندرجون تحت انوار ہدایتہ لہما ہو
 احاد اور اولیاء کے جملہ گروہ درج ہوتے ہیں اس کی ہدایت کے انوار کے تحت کیونکہ وہ قائم
 النائب مناب رسول اللہ والمہدی بھدی حبیب اللہ .
 مقام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے اللہ کے حبیب ﷺ کی ہدایت سے

۱۔ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں ولایت عامہ
 اور ولایت خاصہ، ولایت عامہ سے مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد
 ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات ہے یہ حضور اکرم ﷺ کی ولایت ہے جس
 میں فنائے تام اور بقائے اکمل حاصل ہو جاتی ہے اور یہ ولایت کا انتہائی درجہ ہے۔
 یاد رہے کہ صاحب ولایت محمدیہ غیر محمدی المشرّب سالک مجذوب کو تصرف

وہذہ النسبۃ الشریفۃ العزیز وجودہا مخصوصۃً باحد المرادین
 اور اس شریف اور نادر نسبت کا وجود مخصوص ہے مرادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ
 و لیس للمُریدین من ہذا الکمال نصیبٌ . ہذا هو النہایۃ العظمیٰ
 اور نہیں ہے مریدوں کے لئے اس کمال سے کچھ حصہ یہ بڑی نہایت اور آخری غایت
 والغایۃ القصویٰ لیس فوقہ کمالٌ ولا اکرم منه نوالٌ
 ہے نہیں اس سے بالا کوئی کمال اور اس سے زیادہ عزت والی کوئی عطا (مرتبہ)
 لو وُجد بعد الوف سنۃ مثلُ ہذا العارف لا غنمَ ویسری برکتہ
 نہیں۔ اگر پایا جائے ہزاروں سالوں کے بعد اس قسم کا عارف تو غنیمت ہے اور جاری
 الی مدد مَدیدۃ وَاِجال متباعدۃ و هو الذی کلامہ دواءٌ ونظرۃ
 رہتی ہے اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ بعید تک یہ وہ (ہستی) ہے جس کا کلام
 شفاء و حضرت المہدی میوُجد علیٰ ہذہ النسبۃ الشریفۃ من
 دواء ہے اور اس کی نظر شفا ہے اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ عنقریب پائے جائیں

ہذہ الأُمۃ الخیرۃ

گے اسی نسبت شریفہ پر اس نیکی والی امت میں۔

فرما کر دائرہ ولایت محمدیہ میں داخل کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے
 اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ کو ولایت موسوی علیہ السلام
 سے پہنچ کر ولایت خاصہ محمدیہ کے دائرہ میں داخل فرما دیا تھا۔ (مزید تفصیلات الہیات
 شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذَوُّ الْفَضْلِ الْعَظِيمِ . وَحَصُولَ هَذِهِ
 يَهْدِيهِ اللَّهُ فَضْلُهُ عَظِيمٌ هُوَ عَاطَا كَرِيمٌ هُوَ اس كُوْنِ جِسْمِ چاہتا ہے اور اللہ صاحبِ فضل عظیم ہے۔ اور اس
 الدَّوْلَةُ الْقَصْوَىٰ مُنَوَّطًا بِإِمَامٍ طَرِيقِي السُّلُوكِ وَالْجَذْبَةِ تَفْصِيلاً مُّرتَبَةً
 بے مثال دولت کا حصول متعلق ہے سلوک اور جذبہ کے دونوں طریقوں کو تفصیلاً پورا کرنے
 بعد مرتبہ و اکمال مقام الفناء الاتم والبقاء الاكمل درجۃ بعد درجۃ
 کے ساتھ مرتبہ بمرتبہ اور فناء اتم اور بقا اکل کے مکمل کرنے کے ساتھ درجہ بدرجہ
 وَهَذَا لَا يَتَيَسَّرُ إِلَّا بِكَمَالٍ مُّتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 اور یہ (دولت قصویٰ) میسر نہیں ہوتی مگر سید المرسلین اور حبیب رب العالمین کی کمال
 عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ الْفَضْلِيَّاتِ وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ اِكْمَلُهَا
 اتباع کے ساتھ آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر افضل صلوات اور اکمل تسلیمات ہوں
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ مُّتَابِعِيهِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے بنایا ہمیں ان کے تابع داروں میں سے

اقسام طالب

اللہ تعالیٰ کے طالبوں کے دو قسمیں ہیں۔ مرید اور مراد

یہاں مرید اور مراد سے شیخ کے عقیدت مند مراد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور

مراد ہیں۔

مرید اس طالب کو کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا ہے۔

مراد اس طالب کو کہتے ہیں خود اللہ تعالیٰ جس کی رضا تلاش کرتا ہے سبحان اللہ

والمسنول من الله سبحانه كمال متابعته والثبات عليه والاستقامة
 اور سوال ہے اللہ سبحانہ سے ان کے کمال اتباع اور اس پر ثابت قدمی کا اور انکی شریعت پر
 علی شریعتہ ویرحمہ اللہ عبدًا قال امینا . وهذه المعارف من
 استقامت کا اور رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس بندے پر جو آمین کہے اور یہ وہ معارف ہیں باریک
 الاسرار الدقیقة و الرموز الخفیة ماتکلم بها احد من اکابر الاولیاء
 اسرار اور پوشیدہ رموز میں سے نہیں کلام کیا ان کی بابت کسی نے بھی اکابر اولیاء میں سے
 وما اشار اليها واحد من اعظم الاصفیاء استأثر الله سبحانه هذا العبد
 اور نہ اشارہ فرمایا ان کے متعلق کسی نے بزرگ صوفیاء میں سے۔ منتخب فرمایا اللہ سبحانہ
 بهذه الاسرار وافشائها بصدقة حبيب عليه وعلى اله الصلوات و
 نے اس بندہ کو ان اسرار کے ساتھ اور ان کے اظہار پر اپنے حبیب کے صدقے۔ ان

التسليمات ولنعم ما قال في الشعر الفارسي

پر اور ان کی آل پر صلوة و سلام ہوں اور بہت اچھا کہا ہے کسی نے فارسی شعر میں۔

بقول اقبال مرحوم

۔ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ولایت محمدیہ اور دعوات مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والتسليمات کی عزیز الوجود،

نادر اور کمیاب نسبت مرادوں میں سے بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

اگر پادشہ بردر پیرزن بیاید تو امی خواجہ سبلت مکن
اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آجائے تو تو اے خواجہ اسے ملامت نہ کر
لیس قبولہ تعالیٰ معللاً بشنی ولا مسبباً بسبب یفعلُ اللہ ما یشاء
نہیں قبولیت اس (اللہ) تعالیٰ کی معلل کسی چیز کے ساتھ اور مسبب کسی سبب کے
و یحکم ما یرید واللہ یختصُّ برحمته من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم
ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ
مخصوص فرمالتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ولایت محمدیہ حضرت امام ربانی کی نظر میں

ولایت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات والتحیات ولایت کا وہ انتہائی
مرتبہ ہے جسے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نہایت عظمیٰ اور غایت قصویٰ قرار دیتے
ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے اوپر ولایت کا کوئی مرتبہ نہیں۔
ولایت محمدیہ کا حامل عارف اگر صدیوں بعد پایا جائے تو اسے غنیمت جاننا چاہئے
کیونکہ اس کا کلام قلبی آفات کے لئے دواء اور اس کی نظر روحانی امراض کے لئے شفاء ہے۔

الف سنۃ اور الوف سنۃ میں مطابقت

یاد رہے کہ بعد الوف سنۃ ہزاروں سال بعد حضرت خواجہ محمد ہاشم جان رحمۃ اللہ
علیہ کے فارسی نسخہ میں بعد الف سنۃ کے لفظ ہیں ہو سکتا ہے نقل و نقل میں پر وف
ریڈنگ کی غلطی ہو اور اگر الف سنۃ اور الوف سنۃ دونوں اقوال کے درمیان تطبیق دے
لی جائے تو قریب الفہم مفہوم ہوتا ہے مطابقت یوں ہے کہ گو حضرت امام ربانی قدس
سرہ العزیز نے یہاں کوئی دعویٰ نہیں فرمایا۔ مگر ربط و ضبط عبارات اور مکتوبات شریفہ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَعَلَىٰ جَمِيعٍ
 اَوَّلِ اللّٰهِ تَعَالٰی دُرُودِ بَیْحَجِّ ہمارے سردار حضرت محمد (ﷺ) اور ان کی آل پر اور سلامتیاں
 الانبیاء والمرسلین وَعَلَىٰ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلَىٰ عِبَادِهِ الصّٰلِحِیْنَ
 اور برکتیں ہوں اور تمام انبیاء مرسلین پر اور ملائکہ مقربین پر اور اس کے صالح بندوں پر اور
 وَالسَّلَام عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالتَّزَمَ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
 سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور (حضرت) مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 پیروی کو لازم جانے۔

کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ہزار سال بعد اس نسبت شریفہ
 کا کامل تر ظہور حضرت امام ربانیؒ پر ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے ہزار سال بعد تجدید دین
 اور احیائے اسلام کا سہرا آپ کے ہی سر سجایا لے آپ کو مجد الف ثانی کہا جاتا ہے۔
 اور اگر بعد الوف سہ لیا جائے تو حضور اکرم ﷺ کے ہزاروں سال بعد اس
 نسبت شریفہ کا کامل ترین ظہور قرب قیامت میں وارث کمالات محمدیہ حامل نسبت
 صدیقہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)
 ولایت محمدیہ وہ دولت قصویٰ ہے کہ جس کے حصول کا مدار و انحصار سلوک و جذبہ
 کے رستوں کو تفصیلی و تدریجی طے کرنے کے دوران فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بعد
 حضور اکرم ﷺ کی کامل اتباع پر ہے۔

0..... یہاں حضرت امام ربانیؒ قدس سرہ العزیز متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات
 اور اس پر استقامت گزریں ہونے کی دعا کر رہے ہیں اور اس دعا کی قبولیت کے لئے
 آمین کہنے والوں کے لئے بھی دعائے رحم کا مژدہ سنا رہے ہیں۔
 دراصل عبادت و متابعت و اطاعت پر استقامت، برکات کے نزول، حسنات

کے وصول اور فیوضات کے حصول کا ذریعہ ہے اسی لئے صوفیائے کرام ارشاد فرماتے ہیں اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكِرَامَةِ کہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے اللہم ارزقنا ایہا۔ متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کے سات درجات کی اجمالاً تفصیلات الہیات شرح مکتوبات مکتوب جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کے عجیب و غریب علوم و معارف، اسرار و حقائق اور رموز و دقائق اولیائے کبار میں سے بھی آج تک کسی نے بیان نہیں فرمائے بلکہ ان کی طرف کسی نے اشارہ و کنایہ کے ساتھ بھی کلام نہیں فرمایا جو اسرار و رموز آپ نے بیان فرماتے ہیں۔
والحمد للہ علیٰ ذالک

جیسا کہ جملہ کتب تصوف کا مطالعہ کرنے سے عیاں ہو جاتا ہے۔

علوم و معارف کیلئے حضرت امام ربانی کا چناؤ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحدیثِ نعمت کے طور پر اظہار فرما رہے ہیں کہ ان اسرار و معارف کے ابواب اللہ تعالیٰ نے ہم پر واکھے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی طفیل ان کے افشا و اظہار پر پرمامور بھی فرمایا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے فراستِ مومنانہ سے بھانپ کر قبل از وقت معترضین اور ناقدین کے منہ میں لگام دینے کیلئے فارسی شعر نقل فرمایا ہے کہ یہ میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کے صدقے اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اس نے اس قسم کے نادر و کمیاب معارف و اسرار کو مجھ پر ظاہر فرما دیا ہے شعر درج ذیل ہے۔

اگر پادشہ بر در بیدار زن بیابد تو اے خواجہ سہلت مکن
اگر بڑھیا کے در پہ آئے سلطان تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشان

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ولایت محمدیہ اور اس نادر الوجود نسبت شریفہ کے علوم و معارف اور اسرار و دقائق سے جو ہمیں مخصوص فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و رحمت اور فضل و ارادہ و قبولیت پر موقوف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت کسی شرط کے ساتھ مشروط، کس سبب کے ساتھ مسبب اور کسی علت کے ساتھ معلل نہیں یہی بنیاد ہے مقولہ قبولیت یا علت کی۔ اس اجمال کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے لئے جوانی اور بڑھاپے، عمر اور اوقات کے معیار نہیں دیکھے جاتے رنگ اور نسل، قلت اور کثرت کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاتا، عبادت اور ریاضت، جبہ و دستار، تہجد گزاری اور شب زندہ داری کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے اپنے قرب و حضوری و مشاہدہ اور معارف و رموز اور اسرار و علوم کے لئے مختص فرمалیتا ہے۔ بقول شاعر

جاگنے والے کو محروم دو عالم رکھا

سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

مِنَهَا - ۱۳

روح از عالم بے چونی است ، پس لامکانیت اورا
روح عالم بے چون (بے کیف) سے ہے پس لامکانی ہونا اس کا
متحقق باشد - ہر چند بے چونیء اونسبت بمرتبہ ء
متحقق ہو گیا ۔ اگرچہ اس کی بے چونی مرتبہء وجوب تعالت و تقدست
وجوب تعالت و تقدست عین چون ست۔ و لامکانیت
کی نسبت عین چون ہے اور اس (روح) کی لامکانیت لامکانی
اونظر بہ لامکانیء حقیقی جلّ سلطانہ عین مکانیت -
حقیقی جلّ سلطانہ کے سامنے عین مکانیت ہے

۱۔ روح مکانی ہی ہے

زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما
رہے ہیں کہ روح، عالم بے چون سے ہونے کی وجہ سے لامکانی ہے مگر مرتبہء وجوب
کے اعتبار سے مکانی اور عین چون ہے یعنی روح واجب اور قدیم نہیں جیسا کہ بعض
فلاسفہ نے روح کے قدم کا قول کیا ہے غالباً کسی مقام پر حضرت ابن العربی قدس سرہ
العزیز نے بھی روح کے قدیم ہونے کا قول کیا ہے۔

گویا عالم ارواح برزخ است درمیان آن عالم و مرتبہء برے
 گویا روح کا جہان برزخ ہے درمیان اس عالم اور مرتبہ بے چون کے
 چونی، پس ہر دو رنگ دارد۔ ناچار عالم چون اورا بیچون
 پس (عالم ارواح) دونوں رنگ رکھتی ہے لامحالہ عالم کیف اسے پہنچون جانتا ہے
 میدانند، و نظر بمرتبہء برے چونی عین چون ست، و این
 مرتبہ بے چونی کے اعتبار سے عین چون ہے اور یہ برزخیت کی نسبت اس کی،
 نسبت برزخیت اورا باعتبار فطرت اصلی ء اوست۔
 اسکی فطرت اصلی کے اعتبار سے ہے۔

سالك کا مشاہدہ روح

در اصل دوران سلوک سالك کی نظر جب عالم ارواح پر پڑتی ہے تو عالم ارواح
 کے مرتبہء وجوب کے ساتھ محض صوری مناسبت کی وجہ سے سالك اسی عالم ارواح کو
 حق سمجھ لیتا ہے اور اس عالم کے مشاہدہ کو مشاہدہ حق جل سلطانہ تصور کر لیتا ہے اور اسی
 سے محفوظ اور لذت اندوز ہوتا ہے بعض مشائخ اسی مقام میں تیس سال تک روح کو خدا
 سمجھ کر اس کی پرستش کرتے رہے اور جب انہیں اس مقام سے گذار دیا گیا تو اس کی
 برائی کا انہیں علم ہوا۔ (معارف لدنیہ معرفت ۲۷)

عالم ارواح اپنی فطری استعداد اور اصلی کمالات کی وجہ سے بے چون اور چون،
 لامکان اور مکان، مرتبہء وجوب اور عالم اجسام کے درمیان برزخ ہے۔
 برزخ اس درمیانی حجاب، واسطے اور رابطے کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق دونوں
 طرف قائم ہو ایک طرف سے فیض لے اور دوسری طرف فیض دے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں روح کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم منہا میں قارئین کیلئے سہولت رہے۔ وبالله التوفیق

روح کیا ہے؟

روح ایک لاہوتی لطیفہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی جُعبے میں ودیعت فرمایا ہے وہ ذی شعور اور مد رک الحقائق ہے لیکن خود کیف وایسیت سے وراء ہے انسانی بدن سے اس کا تعلق بس تدبیر و تصرف کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عقل انسانی اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي سے عیاں ہے۔

روح کی تعریف

روح کا لفظ ریح سے ماخوذ ہے ریح کا معنی ”ہوا“ ہے روح بھی ہوا کی جنس سے ہے کتاب و سنت سے اس کا لُغ (پھونک) ہونا ثابت ہے کیونکہ روح کی پیدائش لُغ ملائکہ سے ہوئی اور ملائکہ کی تخلیق نور سے ہے لہذا روح، ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی جیسے جسم انسانی کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے ایسے ہی ملائکہ کا سانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہے۔ روح بدن میں اس طرح سرایت اور نفوذ کر جاتی ہے جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو، زیتون میں تیل اور کولے میں آگ کا سریان ہوتا ہے۔

روح کے دو بدن

صوفیائے محققین کے نزدیک روح کے دو بدن ہیں ایک عنصری اور دوسرا مثالی ایک روح تو حیات دنیوی میں اس عنصری اور محدود بدن سے متعلق رہتی ہے اور اس بدن ظاہری کے فنا ہو جانے کے بعد مذکورہ بدن مثالی میں جو بدن ظاہری کی نسبت

لطیف ہوتا ہے منتقل ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن بدن مثالی (برزخی) سے نکل کر دوبارہ بدن عنصری میں آ جائے گی۔

سب جانتے ہیں کہ انسان کا عنصری بدن نیند میں معطل اور بے کار ہو جاتا ہے اور انسان کو خواب میں جو بدن انسانی نظر آتا ہے وہ یہ بدن عنصری نہیں بلکہ وہی مثالی بدن ہوتا ہے لہذا روح دونوں بدنوں کی تدبیر کرتی ہے ورنہ بدن عنصری فاسد ہو جائے اور روح عالم مثال میں عالم ملکوت کے عجائبات کی سیر کرتی رہے۔

موت اختیاری

اولیائے کاملین کی رو میں اس بدن عنصری سے ذاتی اختیار کے تحت بھی جدا ہو سکتی ہیں اس حالت کو اصطلاح تصوف میں انزعاج اور انخلاع (الگ ہونا) کہتے ہیں اور اس قسم کی موت اختیاری ہوتی ہے جس پر مشق و ریاضت سے قدرت و اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔

روح ایک یا زیادہ ہیں

یاد رہے کہ بعض صوفیائے وجودیہ اس بات کے قائل ہیں کہ روح واحد ہے اور ممکنات اسی کے مظاہر ہیں حالانکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم **أَلَا ذَوَاخُ جُنُودٍ مُّجَنَّدَةٍ** کے مطابق ہر روح ایک الگ اور مستقل حیثیت رکھتی ہے نیز روح جو ہر فرد بھی نہیں کہ حدیث شریف میں کافر کی موت کے وقت روح کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے **تَفَرَّقَ فِي جَسَدِهِ** کہ میت کے بدن میں متفرق ہو جاتی ہے۔

(مزید تفصیلات الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۲۲ جلد اول میں ملاحظہ ہو)

روح قالب انسانی میں

حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہیکل ظلمانی اور بدن انسانی

میں روح کو مقید کر دیا کہ روح کو جسم انسانی کا عاشق بنا دیا اور جسم انسانی کو روح کا معشوق بنا کر باہمی اتصال و مجاورت کے ذریعے روح کی جلا اور چمک میں اضافہ کر دیا ہے کیونکہ

۔ لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

چمن رنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

جیسا کہ آئینہ ساز، گرد آلود آئینے میں صفائی اور لطافت پیدا کرنے کیلئے اس کو خاک آلود کرتے ہیں حتیٰ کہ ظلمتِ ترابیہ کی رگڑ سے ششے کی صورت نورانیہ ظاہر ہو جاتی ہے پس جب حکمت الہی کا تقاضا ہوا کہ روح انسانی کو اپنے قرب و ارتقاء کی منزلوں پر فائز کیا جائے تو اس ذات حق تعالیٰ نے جسموں سے پہلے رحوں کو تخلیق فرما کر ان کو عالم امر (لامکاں) میں قیام بخشا اور ان کی توجہات کو مرتبہ و وجوب کی جانب مبذول کر دیا لیکن چونکہ رحوں کو ذات کے مزید قرب و وصال کی تمنائیں اور کمال قرب و وصال کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدے اور ریاضت پر موقوف کر رکھا تھا اور عالم قدس (عالم امر) مجاہدے کی مشقتوں اور کلفتوں سے پاک تھا بنا بریں اللہ تعالیٰ نے روح کو عالم امر کی نورانیتوں سے نکال کر عالم خلق میں انسانی بدنوں کی ظلمتوں میں داخل کر کے نفس کی مخالفت پر مامور کر دیا۔

حضرت بوعلی قلندر اور روح

روح نے اپنے معشوق ظلمانی میں فنائیت اور استغراق کی وجہ سے اپنی لامکانیت و نورانیت کو فراموش کر دیا اور بے چونی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی بنا پر روح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۔ چند باشی از مقام خود جدا

چند گردی در بدر اے بے حیا

حضرت مولانا روم اور روح

جب روح بدن انسانی میں پھنس کر اپنی بے چونی اور نورانیت کو کھو بیٹھی تو روح کی بے چینی بے قراری اور آہ وزاری کی حالت کو حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے نمیشلی انداز میں مثنوی شریف کے آغاز میں یوں بیان فرمایا۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند
و ز جدایمہا شکایت می کند
کز نیستان تا مرا بہریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح درد اشتیاق

ترجمہ: بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے کہ جب سے مجھے بانس کے جنگل سے کاٹا ہے میری آہ وزاری سے مرد و عورت سارے ہی روتے ہیں۔ میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو فراق سے پارہ پارہ ہوتا کہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں۔

یعنی روح ہجر و فراق اور ابتلاء و آزمائش کو بیان کر رہی ہے کہ مجھے عالم ارواح سے نکال کر انسانی منجرے میں قید کر دیا گیا مزید برآں دنیاوی آلائشوں، جسمانی کدورتوں، بدنی ظلمتوں اور گناہوں کی کثافتوں اور غلاظتوں کے چر کے اور زخموں سے میرا سینہ چھلنی ہو گیا ہے اب میں اپنی فطری برزخیت و نورانیت کو کم کر کے تمہارے جیسی ہو گئی ہوں۔

مولانا روم کے نزدیک مرشد کون ہوتا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال کے ذریعے اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے کہ ایک شہزادہ کسی بھنگن کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے عزیز واقارب اور والدین و سلطنت کو خیر باد کہہ دیتا ہے اور بھنگن کے

ساتھ مل کر نجاستوں اور گندگیوں کے ٹوکے سر پر اٹھا کر باہر پھینکتا ہے اور بھنگی بن جاتا ہے لیکن جب اسے کوئی ماہر استاد بھنگن کے دیس سے نکال کر اس کے اصلی دیس میں لے جاتا ہے اور اسے سمجھاتا ہے کہ تو بھنگی نہیں تو تو شہزادہ ہے تجھے بھنگن کی محبت اور عشق نے بھنگی بنا دیا ہے فرماتے ہیں کہ روح ایک شہزادہ ہے جو عالم و جوب کا باسی تھا اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات میں محور ہوتا تھا اس بھنگن دنیا کے عشق میں مبتلا ہو کر ادھر کا ہی ہو کر رہ گیا ہے یہ دنیا نجس اور پلید ہے یہ روح اس دنیا بھنگن پر فریفتہ ہو کر ناپاک ہو گئی ہے۔

اب اگر اسے کوئی ماہر تجربہ کار استاد مل جائے جو اسے بھنگن دنیا سے نکال کر وطن اصلی کی سیر کرادے اسے دوبارہ عالم بالا میں پہنچادے اسی کو مرشد اور پیر کہتے ہیں۔

انبیاء و اولیاء وطن اصلی کے نمائندے

اگر روح انسانی بنجرے کے استغراق میں باقی رہ کر فنایت مطلقہ تک نہ پہنچی تو اس کیلئے یقیناً ہلاکت اور بربادی ہے کیونکہ وہ اپنے وطن اصلی سے دور رہ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے جوہر کو ضائع کر رہی ہے اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو اپنی طرف دعوت دینے کا فریضہ سونپا اور لوگوں کو ان کے وطن اصلی کی یاد دلانے کا حکم دیا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہر کسے کہ دور ماند از اصل خویش

باز جوید روزگار وصل خویش

چنانچہ اہل سعادت کی روحیں انبیاء و اولیاء کی دعوت پر اپنے وطن اصلی کی طرف عروج کر جاتی ہیں اور صالحین و مقربین کا مقام حاصل کر لیتی ہیں اور اہل شقاوت کی روحیں دعوت سے اعراض و انکار کر کے اپنے معشوق ظلمانی (جسم) کی قید میں رہ کر فاسق و فاجر اور عاصی و کافر کا خطاب پاتی ہیں۔

اما بعد از تعلق باین بدن عنصری و گرفتاری باین هیکل
 لیکن اس کے بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس کے ظلمانی ہیکل (تاریک ڈھانچہ)
 ظلمانی او از برزخیت برآمده است، و بتمام بعالم چون
 کے ساتھ گرفتاری کے بعد وہ برزخیت سے نکل آتی ہے اور پوری کی پوری
 فرود آمدہ، ورنگ بیچونی از وے متواری گشتہ۔
 عالم چون کے ساتھ نیچے اتر آئی اور پھوٹی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا۔

۲ روح کی اقسام

روح کے بدن میں استغراق کی دو قسمیں ہیں اگر روح اپنے وطن اصلی کو مکمل طور
 پر فراموش کر دے اور کچھ بھی یاد نہ رکھے تو ایسے لوگوں کو طائفہ ناسیاں کہتے ہیں اور اگر
 روح اپنے وطن اصلی کو بالکل فراموش نہ کرے تو ان کو طائفہ سابقاں کہا جاتا ہے۔

مثل اومثل ہاروت ماروت است کہ بواسطہ بعضہ
 اس (روح) کی مثال ہاروت و ماروت کی مثل ہے کہ بعض حکمتوں
 حکم و مصالح ارواح ملائکہ بحضیض بشریت فرود آمدہ
 اور مصلحتوں کے واسطے فرشتوں کی روحیں بشریت کی پستی میں نیچے اتر
 اند۔ چنانچہ گفتہ اند پس اگر عنایت خداوندی جلّ شانہ
 آئی ہیں ۳ جیسا کہ بعض (اہل سیر) نے کہا ہے اگر عنایت خداوندی جلّ شانہ
 دستگیری نماید و ازیں سفر رجوعی واقع شود
 دستگیری فرمائے۔ اور اس سفر سے واپسی واقع ہو جائے۔

۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح ہاروت
 اور ماروت فرشتوں کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بشریت کا جامہ پہنا کر دنیا
 میں بھیجا گیا ایسے ہی روح کو مختلف حکمتوں و مصلحتوں کی بنا پر جسم انسانی میں قید کر دیا گیا۔
 یاد رہے کہ عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
 رقمطراز ہیں کہ ہاروت و ماروت کا قصہ یہود کا من گھڑت ہے اس لئے یہ اسرائیلی
 روایات میں سے ہے اور اسرائیلی روایات ناقابل التفات ہیں اور واقعہ صرف اس
 قدر ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ ہاروت و ماروت کو تعلیم سحر کے لئے
 دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔ جیسا کہ آیت کریمہ
 وَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ
 حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ ۱۰۲) سے عیاں ہے۔

جب روح کو عالم ارواح سے لاکر انسانی جسم میں داخل کر دیا تو جسمانی ظلمت

وازیں تنزل عروجی فرماید، نفس ظلمانی و بدن عنصری نیز اور اس تنزل سے عروج کرے۔ نفس ظلمانی اور بدن عنصری بھی اس بمتابعیت او عروجی خواہند نمود، و طے منازل خواہند فرمود کی اتباع میں ایک قسم کا عروج کریں گے اور منزلیں طے کر لیں گے اسی دریں ضمن آنچہ مقصود از تعلق روح و تنزل اوست بظہور ضمن میں جو کچھ مقصود ہے روح کے تعلق سے اور اس کے تنزل سے ظاہر ہو خواہند آمد، و امارہ باطمینان خواہند پیوست۔

جائے گا اور (نفس) امارہ کو اطمینان مل جائے گا۔

اور نفسانی مجاورت کی وجہ سے روح کی نورانیت مکرر اور غلیظ ہوگئی جسے حضرت سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

کے لامکان مکان اساڈا ایتھاں آن بتاں وچہ پھاسے ہو
اس نفس شیطان پلید چا کیتا باہو کوئی اصل پلید تے ناسے ہو

۳۔ روح کا عروج

اب جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے شیخ کامل کی توجہات اور لطائف میں ذکر کی بدولت روح بیدار ہو کر عالم قدس کی طرف پرواز کرتی ہے تو نفس کو بھی اپنے ساتھ عروج کراتی ہے اور سیر عروجی کے ذریعے نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے چنانچہ نفس مزکی و مطہر ہو کر نزول کرتا ہے اور روح مزید کمالات قرب حاصل کرنے کیلئے عروج کرتی رہتی ہے یوں یہ دونوں (روح و نفس مع الجسد) اپنے مقامات اصلیہ و کمالات علیہ پر پہنچ کر روحی و نفسی عروج و نزول

وظلمانی بنورانی مبدل خواہد گشت - وچوں روح ایں
 اور ظلمت نورانیت کے ساتھ بدل جائے گی اور جب وہ اس
 سفر را تمام کند و آنچه مقصود از نزول بود بانجام رساند، بہ
 سفر کو مکمل کرے گی اور جو کچھ نزول سے مقصود تھا انجام تک پہنچائے گی
 برزخیت اصلی خواہد رسید، و نہایت در رجوع بہ ہدایت
 تو اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور نہایت رجوع میں
 خواہد یافت،
 ہدایت کو پالے گی۔

(جسدی) سے مشرف ہو کر فنا و بقائے نفسی و روحی سے شاد کام ہو جاتے ہیں والحمد
 للہ علیٰ ذالک اور روح کے جسد میں نزول سے جو مقصود تھا وہ پورا ہو جاتا ہے اور
 روح اپنی اصلی برزخیت میں پہنچ جاتی ہے۔ بقول شاعر
 دل اپنی طلب میں صادق تھا گمرا کے سوئے مطلوب گیا
 دریا ہی سے یہ موتی نکلا دریا میں ہی جا کے ڈوب گیا
 جب روح عروجی منازل اور روحانی مدارج طے کرتی ہوئی دوبارہ عالم ارواح
 میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی انتہاء، ابتداء کی طرف لوٹ جاتی ہے اور نفس مطمئنہ ہو
 جاتا ہے بدن عنصری میں لطافت آ جاتی ہے تو روح کے جسم میں قید کرنے کا مقصد پورا
 ہو جاتا ہے اب ذہن میں سوال آتا ہے کہ روح کو دوبارہ عالم ارواح میں کیسے پہنچایا
 جائے صوفیائے کرام نے اس کے متعلق دو بنیادی باتیں بیان فرمائی ہیں۔
 سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا فضل محض بندے کے شامل حال ہو۔

وچوں قلب از عالم ارواح است، نیز در برزخیت توطن
 اور چونکہ قلب عالم ارواح سے ہے وہ بھی برزخیت میں قیام پذیر ہو جائے گا
 خواہد نمود، و نفس مطمئنہ کہ رنگے از عالم امر دارد چہ او
 اور نفس مطمئنہ جو عالم امر سے ایک طرح کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ وہ برزخ
 برزخ ست میان قلب و بدن نیز بہما نجا اقامت خواہد نمود،
 ہے قلب اور بدن کے درمیان بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا۔

۲..... دوسری بات یہ ہے اولیائے طریقت نے راہ سلوک کا جو طریقہ وضع فرمایا ہے اور
 اس کے لئے جو نصاب مرتب فرمایا ہے اس پر پوری اخلاص و تہدی سے پابندی کی
 جائے لیکن یہ سب کچھ کسی شیخ طریقت کی زیر نگرانی ہونا چاہئے و بدو نہ خرط القتاد
 دم عارف نسیم صبح دم ہے
 اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
 اگر کوئی شعیب آئے میسر
 تو شبانی سے کلیسی دو قدم ہے

پیری مریدی سے مقصود

پیری، مریدی سے مقصود شجرے، چتے، تپے، عباسیں، قبائیں، دستاریں،
 نیازیں، تعویذ دھاگے، اوراد و وظائف وغیرہا نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دل بہلانے کیلئے
 یہ سب کھلونے ہیں اور نہ ہی پیری مریدی کا مقصد عوام کا الانعام سے نذرانے بٹورنا
 اور روپیہ پیسہ ہتھیانا ہے اور نہ ہی تصوف کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کمانا ہے بلکہ یہ سب
 دنیا دار پیروں کے طلسمات اور شعبدے ہیں جن کا تصوف و طریقت و حقیقت و

شریعت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

پیری مرید کا مقصد نمود و نمائش بھی نہیں بلکہ یہ جہالت کی پیداوار اور شیطانی افکار ہیں اس قسم کے سب کام حرام ہیں جن کے تصور سے بھی شرک کی بو آتی ہے بقول اقبال مرحوم

۔ بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

درحقیقت شجرے، دستاریں، اوراد و وظائف اور اذکار وغیرہ اس ڈگڈگی کی مانند ہیں جس کو بجا کر ماری شعبدے دکھاتا ہے مقصود اس سے بالا ہے اور وہ یہ ہے کہ روح بدن کی تاریکی اور گناہوں کی آلودگی سے روحانی توجہات اور ذکر و فکر و مراقبات، سنت و شریعت پر پابندی وغیرہ کے ذریعے پاک و مطہر کر کے دوبارہ اسکا تعلق عالم ارواح سے کر دیا جائے گناہوں میں لتھڑی ہوئی انسانیت کا پھر سے خدا کے ساتھ سے رابطہ استوار کر دیا جائے اس لئے سلاسل طریقت کے مقرر کردہ سلوک نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کو طے کروایا جاتا ہے عالم امر اور عالم خلق کے لطائف میں توجہات دی جاتی ہیں۔ مگر ہائے افسوس! طریقت کے راہ نور دوں کو جبہ و دستار اور چلوں تک محدود کر دیا گیا ان کو حقیقت سے آگاہی نہ بخشی گئی۔ ”اٹھا میں مسجد و خانقاہ سے نمناک“ کے مصداق خانقاہیں اور مساجد و مدارس کسی صاحب نظر صوفی اور کسی صاحب توجہ درویش کی منتظر ہیں کہ جن کی ایک توجہ سے دل و دماغ میں انقلاب پیدا ہو جائے لیکن بقول اقبال مرحوم صد افسوس

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری

رہا صوفی گئی روشن ضمیری

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ

نہیں ممکن امیری بے فقیری!

شیخ کامل مکمل

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل (بکسریمیم) وہ ہے کہ جس کی ایک ہی باطنی توجہ سے مرید کے قلب و نظر میں انقلاب پیدا ہو جائے اور وہ مرید کے قلب کو ذاکر بنا دے بلکہ خالص نقشبندی فقیر اور پیر تو وہ ہے جو تصرف فرما کر مرید کے قلب سے شیطانی اثرات، نفسانی خواہشات و وسوس کو ہٹا کر اس کے دل پر اسم اللہ نقش کر دے اور اسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر دے اور نسیان ماسوی اللہ کے مرتبے تک پہنچا دے جو شیخ یہ کام کرے مرید کے لئے وہی اپنے زمانے کا امام ہے۔ بقول اقبال مرحوم

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے

حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق

جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

اور مرید کے متعلق اہل طریقت نے تحریر فرمایا ہے

الْمُرِيدُ مَنْ لَا يُؤَيِّدُ إِلَّا اللَّهَ یعنی مرید وہ ہے جو شیخ سے اللہ کے قرب کے

سوا کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔

روح کی عالم امر تک رسائی

جب روح کی عالم ارواح تک رسائی ہو جاتی ہے تو قلب کے عالم ارواح سے

تعلق کی وجہ سے وہ مقام برزخیہ پر براجمان ہو جاتا ہے۔ روح کے عالم امر (عالم

ارواح) تک رسائی کے دوران نفس بھی رام ہوتا جاتا ہے اور عالم امر کے رنگ سے

رنگا جانے کی وجہ سے مطمئن ہونے کی بنا پر وہ قلب اور بدن کے درمیان برزخ کی

حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

جب عالم امر کے لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اخفی) کی رسائی عالم ارواح تک ہو جاتی ہے اور نفس بھی ان کی اتباع میں لطیف اور مطمئن ہو جاتا ہے تو لطائف کے عالم قدس کی طرف پرواز کر جانے کے بعد نفس عنصری خالی رہ جاتا ہے تو عارف ہر قسم کی بشری کدورتوں اور نفسانی شرارتوں سے پاک اور محفوظ ہو جاتا ہے تو وہ حق تعالیٰ کے حضور یوں گویا ہوتا ہے بقول شاعر

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

جب حق تعالیٰ اس کے قلب میں جلوہ فرماتا ہے تو وہ ظاہری طور پر دنیا میں رہتا ہے لیکن باطنی طور پر حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

جہدے دل وچہ توں آوسیوں اوہ دنیا وچہ نہ وسدے نیں

اک وار جو پھائیوں اڈجاون مزدوجی وار نہ مہسدے نیں

و بدن عنصری کہ مرکب از عناصر اربعہ است بعالم
 اور بدن عنصری جو مرکب ہے چار عناصر سے عالم کون و مکان میں
 کون و مکان استقرار خواہد یافت، و بطاعت و عبادت
 قرار پائے گا اور اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جائے گا اس
 خواہد پرداخت۔ بعد ازیں اگر سرکشی و مخالفت واقع
 کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہو تو (وہ)
 شود فی الجملہ منسوب بطبائع عناصر خواہد بود،
 عناصر کی طبیعتوں کی طرف منسوب ہوگی۔

۵ لطائف اور عناصر اربعہ

لطائف پر وارد ہونے والے انوار و تجلیات بدن عنصری (خاک، باد، نار، آب)
 پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں نتیجتاً جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مصروف
 ہو جاتا ہے۔

عالم امر کے لطائف کے تصفیہ، نفس کے تزکیہ اور عالم خلق کے عناصر اربعہ پر انوار
 کے غلبہ کے باوجود، ان چاروں عناصر کی بغاوت، ثقات، کشافت، رذالت، جوذب گئی
 تھی کبھی کبھی وہ پھرا بھرتی اور جوش مارتی ہے دراصل یہ ان جواہر و عناصر کی فطرت
 میں شامل و داخل ہے جو صوفی و سالک کو گناہ پر آمادہ کرتی اور احکام الہیہ کی مخالفت
 پر کمر بستہ کر دیتی ہے جس کی وجہ سے درویش سے کوئی نہ کوئی خطا و قصور واقع ہو جاتا ہے۔

مثلاً جزو ناری کہ بالذات سر کشی و مخالفت طلب ست
مثلاً آتش جزو جو ذاتی طور پر سر کش اور مخالفت کا طالب ہے۔
در رنگ ابلیس لعین ندائے انا خیر منه خواہد بر آورد، و نفس
ابلیس لعین کی طرح انا خیر منه کی صدا لگائے گا اور نفس مطمئنہ جو سر کشی سے
مطمئنہ کہ از سر کشی باز ماندہ است چہ او از حق جل
باز آ گیا ہے کیونکہ وہ حق جل سلطانہ سے راضی ہو گیا ہے اور حق سبحانہ
سلطانہ راضی گشتہ، و حق سبحانہ ازوے راضی و مرضی
اس سے راضی اور وہ (نفس مطمئنہ) اس (حق تعالیٰ) سے راضی ہو گیا ہے
گشتہ، و سر کشی از راضی و مرضی متصور نیست۔ اگر
اور سر کشی کا ایک دوسرے سے راضی ہونے والوں سے تصور نہیں ہے اگر سر کشی
سر کشی است از قالب ست۔

ہے تو قالب (جسم غصری) سے ہے۔

۶ غصہ ناری

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عناصر اربعہ میں غصہ ناری کی مثال دیئے
ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ بغاوت اور مخالفت نار کی سرشت میں داخل و شامل ہے یہی
وجہ کہ شیطان لعین کی مانند اپنی خیریت و فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے دراصل شیطان جنات
میں سے ہے اور جنات کی تخلیق نار سے کی گئی ناری مخلوق ہونے کی وجہ سے سر کشی
و بغاوت دشمنی و مخالفت اس کی طبیعت میں داخل ہے یہی وجہ ہے کہ جب اسے حق تعالیٰ

کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بہتر و اعلیٰ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جیسا کہ آیات کریمہ وَكَانَ مِنَ الْجِنِّ اور اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (ص ۷۶) سے واضح ہے۔

نفس اور انسان

یاد رہے کہ بدن انسانی کی تکمیل نفس کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اس کو بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا البتہ نفس کے سرکش گھوڑے کے منہ میں عبادات و ریاضات، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کی لگام دے دی جاتی ہے تاکہ اس کی بغاوت و مخالفت دب جائے یوں نفس کا ازالہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا امالہ ہو سکتا ہے یوں اسے گناہوں کی دلدل سے نکال کر نیکی کی راہ پر گامزن کر دیا جاتا ہے۔

اسلام اور عصبیت

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ شیطان نے لاکھوں سال عبادت کرنے کے باوجود اپنی طبعی بغاوت کی وجہ سے اناخیر منہ کی متکبرانہ صدا بلند کر دی ایسے ہی دنیا دار لوگ زاہد و عابد ہونے کے باوجود برادری ازم کے پجاری ہوتے ہیں، خدا اور رسول ﷺ سے بھی اپنی برادری کو مقدم سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے مخصوص خونی مزاج کی وجہ سے ان میں اکھڑ پن، تکبر، ظلم، بغاوت، شرارت وغیرہ جیسی اخلاقی کمزوریاں اور روحانی بیماریاں ہوتی ہیں خواہ کوئی شخص ولی بھی بن جائے اس کا خاندانی مزاج پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ رہتا ہے گو اسلام میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا تصور نسل، برادری، رنگ اور قوم نہیں بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنْ اَنْكَرَ مِنْكُمْ عَنِ اللّٰهِ اتَّقُواْ اللّٰهَ اِنَّكُمْ (الحجرات ۱۳) سے عیاں ہے اس لئے برادری، رنگ نسل کی پوجا سے اجتناب کرنا چاہئے۔ بقول شاعر

تعب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
 یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے
 غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
 تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا
 اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے
 یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
 تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تم مسلمان بھی ہو

فضیلت کا معیار

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَجَعَلَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات ۱۳) کے
 مطابق برادریاں اور قبیلے محض باہمی تعارف کیلئے بنائے گئے اس لئے معیارِ فضیلت
 برادری نہیں بلکہ پرہیزگاری ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ جب صحابی رسول حضرت سیدنا
 سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے انکا شجرہ نسب پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا
 سلمان بن اسلام بن اسلام شاید اسی لئے سید المرسلین ﷺ نے انہیں سَلَمَانَ
 مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ کا مژدہ سنا کر اپنی اہلیت میں شامل فرمالیا سلطان العشاق حضرت
 مولانا عبد الرحمان جامی قدس سرہ السامی نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

جب کسی خوش قسمت کو عشقِ الہی کی دولت میسر آتی ہے تو اَلْعِشْقُ لَا رَیْخُورِقَ
 مَا سَوَى اللَّهِ کے مقولہ کے مصداق اس کی ساری روحانی و اخلاقی کمزوریاں و بیماریاں
 ختم ہو جاتی تو اس کی دعا مستجاب، توجہ اکسیر اور نگاہ شفا بن جاتی ہے اور جملہ کائنات

اور موجودات کی کرامت و سیادت کا تاج اس کے سر پر سجایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

ہر کرا جامہ ز عٹھے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
شاد باش! اے عشق خوش سودائے ما
اے طیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما
ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سید جملہ موجودات را

اہل بیت کی اقسام

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی مرحوم نے اہل بیت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱..... اصل اہل بیت

۲..... داخل اہل بیت

۳..... لاحق اہل بیت

اصل اہل بیت

اصل اہل بیت تیرہ افراد ہیں نواز واج مطہرات اور چار بناتِ طیبات

داخل اہل بیت

داخل اہل بیت تین افراد ہیں۔ حضرت سید علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرات

حسین کریمین رضی اللہ عنہما

لاحق اہل بیت

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نجاستوں اور گناہوں سے کلیۃً پاک کر دیا ہے اور ان کو کمال تقویٰ اور پاکیزگی عطا فرمائی ہے خواہ وہ سادات ہوں یا غیر سادات چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اگرچہ سید نہ تھے لیکن ناپاکی سے کمال طہارت کی وجہ سے اہل بیت سے لاحق تھے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا
سلمان منا اہل البیت سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔ (سبع سنابل)

مانا کہ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا
 شاید سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا واکملہا
 واکملہا (تعبیر بجهاد) اکبر ازین سرکشئی ابلیسی
 نے جہاد اکبر سے اس ابلیسی سرکشی کو تعبیر فرمایا ہے جو جس کا منشاء
 فرمودہ باشند کہ منشاء آن جزوقالی است۔ وآنکہ
 جزوقالی ہے اور وہ جو فرمایا ہے اسلم شیطانی (میرا شیطان مسلمان
 فرمودہ اند ”اسلم شیطانی“ مراد ازاں یا شیطان آفاقی ست
 ہو گیا ہے) اس سے مراد یا آفاقی شیطان ہے۔

۱۔ نفس مطمئنہ میں سرکشی کا امکان

نفس مطمئنہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے راضی اور مرضی کے خطاب سے
 مخاطب ہوتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ
 رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً سے واضح ہے تو اس سے بغاوت ممکن نہیں لہذا اگر سرکشی کا
 امکان ہوتا ہے تو وہ جسم غضری سے ہی متوقع ہے چونکہ شیطان جسم انسانی پر تسلط
 و تصرف کر کے اس پر دوسواں اور خواہشات کے لشکروں سے جملہ آور ہوتا ہے جیسا کہ
 ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَىٰ الدَّمِ یعنی شیطان بدن انسانی
 میں خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے۔

اس لئے شیطانی اثرات کی وجہ سے بھی انسانی جسم میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے
 شاید اسی سرکشی اور ابلیسیست کی بنا پر اس کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے

کہ قرین اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام و مراد اس جا شیطان جو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین ہے اور مراد اس جگہ انفسی شیطان ہے انفسی است، ہر چند صولت اس شیطان نیز شکستہ اگرچہ اس شیطان کا زور بھی شکستہ ہے اور سرکشی سے باز آ گیا ہے لیکن جو است و از تمرد باز ماندہ اما ما بالذات لا ینفک عن الذات چیز ذاتی ہوتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی۔

جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ یعنی کفار کے خلاف جہاد اصغر کیا ہے اب آؤ شیطانی اثرات اور نفسانی خواہشات کے خلاف اعمال صالحہ بجالا کر جہاد اکبر کریں۔

ایک سوال: حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک سوالیہ مقدمہ کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں سوال یہ ہے کہ بدنِ انسانی میں شیطانی تصرف کی وجہ سے جو بغاوت و غفلت پیدا ہوتی ہے جس کے خلاف اعمال صالحہ بجالا کر جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور پھر اس جہاد کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ ہے اَسْلَمَ شَيْطَانِي جب آپ ﷺ کا شیطان مسلمان ہو گیا ہے جس کے بدن میں تصرفات کے خلاف جہاد کرنا ہوتا ہے تو پھر آپ کے لئے فضیلت جہاد نہ رہی۔

حضرت امام ربانی کا جواب

اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں جہاد کرنے کے حوالے سے شیطان کی دو قسمیں ہیں۔
شیطان انفسی اور شیطان آفاقی

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ ست

سیاہی حبشی سے کیسے دور ہو کیونکہ وہ بذات خود رنگ ہے

و یا مراد ازاں شیطان انفسی است

اور یا مراد اس سے انفسی شیطان ہے

و اسلام آن مستلزم انتفائی سرکشی بالکلیہ نیست ،

اسکا مسلمان ہو جانا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ سرکشی کا انتفاء کلی طور پر ہو گیا ہے

شیطان انفسی

وہ شیطان جس کے خلاف ہمہ وقت جہاد جاری رکھنا ہے اس سے مراد شیطان انفسی ہے اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے اس کے متعلق دو قول ہیں یا تو شیطان آفاقی ہے یا شیطان انفسی ہے۔

شیطان آفاقی

شیطان آفاقی جسے حدیث نبوی ﷺ میں قرین فرمایا گیا ہے اسے ہمزا بھی کہتے ہیں اس کی تفصیل درج ذیل حدیث شریف میں بیان فرمائی گئی ہے۔
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ بِهِ قَرِينَهُ مِنَ الْجِنَّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الخ یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا مصاحب (ہمزا) جنوں اور فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیطان

ایک روایت میں حضرت ابن مریم علیہ السلام کے نام کی وضاحت ہے:

مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمْسُهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهْلُ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنَهَا (مقلوۃ باب الوسوسہ)

یعنی ابن آدم میں کوئی مولود ایسا نہیں مگر وقت ولادت، شیطان اس کو چھوتا ہے اور اس چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے کے۔

جب حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب ان کا ہمزاد آنے لگا تو ہر گز جبریل الیٰ عَدَن تو سیدنا جبریل علیہ السلام نے ٹھوکر مار کر اسے عدن میں پھینک دیا۔

حضور اکرم ﷺ اور شیطان

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم! جمیع نے عرض کیا وَاٰتَاكَ يٰ اَرْسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ
 آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے؟ فرمایا اِیْساَیَ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے لیکن
 اَتَانِیَ میرا ہمزاد میرے پاس آیا تھا۔ فَلَمَّا رَاْنِیَ اَسْلَمَ شَیْطٰنِیَ یعنی جب اس
 نے میرے جمال کو دیکھا تو میرا شیطان مسلمان ہو گیا۔

یہ حضور اکرم ﷺ کی شان تخصیص ہے کہ آپ کا شیطان مطیع و مسلمان ہو گیا اس لئے اس کے اثرات و تصرفات کا حضور پر اثر نہیں ہوتا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ جہاد اکبر والی حدیث میں جس شیطان سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد شیطان انفسی ہے۔

شیطان کے خلاف ہمہ وقت جہاد سے اگرچہ شیطان کی صولت و بغاوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے مگر آیت کریمہ اِنَّ الشَّيْطَانَ لِرَاْسَانِ عَدُوِّ مُبِينٌ کے مطابق اس کی شرارت و عداوت بالکل ختم نہیں ہوتی کیونکہ یہ اس کی سرشت میں داخل ہے اور جو

باوجود اسلام اگر ترک عزیمت خواہد و مرتکب رخصت اسلام لانے کے باوجود اگر عزیمت ترک کر دے اور رخصت کا مرتکب گردد جائز است، و اگر صغیرہ بوجود آید کہ در آن حسنہ ہو جائے جائز ہے^۵ اور اگر کوئی ایسا صغیرہ سرزد ہو جائے کہ جس میں نباشد ہم گنجائش دارد۔ بلکہ حسنہ ابرار کہ نزد مقربان حسنہ (نیکی) نہ ہو تو بھی گنجائش رکھتا ہے بلکہ ابرار کی نیکی مقربین کے نزدیک سیئہ است نیز ازیں قبیل است۔

سیئہ (بدی) ہے بھی اسی قبیل سے ہے۔

چیز کسی کی ذات اور طبیعت ہو وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی جس طرح حبشی کے بدن کی سیاہ رنگت ہزار جن کرنے سے بھی ختم نہیں ہوتی کیونکہ جو چیز کسی کی ذاتی ہو وہ جاتی نہیں ایسے ہی شیطان انفسی اور شیطان آفاقی (جسے اسلم شیطانی کا مژدہ ملا ہے) رام اور مطیع تو ہو جاتا ہے مگر اس کی طبعی عداوت و شیطنت ختم نہیں ہوتی۔

اسلم شیطانی والی حدیث میں شیطان سے مراد شیطان آفاقی ہو یا انفسی اس کے اسلام لانے اور مطیع ہو جانے کے باوجود وہ ذاتی خباثت، جلی شرارت اور طبعی عداوت سے باز نہیں رہتا کیونکہ کلی طور پر اس کی سرکشی اور بغاوت ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ جزوی طور پر مسلمان ہوا ہے۔

۵ شیطان کا رخصت پر عمل کروانا

اگر ایسی حالت میں سالک عزیمت کو چھوڑ کر رخصت پر عمل پیرا ہو جائے تو ایسا ممکن ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ

ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز فجر سوئے ہوئے قضا ہو گئی جب بیدار ہوئے تو سخت پریشاں و پشیمان ہوئے اور سارا دن جنگل میں سرگرداں پھرتے رہے غفلت پر نادم ہوئے اللہ کے حضور توبہ کی دوسرے روز علی الصبح کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا دروازے پر تشریف لا کر پوچھا تو کون ہے؟ جواب ملا شیطان ہوں آپ نے ارشاد فرمایا تیرا جگانے سے کیا تعلق؟ کہنے لگا کل بھی میں نے سلائے رکھا لیکن نماز کے قضا ہونے پر آپ نے جو آہ و زاری کی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی ہے آپ کو بے شمار اجر و ثواب مل گیا ہے جس سے مجھے بڑی تکلیف ہوئی ہے میں نہیں چاہتا کہ آپ کو اتنا زیادہ ثواب ملے بروقت نماز ہی ادا کرو اس لئے جگانے آیا ہوں۔ مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ شیطان نے رخصت پر عمل کروایا ہے عزیمت پر عمل نہیں کروایا۔

شیطان انفسی جو جزوی طور پر مطیع ہوا ہے اپنی جبلی سرکشی کی وجہ سے اگر صوفی کو عزیمت سے نہ روک سکے تو اسے رخصت پر ہی گامزن کر دیتا ہے اور اگر وہ کبیرہ گناہ نہ کروا سکے تو صغیرہ گناہ کا ہی مرتکب بنا دیتا ہے اور مقربین بارگاہ قدس جل سلطانہ سے ابرار جیسے اعمال کروا دیتا ہے جو مقربین کے نزدیک سینات کے قبیل سے ہوتے ہیں جیسا کہ مقولہ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتِ الْمُقَرَّبِينَ سے عیاں ہے یعنی مقربین سے ان کے مرتبہ و مقام کے لائق اعمال نہیں کرنے دیتا بلکہ انہیں نچلے مرتبے جو کہ ابرار کا مرتبہ ہے میں لا کر ان سے وہ کار خیر سرانجام دلاتا ہے جو مقربین کے نزدیک گناہ ہوتا ہے۔

ایں ہمہ اقسام سرکشی است و این بقائے سرکشی ازوے
یہ تمام سرکشی کی قسمیں ہیں اور اس سرکشی کا باقی رہنا اس سے اس کی
از برائے اصلاح و ترقیء اوست۔ چہ بعد از حصول این امور
اصلاح اور ترقی کے لئے ہے کیونکہ ان امور کے حاصل ہونے کے
کہ نہایت نقص درآں بحصول ترک اولیٰ است آن قدر
بعد ان میں انتہائی کمی ترک اولیٰ کے حصول سے ہے اس قدر
ندامت و پشیمانی و توبہ و استغفار دست می دہد، کہ
شرمندگی، پشیمانی، توبہ اور استغفار ہاتھ آتی ہے و جو بے انتہاء
موجب ترقیات بر نہایت می گردد۔

ترقیوں کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ۱۰

۹ سرکشی شیطان کی اقسام

اس کی متعدد اقسام ہیں

۰..... مقررین سے ابرار والے اعمال کرواتا ہے

۰..... بڑی نیکیوں والوں سے چھوٹی نیکیاں کرواتا ہے

۰..... کبار کے مرتکبین سے صغائر کا ارتکاب ہی کروادیتا ہے

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بدن انسانی میں شیطانی بغاوت کے
باقی رہنے کا دوسرا پہلو بیان فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اپنی فطری عداوت کی وجہ
سے صوفی سے عزیمت کی بجائے رخصت اور مقررین سے ابرار کے سے کام کرواتا

ہے تو اس پر صوفی پریشان اور پشیمان اور نادم و شرمندہ ہوتا ہے تو صغائر کا ارتکاب اور وسوسوں کا اکتساب وغیرہ باندہ مومن کے لئے اصلاح کا باعث بن جاتے ہیں اور ان پر انفعال و ندامت ترقی درجات کا موجب ہو جاتی ہے۔

گناہ گار کا نادم ہونا

بلکہ بعض اوقات نیکو کار عابد اور زاہد قسم کے لوگ اپنے علم اور تقوے پر نازاں ہو کر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتے ہیں نبی اور مہدی بن بیٹھتے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کبھی کبھی شیطان کو اس قسم کے بندوں کے حوالے سے ڈھیل دیتا رہتا ہے اور اندر اندر سے اپنے بندوں کو الہام کرتا رہتا ہے کہ تم غلطی کر رہے ہو واپس آ جاؤ بالآخر ایک دن ایسا آتا ہے کہ وہ بندہ مومن اور صوفی ہر قسم کے تکبر و غرور و نخوت و بغاوت پر شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہا کر حق تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے روتا اور گڑ گڑاتا ہے آنسو بہاتا ہے جو ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات إِنَّ دَمْعَةَ الْعَاصِي تَطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ کے مصداق اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور شرف قبولیت پالیتا ہے، بقول اقبال مرحوم

موتی سمجھ کے شان کریں نے چن لئے

قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

وہ درد و عشق اور آہ و فغاں وہ نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ قصویٰ ہے جس سے ملا نگہ بھی

محروم ہیں مولانا روم مست بادۂ قیوم فرماتے ہیں۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست

درد را جز آدمی در خورد نیست

علامہ اقبال مرحوم نے غالباً اسی لئے کہا تھا

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ

۱۰۔ بعض خطاؤں پر بلندی درجات

انابت، ندامت، رجوع، توبہ، آہ وزاری اور در ماندگی و انکساری وہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو مقربین کی صفوں میں لاکھڑا کرتا ہے چوروں کو قطب بنالیا جاتا ہے یوں شیطان کی ساری سازشیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے وہ صوفی گناہوں سے کنارہ کش ہو کر راہ حقیقت و ہدایت پر گامزن ہو جاتا ہے اس طرح اس کی خطائیں اور غلطیاں اس کی اصلاح اور بلندی درجات کا زینہ بن جاتی ہیں۔

عزیمت کی بجائے رخصت اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع جو ترک اولیٰ کے قبیل سے ہیں کے اکتساب سے صوفی کے مقامات و مدارج میں جو نقص اور کمی واقع ہوتی ہے جب صوفی سے ترک اولیٰ کا ارتکاب ہو جاتا ہے اور اعلیٰ مقامات تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا تو اس پر پشیمان و نادم ہوتا ہے اللہ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار اور آہ و فریاد کا اظہار کرتا ہے تو اعلیٰ مقامات اور بے شمار درجات حاصل کر لیتا ہے شاید اقبال مرحوم نے اسی مقام کے متعلق کہا تھا۔

۔ متاع بے بہا ہے درد و سوز و آرزو مندی

مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

وچوں بدن عنصری در مقر خود استقرار یافت، بعد از مفارقت اور جب بدن عنصری اپنے جائے قرار میں قرار پاتا ہے۔ چھ لطیفوں سے جدائی اور ان لطائف ستہ و عروج آنها در عالم امر ہر آئینہ خلیفہ آنها دریں کے عالم امر میں عروج کے بعد ہر آئینہ جو ان (لطائف) کا خلیفہ ہے۔ عالم ہمیں بدن خواہد ماند و کارہمہ آنها خواہد کرد اس جہاں میں یہی بدن رہ جائے گا اور ان تمام کے کام کرے گا۔

۱۱۔ لطائف ستہ کا خلیفہ

جب صوفی کے جسم سے لطائف ستہ (قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفس) عالم امر کی طرف عروج کر جاتے ہیں تو ان میں سے ہر ہر لطیفہ کا خلیفہ یہی بدن عنصری ہوتا ہے چونکہ اصل والے کام سر انجام دیتا ہے نور و ظہور و سرور و حضور، عبادات و طاعات اور ترقیات و غیرہ جیسے سارے کام بدن انسانی خلیفہ بن کے ہی کرتا ہے۔

جب لطیفہ قلب (قلب نوری) عالم امر کی طرف عروج کر جاتا ہے اسے حقیقت جامعہ قلبیہ کہتے ہیں تو وہ اپنے انوار اور اثرات قلب صنوبری پر چھوڑ جاتا ہے جسے مضغہ گوشت بھی کہتے ہیں خلیفہ ہونے کی وجہ سے قلب نوری والی صلاحیتیں اور استعدادیں مضغہ گوشت میں پیدا ہو جاتی ہیں اس لئے اگر الہام نازل ہوتا ہے تو مضغہ گوشت پر ہوتا ہے۔

بعد ازیں اگر الہام است برہمیں مضغہ است کہ خلیفہ
 اور بعد اس کے اگر الہام آتا ہوتا ہے اسی مضغہ گوشت پر آتا ہوتا ہے
 حقیقت جامعہ قلبیہ است، و آنچه در حدیث نبوی ع یہ
 جو خلیفہ ہے حقیقت جامعہ قلبیہ کا۔ اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 الصلوٰۃ والسلام آمدہ است ”من اخلص للہ اربعین صباحا ظہرت
 میں آیا ہے جو قلمس ہوا اللہ کیلئے چالیس صبحیں ظاہر ہو جاتے ہیں حکمت کے
 ینا بیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ“ مراد ازیں قلب واللہ سبحانہ
 چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر مراد اس قلب سے اور اللہ سبحانہ
 اعلم ”ہمیں مضغہ است

زیادہ جانتا ہے یہی مضغہ ہے۔ ۱۲

۱۲ مضغہ گوشت پر الہام

مضغہ گوشت پر وارد ہونے والے الہام کی مثال حضرت امام ربانی قدس سرہ
 العزیز نے حدیث شریف سے بیان فرمائی ہے زیر نظر حدیث شریف میں یہ ارشاد
 فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ پر اس طرح کنٹرول کرے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی
 مرضیات، عبادات اور اعمال صالحہ کے اور کوئی کام نہ کرے کسی قسم کے گناہ کی آلائش سے
 ملوث نہ ہو مخلوق خدا کی ایذا رسانی سے اجتناب کرے چالیس دن تک ہر قسم کے گناہوں
 سے باز رہے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹے اور دانائی کے سوتے اُبلتے ہیں
 جن کا اظہار و اعلان اسکی زبان سے ہوتا ہے اس کا ایک ایک کلمہ دلوں پر اثر کرتا ہے اس کی

وعظ و نصیحت قلب و نظر میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے اس کے درس و تدریس کا ایک ایک لفظ دل و دماغ پر نقش ہوتا جاتا ہے اور اس کی تحریر و تقریر سے بھٹکے ہوئے راہ راست پر آ جاتے ہیں اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے رمضان کا پورا مہینہ اعتکاف فرمایا۔ بعض لوگ ۴۰ کا عدد پورا کرنے کیلئے ماہ رمضان کی آمد سے قبل ہی ۱۰ دن اعتکاف بیٹھ جاتے ہیں اور بعض لوگ پورا ماہ رمضان اعتکاف بیٹھنے کے علاوہ مزید دس دن اعتکاف کرتے ہیں تاکہ ماہ شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیں اور ۴۰ کا عدد بھی پورا ہو جائے۔ یوں جو شخص حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے پیش نظر ۴۰ روز اعمال صالحہ اور افعال حسنہ بجالاتا ہے تو اس کے قلب پر حکمت الہیہ کا نزول شروع ہو جاتا ہے اس قلب سے مراد مضغہ گوشت ہی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ قلب سے مراد حقیقت جامعہ قلبیہ نہیں بلکہ مضغہ گوشت ہے۔

و در احادیث دیگر ایی مراد متعین است، کما قال
اور دوسری حدیثوں میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

علیہ الصلوٰۃ والسلام ”انہ لیغان علی قلبی“

فرمایا بلاشبہ میرے دل پر (ہلکا سا) غبار طاری کر دیا جاتا ہے ۱۳

۱۳ انہ لیغان علی قلبی کی وضاحت

درج ذیل حدیث مبارکہ میں قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّهُ لَيَغَانُ عَلٰی قَلْبِيْ یعنی بے شک میرے قلب پر ہلکا سا پردہ طاری کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں قلب سے مراد قلب نہیں کہ جس پر غبار آتا ہے بلکہ وہ قلب تو ہمہ وقت جلوؤں میں محو رہتا ہے کیونکہ وہ تو کلیۃ غبار سے محفوظ ہو گیا ہے یہاں غین جس قلب پر آتا ہے اس سے مراد مضغہ گوشت ہے۔

قلب پر غبار آنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ امت کے حال پر انتہائی شفقت و مہربانی سے پیش آنے کی وجہ سے ان کی کثافت کو اپنی طرف کھینچ لیتے جو غبار کی طرح نظر آتا تھا جسے غین سے تعبیر فرمایا گیا۔

حجاب قلبی کی اقسام

حضرت امام ابو نصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے قلبی حجاب کی چار قسمیں بیان

فرمائی ہیں۔

- ۱ ”ختم“ اور ”طبع“ یہ حجاب کی قسم کفار کے دلوں پر چھاتی ہے۔
- ۲ ”رین“ اور ”قسوۃ“ حجاب کی یہ قسم منافقوں کے دلوں پر چھاتی ہے۔

۳..... ”صدأ“ اور ”غشاوة“ حجاب کی یہ قسم مومنوں کے دلوں پر چھاتی ہے۔

۴..... ”غین“ حجاب کی یہ قسم حضور انور ﷺ کے قلب اقدس پر چھاتی ہے۔

قلب اقدس پر بادل (حجاب) چھانے کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ جب آئینے کے سامنے انسان سانس لے تو وہ ہلکا سا دھندلا جاتا ہے مگر چند لمحوں کے بعد پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے۔

صحبت کا اثر

صوفیائے کرام اپنے مریدین و متوسلین و سالکین کو جو صحبت ناجنس سے باز کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ برے لوگوں کے قلبی اثرات، نفسانی وسوساں و خطرات نامعلوم اور پوشیدہ طریقہ سے سرایت کرتے رہتے ہیں نتیجتاً باطنی مزاج بگڑ جاتا ہے روحانی پرواز میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

جبکہ صالحین کی صحبت اپنا رنگ دکھاتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت غبار لاتی ہے حضور اکرم ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کے اثرات کو تمثیلیوں بیان فرمایا ہے۔
ارشاد گرامی ملاحظہ ہو!

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوِّ كَمَثَلِ الْمُسْكِ وَنَافِخِ الْكَبِيرِ
(مشکوٰۃ شریف باب الحب فی اللہ)

اچھے اور برے صحاب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے کستوری اٹھانے والا تمہیں کچھ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی عمدہ خوشبو آئے گی بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلانے گا یا تمہیں اس کی ناگوار بد بو آئے گی۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا ترجمہ پنجابی زبان میں یوں کیا ہے

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
 سودا بھانویں مول نہ لیتے حلے آؤن ہزاراں
 برے لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
 کپڑے بھانویں کنج کنج پیے چنگاں پین ہزاراں
 کسی فارسی شاعر نے اہل اللہ کی صحبت و زیارت کی شان کو یوں بیان فرمایا ہے
 گرد مستان گرد اگر مے کم رسد بوئے رسد
 گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است
 ترجمہ بوہی کافی ہے اگر مے کش نہیں دیتے شراب
 بوہی گر حاصل نہیں، دیدار سے ہو فیضیاب

عروض غین بر مضغہ است نہ بر حقیقت جامعہ کہ او
 غین (غبار) کا عارض ہونا مضغہ گوشت پر ہے نہ کہ حقیقت جامعہ پر کیونکہ
 بکلیہ از غین برآمدہ است و در احادیث دیگر آمدہ از
 وہ مکمل طور پر غین سے باہر آگئی ہے اور دوسری حدیثوں میں قلب کا پلٹنا آیا
 تقلب قلب کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام ”قلبُ المؤمن بین
 ہے“ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مؤمن کا قلب دو انگلیوں کے
 اصبعین من اصابع الرحمن“..... الخ
 درمیان ہے رحمٰن کی انگلیوں میں سے۔

۱۴۔ قلب مومن کا تقلب

در جذیل حدیث پاک میں ہے کہ قلب سے مراد متعین مضغہ گوشت ہے
 جو الٹا پلٹتا رہتا ہے کیونکہ حقیقت جامعہ الٹ پلٹ سے پاک ہے۔
 حدیث پاک یوں ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اصْبَعَيْنِ مِنْ اصْبَاعِ
 الرَّحْمَنِ يَقْلِبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ (مومن کا قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے
 جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹتا ہے۔
 زیر نظر حدیث پاک تشابہات میں سے ہے تشابہات کے متعلق حضرت امام
 ربانی قدس سرہ العزیز کا موقف کیا ہے اس کیلئے ملاحظہ ہو۔ (الہیات شرح مکتوبات
 مکتوب ۷۷ جلد دوم)

وقال صلى الله عليه واله وسلم قلبُ المؤمن كُريشةٌ في ارض

اور حضور ﷺ نے فرمایا مومن کا دل اس ریشہ (پرندہ کے پر کا معمولی حصہ) کی مانند

فلاة..... الخ . وقال عليه الصلوة والسلام اللهم يا مقلب القلوب ثبت

ہے جو بیابان میں (پڑا) تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اللہ اے

قلبی علی طاعتک

دلوں کے پلٹنے والے ثابت رکھ میرے دل کو اپنی اطاعت پر۔

۱۵ قلب مومن

زیر نظر حدیث پاک بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے اس موقف کیلئے پیش فرما رہے ہیں کہ قلب سے مراد متعین مضغہ گوشت ہے۔ یعنی بندہ مومن کا قلب پرندہ کے اس پر کی مانند ہے جو کسی جنگل بیابان میں پڑا ہو جس طرح ہوائیں پر کے اس کٹے ہوئے ریشہ کو اڑائے پھرتی ہیں ایسے ہی مومن کا دل دنیا کے جنگل میں اڑتا پھرتا ہے جس طرف سے دباؤ پڑتا ہے اسی طرف ہو جاتا ہے گویا قلب کی کیفیت یوں ہوتی ہے۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

زیر نظر حدیث مبارک کے دعائیہ جملے میں اللہ پلٹنے اور اڑنے والے دل کے اطاعت الہی پر ثبات و قرار کی التجا کی جارہی ہے اے خدایا! گو قلوب کی تقلیب و تغیر تیری مشیت پر موقوف ہے لیکن تیرے حضور ہم بھیجی ہیں کہ ہمارے قلوب اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر ہی لگائے رکھنا۔ اللہم آمین

مذکورۃ الصدر احادیث مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہو گئی ہے کہ تلویحات و تقلیبات اور ثبات و عدم ثبات مضغہ گوشت کیلئے ہی ہے کیونکہ حقیقت جامعہ مقام اطمینان پر براجمان ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے تقلیبات و تلویحات سے بالا ہے۔

والتقلب وعدم الثبات ثابتة لهذه المضغة لأن الحقيقة الجامعة
 اور دل کا پلٹنا اور عدم ثبات ثابت ہے اسی گوشت کے ٹکڑے کیلئے کیونکہ حقیقت جامعہ
 لا تقلب لها أصلاً بل هي مطمئنة راسخة على الاطمینان والخليل على
 کیلئے ہرگز الٹ پلٹ نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت جامعہ مطمئنہ ہے اطمینان پر راسخ ہے۔
 نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حیث طلب الاطمینان للقلب اراد بہ
 اور حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اطمینان قلب کی درخواست کی
 المضغة لا غیر لأن قلبه الحقیقی قد كان مطمئناً بل لنفسه
 تھی ان کی مراد اس سے مضغہ گوشت تھا نہ کہ کوئی اور چیز کیونکہ ان کا قلب حقیقی
 ایضاً کانت مطمئنة بسبب سياسة قلبه الحقیقی .

تو بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی بنا پر۔

۱۶ ایک سوال

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک سوال مقدر کا جواب بیان فرما
 رہے ہیں سوال یہ ہے کہ جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتی کے
 ذریعے اطمینان قلبی مانگا تھا اس سے مراد حقیقت جامعہ ہے یا مضغہ گوشت ہے

حضرت امام ربانی کا جواب

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد
 فرماتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ
 السلام کا قلب حقیقی یقیناً مقام اطمینان پر فائز المرام تھا بلکہ قلب حقیقی کی تربیت

وسیاست کی وجہ سے ان کا تو نفس بھی مطمئنہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوْلَمْ تُؤْمِنُ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي (البقرہ ۲۶۰) یعنی اور ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کیا یقین کیوں نہیں لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

اس آیت مبارکہ میں اطمینان قلب سے مراد مضغہ گوشت کا اطمینان ہے کیونکہ آپ کا نفس تو پہلے ہی مطمئنہ تھا۔

قال صاحب العوارف قدس سره "إِنَّ الْإِلَهَامَ صِفَةُ النَّفْسِ
صاحب العوارف قدس سره نے فرمایا ہے شک الہام صفت ہے اس نفس مطمئنہ کی جس
المطمئنة التي عرجت في مقام القلب وان التلويحات والتقليبات
نے مقام قلب میں عروج کیا ہو کھلا اور بے شک تمام رنگتیں اور تبدیلیاں اس وقت
جس تکون صفات النفس المطمئنة وهو كما ترى مخالف للاحاديث
ہوتی ہیں صفات نفس مطمئنہ کی اور یہ جیسا کہ آپ نے دیکھا مخالف ہے احادیث
المذكورة ولوتيسر العروج من هذا المقام الذي اخبر الشيخ عنه
مذکورہ کا اور اگر (انہیں) عروج میسر ہو جاتا^{۱۸} اس مقام سے جس کے متعلق شیخ نے
لَعَلِمَ الامر كما هو عليه ولا خ صدق ما اخبرت به وطابق الكشف
خبر دی ہے تو ضرور انہیں حقیقت حال کا علم ہو جاتا جس کی انہوں نے بات کی ہے اور
والالهام بالاخبارات النبوية على صاحبها الصلوات والسلام والتحية
ظاہر ہو جاتی صداقت اس کی خبر دی ہے میں نے جس کی اور مطابق ہو جاتے کشف
اور الہام احادیث نبویہ کے (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام والتحية)

۱۷ حضرت امام ربانی کا صاحب عوارف کے قول پر تبصرہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کے ایک قول پر تبصرہ فرما رہے ہیں دراصل
حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ہر حال میں کتاب و سنت کی تعلیمات کو ملحوظ خاطر
رکھتے ہیں صوفیائے کرام کے مشکوفات والہامات کا قرآن و حدیث سے موازنہ کرتے

ہیں اگر الہامات وغیرہا کتاب وسنت کے عین موافق ہوں تو انہیں قبول کر لیتے ہیں اور جو مکشوفات والہامات، کتاب وسنت سے متصادم ہوں انہیں رد کر دیتے ہیں۔ اس لئے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی، قطب ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی حضرت صدر الدین قونوی کے شریعت مطہرہ کے مخالف مکشوفات والہامات کو قابل رد سمجھتے ہیں لیکن ان حضرات کی عظمت کے پیش نظر انکا ذکر خیر نہایت احترام سے کرتے ہیں اور ان کی کشفی خطا کو فقہاء کی خطائے اجتہادی کی مانند گردانتے ہیں اور اسے غلبہء حال اور سکر وقت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں تاکہ ان اولیائے عظام کا ادب واحترام لوگوں کے قلب و نظر میں جاگزیں رہے اور ان کی عقیدت وجذبات میں کسی قسم کا کوئی فتور واقع نہ ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تبصر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کے نزدیک جب نفس مطمئنہ کو مقام قلب تک رسائی نصیب ہو جائے تو الہامات وتکوینات وتقلیبات وتغیرات اور رنگ آمیزیاں نفس مطمئنہ پر وارد ہوتی ہیں حالانکہ گذشتہ احادیث مبارکہ میں تکوینات وتقلیبات کا محل مضغہ گوشت ہے لہذا ان کا یہ قول حدیث کے خلاف ہے۔

۱۸۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا روحانی مقام

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز احتراماً حضرت شیخ کے قول کی بابت فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت شیخ نفس مطمئنہ کے مقام پر فائز تھے اس لئے انہوں نے اپنے مقام ومرتبے کی خبر دی ہے البتہ اگر انہیں نفس مطمئنہ کے مقام سے اوپر عروج نصیب ہوتا تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی اور ان کا کشف والہام احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے مطابق ہو جاتا۔

ولقد تعلم ان ما اخبرث به من خلافة المضغة ورود الالهام عليها و
 اور البتہ تحقیق تمہیں علم ہو گیا یقیناً اس چیز کا میں نے خبر دی جس کے بارے میں المضغة
 صیور رہا صاحب احوال و تلویحات ممّا کبر علی المتعصّین
 گوشت کی خلافت کی اور الہام کا ورود اسی پر ہوتا ہے اور ہو جاتا ہے وہ احوال و تلویحات
 الجاهلین القاصرین عن حقیقة الامر وثقل علیہم فماذا یقولون فی
 والا۔ یہ باتیں اگر مشاق ہوں متعصب جاہل حقیقت حال سے قاصر لوگوں پر اور یہ ان
 الاخبار النبویة علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام

پر گراں گذریں پس وہ کیا جواب دیں گے احادیث نبویہ کا علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام

۱۹ حضرت امام ربانی کی تحقیق قلب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ میری بیان فرمودہ
 گذشتہ تحقیق سے عیاں ہو گیا ہے کہ مضغة گوشت، حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ بن
 جاتا ہے فلہذا الہام کا مورد بھی مضغة گوشت (قلب صنوبری) ہی ہوتا ہے اس لئے
 صاحب احوال و تلویحات و تقلیبات بھی یہی قلب صنوبری ہوتا ہے۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رنج و ملال و افسوس کا اظہار فرما رہے
 ہیں کہ ہماری تحقیق حقیقت حال سے قاصر، جہال اور متعصّین پر بڑی گراں اور ثقیل
 گذرتی ہے دراصل تعصب ایسا اخلاقی و روحانی مرض ہے۔ جس میں مبتلا انسان اپنی
 ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کی وجہ سے غلط بات پر ڈٹ جاتا ہے بات کی تہہ تک پہنچنے کی
 کوشش نہیں کرتا اسلئے حقیقت حال سے محروم رہتا ہے سالک اور صوفی کو اس قسم کی
 باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

حيث قال "إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لَمُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ
 جِيسَاكَ ارشاد فرمایا بے شک جسم میں بنی آدم کے مضغہ گوشت ہے جب وہ درست
 کُلُّہُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا هِيَ الْقَلْبُ" جَعَلَ صَلَّى اللَّهُ
 ہو جائے تو سنور جاتا ہے سارا جسم اور جب خراب ہو جائے تو بگڑ جاتا ہے سارا جسم
 تَعَالَى عَلَيْهِ وَالْهٖ وَسَلَّم الْمُضْغَةُ هِيَ الْقَلْبُ عَلَى سَبِيلِ الْمَبَالِغَةِ وَنَاطَ
 آگاہ رہو وہ قلب ہے قرار دے دیا آپ ﷺ نے مضغہ کو قلب بر سبیل مبالغہ اور مختصر
 صَلَاحِ الْجَسَدِ وَفَسَادِهِ بِصَلَاحِهَا وَفَسَادِهَا،

فرمادیا جسم کی اصلاح اور فساد کو اس کی درستگی اور خرابی کے ساتھ۔

۔ تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
 یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے
 بعض لوگ بے علمی اور نادانی کی وجہ سے کسی غلط موقف پراڑ جاتے ہیں
 اور بعض لوگوں میں حقیقت حال تک پہنچنے کیلئے روحانی استعداد اور علمی قابلیت نہیں
 ہوتی اس لئے وہ بھی اپنے غلط موقف پر ڈٹے رہتے ہیں اس قسم کے جاہل اور احمق
 لوگوں کا آپ شکوہ فرما رہے ہیں۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جاہل اور نادان
 لوگوں کو اگر میری تحقیق سے اختلاف ہے تو وہ اس حدیث مبارکہ کا کیا جواب دیں گے
 جس میں واضح طور پر مضغہ گوشت کو قلب فرمایا گیا ہے لہذا ہماری بیان فرمودہ تحقیق ہی
 کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ (وللہ الحمد)

حدیث پاک کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فَيَجُوزُ لَهُذِهِ الْمَضْغَةُ مَا يَجُوزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِيقِيِّ وَإِنْ كَانَ عَلَى سَبِيلِ
پس جائز ہوگا اس مضغہ کیلئے جو جائز ہوگا قلب حقیقی کے لئے اگرچہ ہو نیابت اور

النِّيَابَةِ وَالْخِلَافَةِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الرُّوحَ لَمَّا فَارَقَ

خلافت کے طریق پر جان لو بیشک روح مٹ جب جدا ہو جاتی ہے۔

إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لَمُضْغَةً أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

یہی مضغہ گوشت جسے مبالغہ قلب فرمایا گیا ہے خیر و شر اور صلاح و فساد کا محل
ہے جس کے صلاح و فساد پر جسم کی صحت و عدم صحت کا دار و مدار ہے لہذا یہ بات عیاں
ہوگئی کہ جو الہامات و پیغامات قلب حقیقی پر وارد ہوتے ہیں ان الہامات کا ورود مضغہ
گوشت پر بھی ہوتا ہے اگرچہ نیابت و خلافت کے طور پر ہی ہو۔

۲۰ روح

روح ایک ایسی شئی ہے جس کے متعلق آیت کریمہ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا
قَلِيلًا کے مطابق ان قلیل لوگوں کو علم دیا گیا ہے جنہیں راسخین فی العلم کہا جاتا ہے۔
روح عالم امر سے ہے جس کا تعلق دائرہ وجوب سے ہے جو ممکنات و مخلوقات
کی آمیزش سے بالا ہے۔

اقسام روح میں اختلاف

روح کی لاتعداد اور بیشمار اقسام ہیں جو احاطہ ادراک سے باہر ہیں۔ حضرت ابن
العربی قدس سرہ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف
ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک روح واحد ہے اور وہ
روح محمدی ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتحیات اور روح کی اقسام سے مراد روح کے

تعینات ہیں۔ جیسے درخت کا بیج ایک ہوتا ہے اور اس بیج سے درخت کا پھیلاؤ اسی بیج کے تعینات ہیں۔ لہذا شاخ، پتہ، پھول، پھل، کاٹا وغیرہ اس بیج کے تعینات ہیں۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ علمائے متکلمین اہل سنت کی تائید میں فرماتے ہیں کہ روح ایک نہیں بلکہ ارواح متعدد و متکثر ہیں آپ کے نزدیک روح محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ وعلیہ وسلم حقیقۃ الحقائق ہے جسے روح اعظم بھی کہا جاتا ہے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ (یعنی ارواح لشکروں کی صورت میں ہیں) سے ارواح کے متعدد ہونے کی دلیل شرعی ہے جس سے روح واحد کے قول کی نفی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کا قول کہ روح ایک ہے دلیل کشفی سے ثابت ہے دلیل کشفی سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے جبکہ دلیل شرعی سے علم قطعی و یقینی حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

روح کی اقسام بلحاظ بدن

اجمالی طور پر روح کی دو قسمیں ہیں۔

۱..... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ارواح انسانیہ حیوانیہ ہیں جو متصرفہ بدن ہوتی ہیں۔

۲..... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ نہیں ہوتا وہ متصرفہ بدن نہیں ہوتیں انسانی جسم ان کے تصرف کا محتاج نہیں ہوتا اس سے مراد ملاء اعلیٰ کی ارواح ہیں جنہیں ملائکہ کہا جاتا ہے یہ بھی ارواح کی ایک قسم ہے انہیں ارواح مہیمہ کہتے ہیں جو ملاء اعلیٰ میں رہتے ہیں۔ ملاء اعلیٰ ارواح کا دیس ہے اور یہ ایک ولایت ہے جن اولیائے کرام کو ملاء اعلیٰ کی ولایت نصیب ہوتی ہے ان کا تعلق ان ارواح سے ہوتا ہے۔

۵..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سالک کی روح

الجسد بالموت الذى هو قبل الموت وجد العارف الواصل روحه
جسم سے اس موت کے ذریعے الٰہ جو قبل از موت ہو پاتا ہے عارف واصل اپنی روح کو
غیر داخل فی الجسد ولا خارج عنه ولا متصل معه ولا منفصل عنه
نہ جسم میں داخل نہ اس سے خارج اور نہ پیوستہ اس سے اور نہ جدا اس سے اور پاتا ہے
دوران سلوک عروجی منازل طے کرتی ہوئی عالم بالا تک رسائی حاصل کر لیتی ہے
تو اسے فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے جسے موت قبل از موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۱ اقسام موت

روح کے جسم سے نکلنے کے اعتبار سے موت کی دو قسمیں ہیں۔

صورت موت اور حقیقت موت

صورت موت

اس موت میں نفس غلبہء محبت کے ظہور اور صاعقہء احدیت کے نزول کے
باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جاتا ہے اور انانیت سے گذر جاتا ہے بلکہ اپنا
کوئی نام و نشان بھی نہیں چھوڑتا اور غیب ہویت کی تیغ آرزو سے مقتول ہو جاتا ہے
اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ (الانعام ۱۲۳) کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم
نے اس کو زندہ کر دیا کی خوشخبری اور مَنْ قَتَلْتُمْ فَأَنْدِيتُمْ (جس کو میں قتل کرتا ہوں
اس کی دیت میں خود ہوں) کی بشارت اس طرح کے مقتول و کم شدہ کو سر بلند کر دیتی
ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کر دیتی ہے اس موت میں گور و روح عالم بالا
تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کا تعلق و گمرانی جسم کے ساتھ بدستور قائم رہتا ہے اس موت کو
مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو فنائے مطلق بھی کہتے ہیں۔

و وجد ان للروح تعلقاً مع الجسد لصلاح الجسد بل لغرض يعود روح کا تعلق جسم کے ساتھ جسم کی اصلاح کیلئے بلکہ اس غرض کے لئے بھی کہ واپس الی الروح کماله ايضاً و ذلك التعلق هو منشاء الصلاح والخير في آجائے روح کی طرف اس کا کمال بھی اور اس تعلق کی یہی منشا ہے کہ جسم میں اصلاح الجسد ولولا ذلك التعلق لصار الجسد بخذا فيره شراً ونقصاناً۔ اور بھلائی ہو اور اگر نہ ہو یہ تعلق تو ہو جائے جسم مکمل طور پر شر اور نقصان۔

حقیقت موت

وہ موت ہے جس میں انسان کی وفات پر اس کی تجہیز و تدفین کا اہتمام کیا جاتا ہے اسے طبعی موت بھی کہا جاتا ہے جس میں اولیائے کرام نقل مکانی کرتے ہیں جیسا کہ روایت میں ہے **أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ** یعنی آگاہ رہو کہ یقیناً اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ بقول شاعر

ہیں دونوں گھر انہی کے جس گھر میں جی چاہا جا بیٹھے
کبھی اس گھر میں آ بیٹھے کبھی اُس گھر میں جا بیٹھے

وہكذا الحال للواجب تعالى مع الروح وغيره فانه تعالى غير داخل في
یہی حال ہوتا ہے واجب تعالیٰ کا روح وغیرہ کے ساتھ پس یقیناً اللہ تعالیٰ نہ داخل عالم
العالم ولا خارج عنه ولا متصل معه ولا مُنفصل عنه ولہ سبحانہ تعلق
ہے اور نہ خارج ہے اس سے اور نہ پیوستہ ہے اس سے اور نہ منفصل ہے اس سے اور اس
مع العالم خلقاً وابقاء و افاضۃ للکمالات و ایلاء للنعم والخیرات فان
سجائے کا تعلق ہے عالم کے ساتھ پیدا کرنے کا، باقی رکھنے کا اور کمالات کے فیضان کا
قلت ان علماء اهل الحق ماتکلموا فی الروح مثل هذا الکلام بل
اور استعداد پیدا کرنے کا نعمتوں اور بھلائیوں کے لئے۔ ۲۲ اگر تم کہو کہ علمائے اہل
کاذوالم يجوزوه وانت ملتزم وفاقهم فی القلیل والكثیر فما وجهہ .
حق نے روح کے متعلق نہیں کلام کیا مثل اس کلام کے بلکہ تقریباً انہوں نے جائز نہیں
قلت العالم بحقیقة الروح قلیل منهم فہم مع قلتهم انما لم یتکلموا
فرمایا ایسا (کلام کرنے کو) اور آپ لازم جانتے ہیں موافقت قلیل و کثیر پس کیا وجہ ہے

بکشف الکمالات الروحیۃ

اس کی؟ ۲۳ میں کہتا ہوں حقیقت روح کے عالم قلیل ہیں ان میں سے لہذا انہوں نے
اپنی قلت کے باوجود نہیں کلام فرمایا ۲۲ روحی کمالات کے اظہار کا۔

۲۲ عارف کے احساسات

جب عارف کو عالم قدس تک وصل نصیب ہو جاتا ہے تو وہ باطنی طور پر اپنی روح
کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ میرے جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے باہر ہے نہ

وَاکْثَفُوا بِالْأَجْمَالِ اجْتِنَاباً عَنْ سُوءِ فَهْمِ الْعَوَامِ وَوُقُوعِهِمْ فِي الضَّلَالِ
اور اکتفا فرمایا انہوں نے اجمال پر، اجتناب کرتے ہوئے عوام کی کج فہمی پر اور گمراہی میں
فان الكمالات الروحية شبيهة صورةً بالكمالات الوجوبية والفرق
بتلا ہونے کے اندیشہ سے، بے شک روحی کمالات مشابہ ہیں صورتِ وجوبی کمالات سے (ان
دقیق لا یطلع علیہ الا الراستخون من العلماء

دونوں میں) فرق بہت ہی باریک ہے مطلع نہیں ہوئے اس پر سوائے علمائے راسخین کے
جسم سے متصل ہے اور نہ اس سے جدا ہے کیونکہ چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا
وغیرہ روح مع الجسد کے کام ہیں۔

..... جب عارف واصل کو روح کے جسم کے ساتھ اندر، باہر، اتصال و انفصال کا
کچھ بھی علم نہیں ہوتا تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق صرف جسم
کی اصلاح و درستی کے لئے ہے بلکہ عارف کو اپنے اندر ایک اور غرض ہوتی ہے کہ روح
کی کلی طور پر جسم سے بالکل مفارقت مقصود نہ تھی بلکہ روح کے مرتبہ کمال تک پہنچ
جانے کے بعد پھر جسم کی طرف عود کرنا تھا تا کہ جسم کی صلاح و خیر و درستی قائم رہے اور
اگر روح کا جسم کے ساتھ یہ تعلق نہ ہوتا تو سارا جسم شر و نقصان و فساد کا محل ہو جاتا خیر
و صلاح اس میں بالکل نہ رہتی۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ
جس طرح روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ سبحانہ کا روح اور
کائنات کے ساتھ تعلق قائم ہے جب عارف واصل روح کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے
کہ وہ نہ جسم کے اندر ہے نہ باہر ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے وہ حیرت میں مبتلا

فَرَأُوا الْمَصْلَحَةَ فِي الْأَجْمَالِ بَلْ فِي الْإِنْكَارِ عَمَّنْ بَيْنَهُ وَكَشَفَ
 پس انہوں نے مصلحت اجمال میں ہی جانی بلکہ انکار کر دیا اس کے بیان کرنے سے
 عَنْ حَقِيقَتِهِ فَلَا يَنْكُرُونَ كَمَالَاتِهِ الَّتِي سَبَقَ ذَكَرَهَا . وَالْعَبْدُ
 اور اس کی حقیقت کھولنے سے۔ پس وہ منکر نہیں اس (روح) کے کمالات کے جس کا
 الضَّعِيفُ أَمَّا بَيْنَهُ وَكَشَفَ عَنْ بَعْضِ خَوَاصِهِ اعْتِمَاداً عَلَى عِلْمِهِ
 پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اور اس بندہ ضعیف نے جو اس (روح) کے متعلق بیان کیا اور اس

الصَّحِيحُ وَكَشَفَ الصَّرِيحُ

کے بعض خواص کو منکشف کیا ہے بایں وجہ اعتماد کرتے ہوئے علم صحیح اور کشف صریح پر
 ہو جاتا ہے اسے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کہوں۔

اسی مقام پر فلاسفہ نے روح کے قدیم ہونے کا قول کر دیا۔ حضرت محی الدین
 ابن العربی قدس سرہ العزیز نے بھی کسی مقام پر روح کو مجرد عن المادة قرار
 دے کر اسے قدیم کہہ دیا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا یہ خصوصی کمال ہے کہ وہ اپنے کشف
 کو آوارہ اور بے لگام نہیں ہونے دیتے اگر آپ کا کشف شریعت مطہرہ کے احکامات
 اور متکلمین علمائے اہلسنت کی تحقیقات کے مطابق درست ہو تو اسے تسلیم کر لیتے ہیں
 ورنہ اسے رد کر دیتے ہیں چنانچہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ کائنات میں داخل ہے نہ
 خارج نہ متصل ہے نہ منفصل وہ تعالیٰ اتصال وانفصال واتحاد سے پاک ہے بس خدا
 خدا ہے اور کائنات، کائنات ہے تعلق ہے تو بس اتنا کہ اللہ خالق ہے اور کائنات مخلوق
 ہے اللہ رازق اور یہ مرزوق ہے اللہ رب ہے اور وہ مربوب ہے لہذا روح وغیرہا کے

قدم کا قول عبث اور فضول ہے۔

۲۳ علمائے اہلسنت اور روح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ علمائے متکلمین اہلسنت نے روح کے متعلق نہ ہی کلام کیا ہے اور نہ اس کے متعلق کلام کے جواز کا قول کیا ہے آپ ان علمائے اہل حق کے ساتھ موافق ہونے کے باوجود روح کے متعلق کیوں گفتگو فرما رہے ہیں؟

۲۴ حضرت امام ربانی اور روح

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقت روح کو جاننے والے علماء بہت کم ہیں اس لئے انہوں نے اپنی قلت کے پیش نظر روحی کمالات کی تفصیلات کو بیان نہیں فرمایا فقط اجمال پر ہی اکتفا فرمایا ہے کہ کہیں عوام کا لانعام سوئے فہم کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چونکہ وجوبی کمالات (کمالات الہیہ) کے ساتھ روحی کمالات صورت کے اعتبار سے (حقیقت کے اعتبار سے نہیں) بہت مشابہت رکھتے ہیں اس لئے ان دونوں کے درمیان فرق بہت باریک ہے بنا بریں اس باریک اور دقیق فرق پر مطلع ہونے والے علماء نے تفصیلات میں جائے بغیر اجمال میں ہی مصلحت دیکھی بلکہ علمائے راہنہ نے بر بنائے احتیاط خود بھی اس کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی اور اس کے متعلق کلام کرنے والوں اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والوں کا سرے سے انکار ہی کر دیا تا کہ فتنہ کا دروازہ بند ہو جائے اور لوگ اس قسم کی باریکیوں میں الجھ کے نہ رہ جائیں ورنہ وہ روحی کمالات کے ہرگز منکر نہ تھے۔

۵..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز از راہ بحر خود کو بندہ ضعیف فرما رہے ہیں کہ ہم نے روح کے متعلق جو کلام کیا ہے اور اس کے بعض خواص کو کھولا ہے اور اللہ کی امداد و توفیق اور حضور اکرم ﷺ کے طفیل اپنے کشف صریح اور علم صحیح پر اعتماد کرتے ہوئے

بِعَمَلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَتَوْفِيقِهِ وَصَدَقَهُ حَبِيبُهُ عَلَيْهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 اللَّهُ سُبْحَانَهُ کی مدد اور اس کی توفیق اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام والہ
 وَالہ الْکَرَامِ مع ازالۃ شُبْهَةِ مَانَعَةٍ عَنِ الْبَيَانِ فَافْهَمُ . وَمِمَّا يَنْبَغِي
 الْکَرَامِ کے صدقہ سے شبہ کے ازالہ کے ساتھ ساتھ جو بیان سے مانع تھا پس خوب سمجھ لو۔
 اِنْ يَعْلَمُ اِنَّ الْجَسَدَ کَمَا اسْتِفَادَ مِنَ الرُّوحِ کِمَالَاتٍ لَا تَحْصِي
 اور مناسب یہ ہے کہ جانا جائے کہ جسم جس طرح استفادہ کرتا ہے روح کے کمالات سے
 فَالرُّوحُ اَيْضاً اُكْتَسَبَ مِنَ الْجَسَدِ فَوَائِدَ عَظْمَىٰ حَيْثُ صَارَ
 بے شمار پس روح بھی اکتساب کرتی ہے جسم سے عظیم فوائد کا اس حیثیت سے کہ ہو گئی
 سَمِيعاً بَصِيراً مُتَكَلِّماً مُتَجَسِّداً بِجَسَدٍ مُّكْتَسَباً مُبَاشِراً لِأَفْعَالِ
 سننے والی، دیکھنے والی، کلام کرنے والی، مجسم ہو گئی جسد کے ساتھ اکتساب کرنے والی
 نَاسِبَتِ بِعَالَمِ الْاَجْسَادِ .

بذات خود سنبھالنے والی ہے افعال کو جو مناسبت رکھتے ہیں عالم اجسام کے ساتھ۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ اسے بیان کرنے سے جو شبہ مانع
 تھا اس کا بھی ازالہ کر دیا ہے اور آپ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً
 (الاسراء ۸۵) کے مصداق و اسخین فی العلم میں سے ہونے کا اشارہ فرمایا ہے۔
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ

۲۵ روح و جسد کا باہمی استفادہ و استفادہ

جسم اور روح دونوں ایک دوسرے سے مستفیض اور مستفید ہوتے ہیں جہاں

جسم روح کے ذریعے بے شمار کمالات حاصل کرتا ہے وہاں روح کو جسم سے کئی فائدے ملتے ہیں روح جسم میں آ کر متحد ہو جاتی ہے اور جسم کے حواس سے سنتی، دیکھتی اور کلام کرتی ہے جو کہ بغیر جسم کے نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ روح تو فطری طور پر اپنے آپ سے بھی بے خبر ہے اسے دوسروں کی کیا خبر ہوگی۔

غرضیکہ روح اور جسد کے باہمی استفادہ و استفادہ سے ایسا قریبی رابطہ ہو جاتا ہے کہ بقول حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز
روحیں جسم بن جاتی ہیں اور جسم روحیں بن جاتے ہیں۔

بلکہ اولیائے طریقت یوں فرماتے ہیں اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا . اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا
یعنی ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں اور ہماری روحیں ہماری جسم ہیں۔

جب عارف واصل باللہ ہو جاتا ہے تو انوار و تجلیات و فیوضات و برکات اور لطافت و نورانیت کے بدولت اس کی روح ایسے افعال اختیار کر سکتی ہے جو اجسام کے افعال کے مناسب ہوتے ہیں وہ اسی جسد مکتسب کی قسم سے ہیں اور اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانی امداد بھی اسی قسم کے جسمانی افعال کی مناسبت سے ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر مختلف طریقوں سے انہوں نے دشمنوں کو ہلاک کیا اور دوستوں کی امداد فرمائی وغیرہ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۳۹)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

عارف باللہ نبیہی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں شہداء کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُعْطِیْ لَاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيُذْهِبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُ وَنَ يَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَائِهِمْ وَيَذْهَبُوْنَ اَعْدَاءَهُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهَ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتا ہے وہ زمین آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں

وچوں نفس مطمئنہ بروحانیاں ملحق شد، چنانکہ بالا
اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر
گذشتہ عقل بجائے اودر عالم اجساد بخلافت اونشست
گذرا عقل اس کی جگہ عالم اجسام میں اس کی خلیفہ بن کر بیٹھتی ہے اور
وعقل معاد نام یافت -

عقل معاد کا نام پاتی ہے ۲۶

ان شاء اللہ تعالیٰ آیت کریمہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الحمدیدہ ۱۹) کے مطابق اولیائے کاملین رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ صدیقیت اور درجہ شہادت پر فائز ہوتے ہیں
وہ بھی اپنے مریدوں کی امداد اور ان کے دشمنوں کو برباد کرتے ہیں۔

۲۶ روح و نفس مطمئنہ کا خلیفہ

جب روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی جگہ نفس مطمئنہ مسند خلافت
پر متمکن ہو جاتا ہے اور جب روح کی اتباع میں نفس مطمئنہ بھی عالم ارواح میں رسائی
حاصل کر لیتا ہے تو جسم میں اس کا خلیفہ عقل معاد ہوتی ہے۔

عقل کی اقسام

اہل طریقت نے عقل کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ عقل معاش اور عقل معاد

عقل معاش

وہ عقل ہے جسے ہمہ وقت پوشاک، خوراک، عیش و آرام، طعام اور ضروریات

زندگی کی فکر دامنگیر رہے دین اور آخرت سے کوئی سروکار نہ ہو اس قسم کی عقل خالص دنیا داروں کی ہوتی ہے جو نیکو کار لوگوں کو خواہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو بے وقوف گردانتے ہیں جس طرح منافق لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہتے تھے اور طعن دیتے تھے کہ انہوں نے دنیا چھوڑ رکھی ہے۔ ہمہ وقت مسجد میں بیٹھے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جواباً ارشاد فرمایا اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ یعنی آگاہ رہو یہی لوگ بے وقوف ہیں۔

یاد رہے کہ دنیا داروں کی زندگی یا خدا سے غافل ہونے کی وجہ سے قلبی سکون اور جہنی اطمینان سے یکسر خالی ہوتی ہے کسی شاعر نے ان دنیا داروں کی زندگی کی کیا خوب عکاسی کی ہے

۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے بے نظام و بے اساس

جذبہ تقلید مغرب میں زبون و بد حواس

آہ بھرتی زندگی ، آنسو بہاتی زندگی

موت کی دلدل کی تہہ میں کلبلاقی زندگی

دنیا اور دنیا داروں کی مذمت کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْ دُنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ (ابن ماجہ ۳۰۲)

حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا مفہوم یوں منظوم فرمایا ہے۔

اہل دنیا چہ کہیں و چہ مہین

لعنة الله عليهم اجمعين

عقل معاد

وہ عقل ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی بنا پر ہر وقت آخرت کی فکر رہتی ہے

اس کی سوچ کا مرکز و محور دنیا کی بجائے دین اور آخرت ہوتا ہے۔
 دراصل یہ حال مست اور اہل اللہ کی عقل ہوتی ہے جنہیں نہ عزت مطلوب ہوتی
 ہے نہ ذلت کی پرواہ۔ تخت شاہی پر بٹھاد کوئی خوشی نہیں بوریے پر بٹھاد کوئی غم نہیں، ہر
 وقت مرضی و مولا پیش نظر ہوتی ہے علامہ اقبال مرحوم نے اس قسم کے لوگوں کے متعلق
 خوب کہا ہے۔

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
 ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
 یاد رہے کہ صوفی شعراء نے عقل پر بڑی تنقید کی ہے اور عقل اور عشق کا بڑا
 موازنہ کیا ہے عقل سے اظہار نفرت فرمایا ہے اس سے مراد وہ عقل ہے جو دنیا کے
 دھندوں، اندیشوں اور مصلحتوں میں مصروف کار رہتی ہے۔ جسے حضرت رومی کی
 زبان میں عقل چالاک بھی کہا گیا ہے۔ عقل معاد کی کسی نے بھی مخالفت و مذمت نہیں
 کی۔ بلکہ اسے عقل پاک اور عشق پاک کے ناموں سے معنون فرمایا ہے۔
 علامہ اقبال مرحوم نے عقل و عشق کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

عقل عیار ہے، سو بھیس بنا لیتی ہے
 عشق بیچارہ نہ ملا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم
 حدیث پاک میں عقل کو خلق اول فرمایا گیا ہے جیسا کہ **أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ**
الْعَقْلَ سے عیاں ہے اکثر صوفیاء کرام کے نزدیک عقل اول حضور انور ﷺ کی ذات
 ہے جسے حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کہا جاتا ہے۔

عقل کی تعریف

فاضل اجل حضرت علامہ شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ عقل کی تعریف

کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

الْعَقْلُ مَا يَعْقِلُ بِهِ حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ قِيلَ مَحَلُّهُ الرِّأْسُ وَقِيلَ مَحَلُّهُ

الْقَلْبُ

یعنی عقل وہ قوت ہے جسے کے ذریعے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے بعض نے اس کا محل سر (دماغ) کہا ہے اور بعض نے اس کا محل قلب کہا ہے۔

محل عقل

ائمہ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا عقل کا محل دماغ ہے یا دل ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا مستقر قلب ہے حنبلیہ کا بھی یہی موقف ہے۔

علمائے متکلمین نے ان مختلف اقوال کے درمیان تطبیق بیان فرمائی ہے۔ کہ علم کے کواسب قوائے دماغیہ ہیں لیکن اس کا مستقر قلب ہے۔ حضرت علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو دماغ میں پیدا فرمایا ہے اور اس کا نور قلب میں ہے۔

(تاج العروس جلد ثامن)

حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق

خطیب الاسلام ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ العزیز وارث مسند آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ پاکستان تطبیق دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ عقل کی دو قسمیں ہیں۔

عقل جزئی اور عقل کلی

عقل جزئی

عقل جزئی کا مرکز سر (دماغ) ہے جہاں سے وہ حواس خمسہ کے ذریعے عالم کثرت سے رابطہ پیدا کرتی ہے اور عالم رنگ و بو اور دنیائے صوت و صورت کے مشاہدہ میں محور ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اسی دنیائے آب و گل کا مکین یقین کر لیتی ہے۔

عقل کلی

عقل کلی کا مرکز دل ہے اور اس کا مقصود مکان کی بجائے لامکان اور عالم کثرت کی بجائے دنیائے وحدت ہے روح انسانی سر کے ذریعے عالم کثرت سے تعلق قائم رکھتی ہے اور دل کے ذریعے عالم وحدت سے مربوط رہتی ہے۔ (مقالات خلیب الاسلام)

حضرت خلیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جس دل کو عقل کلی کا مرکز قرار دیا ہے۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دل کو جوہر نورانی، عقل مستفاد، مطلع انوار، منبع اسرار اور عرش رحمانی کہا ہے۔

دل بہ معنی جوہر روحانی است
دل نہ از جسم است و نہ جسمانی است
آنکہ دانا گفت عقل مستفاد
در حقیقت داں کہ دل بودش مراد
دل چہ باشد مطلع انوار حق
دل چہ باشد منبع اسرار حق
پیش سالک عرش رحمان است دل
جملہ عالم چوں تن و جاں است دل

0..... جب عقل معاد مسند خلافت پر براجمان ہوتی ہے تو اس وقت عقل معاد کی سوچ و بچار اور اندیشہ و افکار دنیوی نہیں رہتے بلکہ اخروی ہو جاتے ہیں۔

ایں زمان فکر و اندیشہ اوہمہ برائے آخرت مقصود
 اس وقت اس کی تمام فکر و سوچ ۷۲ آخرت کیلئے محدود ہو جاتی ہے او دنیوی
 گشت، واز اندیشہ معیشت فارغ آمد،
 اسباب کے فکر سے فارغ ہو جاتی ہے۔

۷۲ فکر کی اقسام

قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف
 لطیف کشف المحجوب میں سوچ و فکر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔
 فکر لایہی اور فکر الہی

فکر لایہی: یہ خالص دنیا داروں کی سوچ ہوتی ہے جو اپنی کجی و فکر کی وجہ سے اچھی
 بات کا بھی غلط مفہوم لیتے ہیں اور یہ عقل معاش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

فکر الہی: جب کسی صوفی اور سالک کا تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس ہو جاتا ہے تو وہ
 بری بات کا بھی اچھا اور مثبت مفہوم لیتا ہے یہ عقل معاد کا ثمرہ ہوتا ہے۔

سالک اور عقل

جب سالک کو عقل معاد نصیب ہوتی ہے تو وہ دنیوی فکروں اور معاشی اندیشوں
 سے آزاد و بے نیاز ہو جاتا ہے اور ہر چہ بادہ باد کے مصداق کسی قسم کے نفع و نقصان کی
 پرواہ نہیں کرتا۔ بقول اقبال مرحوم

۔ برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

پھر اسے نور فراست میسر آتا ہے۔

وشایان فراست شد، بواسطہء نوری کہ اور اعطا فرمودہ اند۔ ایں اور فراست کے لائق ہو جاتی ہے ۲۸ اس نور کے واسطہ سے جو اسے عطا ہو مرتبہ نہایت مراتب کمالات عقل ست ناقصے ایں جا جاتی ہے یہ مرتبہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں سے ہے۔ کوئی ناقص اعتراض نکند، کہ نہایت مراتب کمالات عقل می باید کہ اس جگہ اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں چاہئے کہ درنسیان معاش و معاد متحقق شود، کہ درمبداء اندیشہ او معاش اور معاد کے نسیان میں پختہ ہو جائے۔ کیونکہ ابتدا میں اس کی فکر سوائے غیر حق سبحانہ و تعالیٰ ہیج نباشد، چہ دنیا و چہ آخرت۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے کوئی نہیں ہوتی خواہ دنیا خواہ آخرت۔

۲۸ اہل حقیقت اور فراست

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فراست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

الْفَرَاسَةُ هِيَ مُكَاشَفَةُ الْيَقِينِ وَمُعَايِنَةُ الْعَيْنِيبِ (کتاب التعریفات)

یعنی اہل حقیقت کی اصطلاح میں یقین کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کا نام فراست ہے اور یہ طریقت کی اصطلاح ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات سے ثابت ہے چنانچہ روایت میں ہے۔

اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ یعنی مومن کی فراست سے بچو

بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

مومن کی فراست سے بچنے کا مطلب ہے ہوشیار رہو، الحذر یعنی ڈرو ہے مومن کی فراست کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رہنمائی اللہ کا کرتا رہتا ہے جو اس کی فکر کو جلا بخشتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے اَلْمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُورٍ مِّنْ رَّبِّهِ یعنی جن لوگوں کا شرح صدر ہو جاتا ہے انہیں باطنی طور پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے کہ جس معاملے کو وہ سمجھنا چاہیں یا چلنا چاہیں تو اللہ کا نور شان فراست کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

فراست کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ امام الطائفہ حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فراست کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔
اہل معرفت کی فراست اور اہل جوع و ریاضت کی فراست

اہل معرفت کی فراست

اہل معرفت کی فراست کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال سے ہے سالکین و طالبین کی باطنی استعداد معلوم کرنے اور اولیائے واصلین کی شناخت کرنے سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو ملاحظہ مخلوق سے محفوظ رکھا ہے اور ان کو اپنی جناب قدس جل سلطانہ کیلئے مخصوص کر لیا ہے اور ان کو اپنے ماسوئی سے جدا کر کے اپنی جانب مشغول کر لیا ہے اگر یہ اہل حقیقت مخلوق کے احوال کے درپے ہو جائیں غیرت حق کی وجہ سے ان میں جناب قدس کی حضوری کی صلاحیت باقی نہ رہے۔

اہل ریاضت کی فراست

جبکہ اہل ریاضت اور ارباب جوع کی فراست صورتوں اور احوال و مضیبات کے کشف کے ساتھ مخصوص ہے کہ جن کا تعلق مخلوقات سے ہے چونکہ اکثر مخلوق جناب

قدس جل سلطانہ سے اپنا تعلق منقطع کئے ہوئے ہیں اور دنیا میں مشغول ہیں۔ اس لئے ان کے دل بھی صورتوں کے کشف اور مخلوقات کی مغیبات کی جزو کی طرف مائل ہیں یوں یہ معاملہ ایسے لوگوں کے نزدیک بہت بڑا کمال ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اہل خوارق اہل اللہ اور خواص میں سے ہیں۔

حالانکہ فضیلت اہل خوارق کے لئے نہیں بلکہ معارف کیلئے ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے کہ بعض اولیائے کرام جن سے کرامات و خوارق کا ظہور بہت ہوا ہے اپنے آخری وقت میں وہ ان کرامات کے ظہور سے نادم و شرمندہ ہوئے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے۔ اگر فضیلت خوارق کے بکثرت ظہور کے باعث ہوتی تو ان کے ظہور پر شرمندگی کے کیا معنی؟۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۹۲)

یاد رہے کہ جب شرح صدر کی بدولت سالک کو دنیوی فکروں سے فراغت کے بعد نور فراست ملتا ہے تو یہ عقل معاد کے کمالات میں سے اس کا آخری اور انتہائی مرتبہ ہوتا ہے۔ اللھم ارزقنا اباحا

حضرت امام ربانی کی فراست

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی علوم اسلامیہ اور معارف روحانیہ پر کس قدر گہری نظر ہے کہ ممکنہ سوالات خود ہی اٹھاتے ہیں اور خود ہی جوابات ارشاد فرماتے جا رہے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ اگر کوئی ناقص العقل اور قاصر الفہم کہے کہ جب عقل معاد آخری کمالات تک پہنچ جاتی ہے تو اسے نہ دنیا کی فکر ڈینی چاہئے اور نہ ہی آخرت کی فکر ہونا چاہئے دونوں کا نسیان ہو جانا چاہئے اور فقط ذات حق ہی یاد دینی چاہئے۔

آپ جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے معترض! دنیا و عقبی دونوں کا

نسیان جن کی بابت تم بات کر رہے ہو یہ تو اثنائے راہ فنا فی اللہ کے مرتبے میں پیچھے رہ گیا ہے فنا کا مقام تو مرحلوں پیچھے رہ گیا ہے بقا کا مقام فنا کے مرتبے سے بہت زیادہ متجاوز ہے۔ ہم فنا فی اللہ کے بعد جو بقا باللہ کا مرتبہ آتا ہے اس کی بات کر رہے ہیں کہ جس میں اندیشہ دنیا تو بھول جاتا ہے مگر آخرت کی فکر ہر وقت دامگیر رہتی ہے۔ جب سالک مقام بقا پر پہنچ جائے تو فنا ئے اتم کے بعد اس کی عقل معاد انتہائے کمال کو چھوتی ہے تو دوران سلوک اثنائے راہ میں جن جن علوم کا نسیان ہو گیا تھا وہ سب عود کر آتے ہیں۔

چند اصطلاحات فنا و بقا کے متعلق

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے یہاں چند اصطلاحات طریقت کو بیان فرمایا ہے جن کی قدرے وضاحت ہدیہ عقارین ہے۔
 جہل سے مراد فنا ہے اور علم سے مراد بقا ہے۔
 جمع سے مراد فنا ہے اور فرق سے مراد بقا ہے۔

کفر طریقت کو مقام جمع کہا جاتا ہے اور فرق کا دوسرا نام اسلام حقیقی ہے۔
 عروجی منازل میں سالک پر انوار و تجلیات اور فیوضات و برکات وغیرہا کے ورود کی بدولت دوران فنا ہر چیز کا نسیان ہوتا جاتا ہے جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن نزولی مراتب میں فیضان نبوت اور کمالات رسالت کی وجہ سے جب سالک لوگوں کی رشد و ہدایت کیلئے نیابت و خلافت کی مسند پر براجمان ہوتا ہے تو وہ علم جس کا نسیان ہو گیا تھا دوبارہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اسی کو بقا کہا جاتا ہے اسی مرتبے کو مقام دعوت و ارشاد سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

گویم کہ ایسے نسیان درائنائے راہ اورا حاصل شدہ بود در
 میں کہتا ہوں کہ یہ نسیان دوران راہ اس کو حاصل ہوا تھا۔ فتا فی اللہ
 مرتبہء فنا فی اللہ، وایں کمال بمراحل ازاں متجاوز است۔ ایں
 کے مرتبہ میں اور یہ کمال بدرجہا اس سے آگے ہے اس
 جار جوع علم ست بعد از حصول جہل وعود فرق است
 جگہ علم کا رجوع ہے بعد حصول جہل کے اور لوٹنا فرق کا ہے
 بعد از تحقق جمع،

تحقق ۲۹ جمع کے بعد

۲۹ مقام جمع اور مقام فرق

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک ممکن اور واجب میں عینیت
 ثابت کرنا مقام جمع ہے اور ممکن اور واجب میں تمیز کرنا مقام فرق ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ہاں نفس اور روح کا باہم جمع ہونا
 مقام جمع ہے اور نفس اور روح کا جدا ہونا مقام فرق ہے۔

اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے
 نزدیک کثرت میں وحدت جلوہ گر ہے یعنی مظاہر کثرت کے آئینوں میں اسماء و
 صفات کے ظلال کو انہوں نے ذات سمجھ لیا ہے کائنات اور ذات، ممکن اور واجب کو
 ایک ہی گردانتے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر کوئی اور شخص یہ بات کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے
 گا چونکہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کا یہ بیان عقیدہ نہیں بیان حال ہے کیونکہ

انکی نیت میں فتور نہیں وہ حقیقت میں مخلوق کو خدا نہیں مانتے خدا کو خدا مانتے ہیں اور بندے کو بندہ جانتے ہیں دراصل انہیں دوران کشف خدا کے سوا کچھ مشہود ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ عینیت کا قول کر دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ جب کوئی شخص خالی الذہن ہو کر صرف حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کا مطالعہ کرتا ہے تو ان کے علوم و معارف کے آفتاب کے آگے انسان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ وہ علوم و معارف کے سمندر اچھالتے ہیں اور علوم و معارف کے پہاڑ گراتے ہیں اس پائے کے عظیم انسان ہے حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز لیکن جب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز گویا ہوتے ہیں تو وہ سمندروں کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں ظاہر شریعت سے متصادم علوم و معارف کے گرائے ہوئے پہاڑ کو ذرہ بنا کر اڑا دیتے ہیں اور متضاد علوم و معارف کے قائلین کے اقوال کی تاویل کر کے انہیں کفر و شرک کے فتووں سے بجاتے ہیں چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ایک کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو یوں کیوں کہتے ہو کہ کوئی اور ہے ہی نہیں۔

بلکہ یوں کہو کہ ہمیں بس وہی نظر آتا ہے اگلا حکم نہ لگاؤ کہ کچھ اور ہے ہی نہیں ہمیں تو خدا بھی نظر آتا ہے اور ماسوئی بھی نظر آتا ہے لہذا ہمیں خدا، ماسوئی میں نظر نہیں آتا بلکہ ذات خدا، ماسوئی سے وراء ہے اور ماسواہ اس کے مقابلے میں گردِ راہ ہے اس لئے کہ ذات خدا ماسوئی کے محدود آئینوں میں نہیں سما سکتی جیسا کہ آیت کریمہ وَمَعَ كُرْسِيِّهٖ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضٰی سے عیاں ہے۔

و حصول اسلام حقیقی است بعد از کفر طریقت کہ
اور اسلام حقیقی ۳۰ کا حصول ہے کفر طریقت ۳۱ کے بعد جو کہ
در مرتبہ جمع است،

مرتبه جمع میں ہوتا ہے۔

۳۰ اسلام حقیقی

جب صوفی اور سالک پر وحدت اور کثرت کا فرق واضح ہو جائے اور خالق اور مخلوق کے درمیان تمیز سمجھ میں آجائے تو اسے اسلام حقیقی کہتے ہیں۔

۳۱ اہل طریقت نے کفر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔
کفر طریقت اور کفر شریعت

کفر طریقت

کفر شریعت یہ ہے کہ بندہ ضروریات شریعت کا انکار کر دے جبکہ کفر طریقت یہ ہے کہ بندہ فنائے مطلق کے بعد مشہود تجلیات میں ماسوائے انکار کر دے۔ شاید اقبال مرحوم نے کفر طریقت کے متعلق ہی کہا تھا

ع اگر ہو عشق، تو ہے کفر بھی مسلمانی

کفر شریعت

کفر شریعت میں بندہ کافر اور مردود ہو جاتا ہے جبکہ کفر طریقت میں بندہ مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے۔

وفلاسفہء کثیر السفہ کہ در عقل مراتب اربعہ ثابت کردہ اور احمق فلاسفہ نے عقل کے چار مرتبے ۳۲ ثابت کیئے ہیں اور کمالات اند، و کمالات عقل را دران منحصر دانستہ اند، از کمال عقل کو ان میں منحصر سمجھا ہے یہ کمال نادانی ہے، حقیقت عقل کو نادانیت۔ حقیقت عقل را با کمالات تابعہ او بعقل و وہم اس کے توابع کمالات کے باوصف عقل اور وہم سے نمی توان دانست۔
نہیں سمجھا جاسکتا۔

۳۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فلسفیوں کی مذمت فرما رہے ہیں حالانکہ فلسفی لوگ بڑے عقل مند اور دانش ور ہوتے ہیں حقیقت میں یہ لوگ عقل معاد سے محروم ہوتے ہیں اور عقل معاش کے بندے ہوتے ہیں کیونکہ عقل معاش حقیقت کے چہرے سے نقاب نہیں الٹ سکتی اس لئے انہیں راز تک رسائی نصیب نہیں ہوتی علمائے اہلسنت و جماعت نے لکھا ہے کہ (صانع تعالیٰ جل سلطانہ) کے وجود کو ثابت کرنے کا انحصار دو طریقوں پر ہے عقل اور ریاضت عقل سے وجود باری تعالیٰ ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔

۵..... جو لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت و سیرت اور دلائل عقلیہ سے شہادت لا کر وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرتے ہیں انہیں متکلمین کہا جاتا ہے۔
۵..... جو لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے بغیر محض دلائل عقلیہ سے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں حکماء اور مشائین اور فلاسفہ کہا جاتا ہے۔

۵..... جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی اور ریاضات شاقہ کے ذریعے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں صوفیاء کہا جاتا ہے۔

جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی پیروی کے بغیر صرف ریاضت سے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں اشراقیین کہا جاتا ہے
علامہ اقبال مرحوم جرمنی کے مشہور مجذوب فلسفی ٹیٹے کے متعلق لکھتے ہیں۔

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں

تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

بوعلی سینا جو بہت بڑا فلسفی گذرا ہے جس نے مختلف موضوعات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں حضرت شیخ مجدالدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور اکرم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا۔

مَا تَقُولُ فِي حَقِّ ابْنِ سِينَا قَالَ ﷺ هُوَ رَجُلٌ أَرَادَ يَصِلَ إِلَى اللَّهِ
بَلَا وَاسْطَى فَحَبَّبْتُ بِيَدِي هَكَذَا فَسَقَطَ فِي النَّارِ

یعنی آپ ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ ایک شخص تھا جس نے میرے واسطے کے بغیر خدا تک پہنچنے کا ارادہ کیا بس میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے اس طرح روک دیا کہ وہ دوزخ میں گر گیا۔ (نجات الانس مترجم ص ۶۶۳)

کشف صحیح والہام صریح درکار است، کہ مقتبس از
 (اس کے لئے) کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے ۳۳ جو مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے
 انوار مشکوٰۃ نبوت است۔ صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علی
 مقتبس ہو اللہ تعالیٰ کی صلوات اور اس کی تسلیمات ہوں تمام انبیاء و مرسلین پر عموماً
 جمیع الانبیاء و المرسلین عموماً و الفضلہم حبیب اللہ خصوصاً۔
 اور ان میں سب سے افضل اللہ کے حبیب پر خصوصاً۔

۳۳ فلسفی اور عارف

فلسفی کائنات کی چھان بین عقل کے ذریعے کرتے ہیں چونکہ عقل معاش کے
 آئینوں میں حقائق مندرج نہیں ہو سکتے اس لئے وہ حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں
 جب کہ عارف اور صوفی سینہ کائنات چیر کر اشیائے کائنات کی حقیقتوں تک
 پہنچ جاتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا مانگا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِيَ یعنی اے اللہ! ہمیں اشیاء کی
 حقیقتیں دکھا جیسی کہ وہ ہیں۔ چنانچہ عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ
 علیہ سرو کے درخت کے بالکل سیدھا ہونے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں
 ۔ سرو آزاد حیران کھلوتا پیر زمیں وچ گڈھے

اچا ہو ہو رستہ دیکھے یار کتوں سر گڈھے

سینہ کائنات میں پوشیدہ اسرار کو اگلنے والے عارفوں کے متعلق شان قدرت کہتی ہے
 بقول اقبال مرحوم

۔ تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں

حدیث پاک میں ان عارفوں کو جو اسیسُ القلوب فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے رازوں اور ارادوں کو بھی جان لیتے ہیں۔ روایت میں ہے:

إِذَا جَالَسْتُمْ أَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوهُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُمْ جَوَاسِيسُ الْقُلُوبِ يَدْخُلُونَ فِي قُلُوبِكُمْ وَيَنْظُرُونَ إِلَى هِمَمِكُمْ

یعنی جب تم اہل صدق کی مجلس میں بیٹھو تو صدق نیت کے ساتھ بیٹھا کرو کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو بھی دیکھتے ہیں۔ محققین صوفیاء تو بحرِ توحید میں غوطہ زن ہو کر ایسے ایسے گوہر نکالتے ہیں کہ جنہیں سن کر انسان ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جبکہ کچھ صوفی بحرِ توحید میں ایسے غوطہ زن ہوئے انہیں موتی کیا نکالنا تھے وہ اپنا آپ ہی گم کر بیٹھے یعنی عروجی مرتبوں میں ہی مقام فنایت پر رہ گئے لیکن نزولی مرتبوں میں کمالات نبوت سے فیضیاب ہو کر مسندِ دعوت و ارشاد پر جلوہ گر ہونے کی فضیلت سے محروم رہ گئے۔

یاد رہے کہ اصل میں سانحہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اسی قسم کے صوفیوں کے ڈھنڈورے پیٹے ہیں انہیں لوگوں کی ولایت کے دنیا میں ڈنکے بج رہے ہیں جو مقام جمع پر گئے لیکن مقام فرق کی طرف واپس نہیں لوٹے، کفر طریقت تک گئے لیکن اسلام حقیقی سے مشرف نہ ہوئے۔ فنا کی طرف گئے لیکن بقا کی طرف واپس نہیں آئے، جہل کی طرف گئے لیکن علم کی طرف نہیں آئے۔

مگر ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ وہ اولیاءِ کاملین جو فنا کے بعد بقا کی طرف آئے، جہل کے بعد علم کی طرف لوٹے، جمع کے بعد فرق کی طرف عود کیا، کفر طریقت کے

بعد اسلام حقیقی سے مشرف ہوئے، فنا کے بعد بقا کی طرف مراجعت فرمائی لوگ انہیں ولی ہی نہیں مانتے بلکہ اپنے جیسا تصور کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ (فیاللعجب)

افضل ولی کون؟

کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو سب سے زیادہ افضل ولی ہیں انہیں مخلوق میں کوئی خاص شہرہ حاصل نہیں ہوتا اور جو فنا میں ہی رہ گئے، راہ میں ہی رہ گئے ان کی عظمت کے ڈنکے نہ رہے ہیں۔

جو شخص تصوف و روحانیت کی باریکیاں جانے، شریعت و طریقت کا عالم ہو، معرفت و حقیقت کی گتھیاں سلجھائے، اسرار و رموز کے دریا بہائے، اسے ملا کہہ کے ٹال دیا جاتا ہے۔

اگر لوگوں سے پوچھا جائے کہ اصل بندہ کون ہے؟ تو کہتے ہیں کہ جو گونگا اور ننگا ہو وہ سب سے بڑا ولی ہوتا ہے۔ عوام تو رہے ایک طرف خواص بھی یہی سمجھ بیٹھے ہیں۔ لوگوں کی عقلوں پر ایسا پردہ آ گیا ہے کہ اصل کی پہچان ہی نہیں رہی۔

حضرت امام ربانی اور علماء و صوفیاء کی عقول میں فرق

ساری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جس مقام پر پہنچ کر بات کر رہے ہیں زمانے کے غوث، ابدال، اوتاد، وہاں تک نہیں پہنچتے بلکہ زمانے کے قطب اور ابدال آپ کے در یوزہ گر ہیں۔

لیکن نادان مولوی جن کے پاس عقل معاش تو ہے مگر عقل معاد سے محروم ہیں کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو کیا حق تھا کہ بڑے بڑے اولیاء کرام کے مقامات کی تلاش کے بعد ان پر نقد و نظر کرتے ہیں۔ کبھی حضرت ابن العربی قدس سرہ کے کشف پر تبصرہ کرتے ہیں کبھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی

پر تنقید کرتے ہیں کبھی حضرت رابعہ بصریہ پر تنقید کرتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو کیا پتہ اصل بات کیا ہے؟ وہ خواہ مخواہ مولوی کی طرح نقاد بن کر صوفیوں پر تبصرہ کرتے ہیں۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ اگر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ہزار سال کے مجدد ہو کر بھی امت مسلمہ کو حقائق سے آگاہ نہ کرتے تو اور کون کرتا؟ اور صوفیاء کے ان مکشوفات والہامات جو کتاب و سنت سے متصادم ہیں کی نشاندہی اگر آپ نہ کرتے تو اور کون کرتا؟ نیز ان کے شطحیات اور مخالف شریعت کلمات کی تاویل کر کے مسلمانوں کو سوئے ظن کے فتنہ سے آپ نہ بچاتے تو اور کون بچاتا اور اغیار اور معاندین کے منہ میں لگام اور آپ نہ دیتے تو اور کون دیتا؟۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بقول اقبال مرحوم یہ کئے میں حق بجانب ہیں۔

بہت مدت کے ننخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا!
کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا

ایک سوال

ہم حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے مقام و مرتبہ سے نا آشنا متعصبین سے پوچھتے ہیں کہ بقول شما حضرت امام ربانی کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ صوفیوں پر تبصرے کریں ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز پر تنقید کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے تم کس شمار میں ہو؟۔

تلاش جواب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ناقدین کی جہالت اپنی جگہ مسلم ہے اس کے پس پردہ راز یہ ہے کہ وہ صوفیاء جن کی خوارق عادات اور کرامات کے دنیا میں ڈنکے بجے رہے ہیں انکی عظمت کو ہمارا اسلام ہو ہم ان کی گرد راہ کے مقابلے میں بھی

کچھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی رسائی مقام قلب تک ہوئی ہے۔ یہ لوگ مقام جمع پر جلوہ گر ہیں، مقام فنا پر براجمان ہیں، مقام صفات کے مسد نشین ہیں اور صفات کا تعلق ممکنات کے ساتھ ہے کیونکہ یہ صفات کی تجلیات سے ظاہر ہوئی ہیں اور کرامات بھی صفات کی تجلیات سے ظاہر ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس مقام صفات پر براجمان حضرات سے کمالات اور کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔

اور وہ صوفی جو مقام ذات کی سیر میں تجلیات ذاتیہ سے مشرف ہوتے ہیں ان کا ممکنات اور کائنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اسی لئے ان سے کرامات کا ظہور بہت کم ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت ذات کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ وہ تو کمالات نبوت سے فیضیاب ہوتے ہیں اور نبوت کی نیابت اور رسالت کی خلافت کے جانشین ہوتے ہیں چونکہ نبیوں سے معجزات اور کمالات کا ظہور کم ہوا ہے اس لئے نبوت کی اتباع میں ان سے بھی کرامات کا ظہور کم ہوتا ہے بلکہ یہ لوگ ہمہ تن گوش مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ترویج شریعت، تائید ملت، احیائے سنت، تخریب بدعت ان کے فرائض میں شامل ہوتا ہے۔ تصرف کر کے لوگوں کے دلوں میں ہدایت القاء کرنا، انسانیت کو ظاہر شریعت کی طرف دعوت دینا ان کی منصب میں شامل ہوتا ہے اس لئے نبوت کی نیابت میں افضل لوگ بھی ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تجلیات ذاتیہ سے سیراب ہیں اور کمالات نبوت سے فیضیاب ہیں اس لئے آپ ترویج شریعت اور حفاظت دین کی خدمت پر مامور ہیں اور یہ کام اولوالعزم رسولوں کا ہوتا ہے اسی لئے نبیوں اور رسولوں سے معجزات و کمالات کا ظہور کم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قوموں نے نبیوں کو کمالات و معجزات دکھانے پر مجبور کیا تو انہوں نے قوموں کو ٹال دیا۔ جب قوم نے حضور اکرم ﷺ سے معجزات اور عجائبات

کا مطالبہ کیا تو آپ خدا کی طرف متوجہ ہوئے تو بارگاہ قدس جل سلطانہ سے یوں جواب دے کر نال دینے کا ارشاد ہوا۔

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَأَسْتَكْفَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ
یعنی اگر میں اتنا غیب دان ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح دنیوی مال و اسباب جمع کر لیتا اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی بیماری و تکلیف نہ آتی۔ (الاعراف ۱۸۸)
نادانو! چلے جاؤ یہاں سے کیوں میری راہ میں روڑے اٹکاتے ہو میں محض غیب بتانے، کمالات اور معجزات دکھانے نہیں آیا میں تو دین اسلام کی تبلیغ و تکمیل کرنے آیا ہوں۔

ان حقائق کو مثال کے ذریعے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

مثال کے ذریعے افہام و تفہیم

اگر کوئی عالم دین طلباء کو دینی کتب کی تدریس کر رہا ہو کوئی جاہل اور احمق آ کر اس سے قسم قسم کے سوالات پوچھنا شروع کر دے تو وہ عالم دین اپنے مشن کے پیش نظر سوچے گا کہ یہ میرے مشن میں خلل ڈال رہا ہے۔ میں تو کچھ ذہن تیار کرنا چاہتا ہوں علم کیلئے کچھ سینے تیار کرنا چاہتا ہوں کچھ فکر دینا چاہتا ہوں اور یہ لوگ میری راہ میں حائل ہو رہے ہیں۔ تو وہ تنگ آ کر کہے گا بابا مجھے کچھ نہیں آتا۔ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس عالم کو کچھ آتا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ میری ڈیوٹی نہیں مجھے الجھاؤ نہیں مجھے اپنا کام کرنے دو یوں ہی جب نبیوں سے کمالات کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا ہم کوئی مداری اور شعبدے باز نہیں ہماری ڈیوٹی تکوینی امور پر نہیں ہم تو تشریحی امور پر مامور ہیں معلوم ہوتا ہے کہ نبیوں کا منصب بہت بلند ہے جو صوفیاء منصب نبوت والے کام کرتے ہیں ان سے کرامات و تصرفات کا ظہور کم سے

بھی کم ہوتا ہے وہ عام لوگوں کی طرح نظر آتے ہیں لوگ ان سے بدظن بھی ہو جاتے ہیں انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں لیکن وہ لوگوں کی طعن و ملامت کی پرواہ کئے بغیر شریعت و سنت کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

کرامت ولایت کی دلیل نہیں

امام الطریقہ غوثِ اقلیہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ قصر عارفان میں آپ کے کمالات و کرامات کو دیکھنے کیلئے ایک شخص بارہ سال رہا کہ کوئی کرامت دیکھوں گا تو بیعت ہوں گا۔ دنیا دار لوگوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے ان کے نزدیک ولی وہ ہوتا ہے جو تھیلی پہ سر سون جمائے، ہوا میں اڑ کر دکھائے، مردے زندہ کرے وغیرہا۔ حضور شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی نگوینی امور پر نہ تھی بلکہ وہ تو دعوت و ارشاد کی مسند پر متمکن، ولی اور عارف بنانے پر مامور تھے مردے زندہ کرنا منصب نہ تھا مردہ دلوں کو زندہ کرنا ڈیوٹی تھی کیونکہ مردے زندہ کرنا آسان کام ہے لیکن مردہ دل زندہ کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔

۔ دل مردہ دل نہیں ہے ، اسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

وہ شخص بارہ سال کے بعد ایک سرد آہ بھر کر اجازت کا خواہاں ہوا آپ نے فرمایا چاہتے کیا ہو کہنے لگا میں تو کوئی کمال اور کرامت دیکھنے آیا تھا وہ یہاں دیکھی کوئی نہیں آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کمال تجھے نظر آیا یا نہیں آیا ذرا ہمیں یہ بتا کہ تو نے بارہ سال کے عرصے میں ہمیں سنت و شریعت کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھا ہے عرض کرنے لگا یہ تو میں نے واقعی کوئی نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا ”اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوگی“ جب بات سمجھ میں آگئی تو آپ کے دست حق پرست پر بیعت سے

مشرف ہوا۔

اصل بات یہ کہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے اور اصل کرامت، شریعت پر استقامت ہے۔

عصر حاضر اور ترویج شریعت

موجودہ دور میں دنیا چھوڑ کر کون بیٹھتا ہے بس وہی بیٹھتا ہے جسے دین کی لوگی ہوئی ہو جو اس ڈیوٹی پر مامور ہو جسے شریعت و سنت کی ترویج اور خدمت دین پر استقامت نصیب ہو۔ ان سے بڑا ولی کون ہے یہی لوگ تجلیات ذاتیہ سے حصہ پاتے اور رسول اللہ ﷺ کی کچھری میں بیٹھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی توجہ خدا و مصطفیٰ ﷺ اور خدمت دین کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے لوگوں کی طرف کم ہوتی ہے اسلئے لوگوں کے کام بھی کم کرتے ہیں اگر کوئی ان سے دنیوی کام لینا چاہے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں اگر کبھی پھنس جائیں تو بادل نا خواستہ تعویذ، دھاگہ اور دم درود بھی کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نبیوں کو دنیا دار لوگوں کو ٹال دینے کے لئے فرماتا ہے جیسا کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام مسند غلت پر جلوہ فگن تھے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے آثار نمودار ہوئے تو وہ آپ کی بارگاہ میں آ کر عرض گزار ہوئے کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ عذاب کو ٹال دے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس محکمے سے تعلق نہ رکھتے تھے اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے اصرار پر مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذاب ٹالنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يَا اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هَذَا اِنَّهُمْ اٰتَيْنٰهُمْ عَذَابًا غَيْرَ مَرْدُوْدٍ (ہود ۷۶)

یعنی اے ابراہیم یہ تیری ڈیوٹی نہیں ہے ان باتوں کو چھوڑ دینا کام کرو۔

اس قسم کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر بعض معاندین اپنی ازلی شقاوت اور قلبی قساوت کی بنا پر نبیوں، ولیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی اختیار نہ تھا۔ حالانکہ اختیار کی بات نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس ڈیوٹی پر مامور نہیں تھے ہاں البتہ جو اولیائے کرام تکوینی امور پر مامور ہوتے ہیں وہ کائنات میں باذن اللہ تصرف کر کے کرامات و کمالات کا ظہور کرتے رہتے ہیں۔

ایسے ہی عامۃ الناس تشریحی امور پر مامور اولیائے کرام کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں حالانکہ ان کے پاس سب کچھ ہوتا ہے تکوینی امور میں تصرف کرنا انکی ڈیوٹی میں شامل نہیں ہوتا۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عقل کے متعلق فلاسفہ کی فلسفیانہ موشگافیوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقت عقل کو فہم و عقل کے ذریعے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ کمالات عقل کو جاننے کیلئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے ایسا کشف والہام جو کتاب و سنت کے عین مطابق ہو و بدو نہ خطر القتاد

اگر پرسند کہ در عبارات مشائخ واقع شدہ است کہ ”عقل
اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ کی عبارات میں واقع ہے کہ عقل روح کی ترجمان
ترجمان روح است“ معنی آن چہ باشد۔

ہے اس کا معنی کیا ہے؟ ۳۳

۳۳ حضرت امام ربانی سے سوال اور آپ کا جواب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے
ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ عقل روح کی ترجمان
ہے اس کا مطلب کیا ہوگا۔

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن علوم و معارف کا
روحانی القاء کے ذریعے ورود ہوتا ہے چونکہ قلب کا عالم روحانیت سے تعلق ہے اس
لئے وہ (قلب) ان علوم و معارف کو اخذ کر لیتا ہے عقل ان علوم و معارف کے اجزاء کو
باہم ترتیب دے کر تلخیص تیار کر کے ضبط تحریر میں لاتی ہے تاکہ عالم خلق کے باسیوں
کے لئے ان علوم و معارف کا سمجھنا آسان ہو جائے اگر عقل، قلب کی ترجمانی نہ کرے
تو لوگوں کیلئے ان علوم و معارف کو سمجھنا نہ صرف دشوار ہو بلکہ محال ہو جائے چونکہ قلب
پر وارد شدہ علوم و معارف کی ترتیب و تلخیص کر کے عقل قابل فہم بناتی ہے اسلئے قلب کی
ترجمان عقل ہے روح کی ترجمان نہیں۔

گویم کہ علوم و معارف کہ بتلقی روحانی از مبدء فیاض
(جواب) میں کہتا ہوں کہ وہ علوم و معارف جو روحانی تلقی کے ذریعے مبدء فیاض^{۳۵}
فائض می شود، قلب کہ از عالم ارواح است اخذ می کند،
سے فائض ہوتے ہیں قلب جو عالم ارواح سے ہے (انہیں) اخذ کرتا ہے

۳۵ مبدء فیاض

مبدء فیاض کی قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے مبدء کا معنی جائے بدایت
یعنی کسی شے کے منبع اور سرچشمہ کو مبدء کہتے ہیں۔ فیاض (بفتح یاء) بہت زیادہ فیض
دینے والا مراد اللہ تعالیٰ ہے مبدء فیاض کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو جو ظاہری
برکات اور باطنی انعامات میسر ہوتے ہیں وہ سب رزق، مال و دولت، عہدہ، صحت،
جسم، روح، علم، ایمان، اسلام وغیرہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتے ہیں۔

جب عارف کا مضغہ گوشت حقیقت جامعہ قلبیہ کا قائم مقام بن جاتا ہے تو اس
(مضغہ گوشت) میں اصل کی سی استعداد و صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے لہذا مبدء فیاض
سے جن علوم و معارف کا ورود مضغہ گوشت پر بواسطہ حقیقت جامعہ ہوتا ہے وہ تلقی
روحانی کے ذریعے ہوتا ہے یعنی روح کی طرح کی تلقی ہوتی ہے۔ جسے مشائخ نے سمجھا
کہ روح عقل کو تلقی کر رہا ہے اور عقل روح کی ترجمانی کر رہی ہے اسی لئے انہوں نے
”عقل ترجمان روح ہے“ کا قول کر دیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب مضغہ گوشت قلب
حقیقی کا خلیفہ بن کر جو تلقی کرتا ہے وہ روحانی تلقی ہوتی ہے کیونکہ قلب عالم ارواح میں
ہے تو یہی کہا جائے گا کہ روح نے تلقی کی ہے حقیقت میں وہ تلقی روح کی نہیں

قلب ہی کی ہوتی ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے لہذا عقل روح کی ترجمان نہیں بلکہ قلب کی ترجمان ہے۔

یہاں مشائخ کرام اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے باہمی اختلاف کی وضاحت بیان فرمائی جا رہی ہے بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض سے فیض پہلے روح کو ملتا ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض سے فیض پہلے قلب کو ملتا ہے حقیقت جامعہ کے عالم ارواح میں سے ہونے کی وجہ سے قلب اس کا جانشین ہو جاتا ہے جن پر وارد شدہ علم و عرفان کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔

غرضیکہ یہ بات دونوں طرح جائز ہے اگر یوں کہہ لیں کہ فیض پہلے روح پر وارد ہوتا ہے پھر قلب کی طرف منتقل ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے اور گریوں کہا جائے کہ فیض قلب پر وارد ہوتا ہے جس کی ترجمانی عقل کرتی ہے یوں بھی درست ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عارف کو یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جب عقل، قلب کی ترجمان ہو جاتی ہے تو عقل معاد پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جس میں اسے نفس مطمئنہ کی ہمسائیگی و مجاورت کا شوق دامن گیر ہوتا ہے بالآخر یہ شوق عقل معاد کو نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے باقی قالب محض خاک کی ڈھانچہ رہ جاتا ہے اب سمجھنے اور یاد رکھنے کی صلاحیت بھی عقل معاد کی بجائے مضغہ گوشت کو ہی حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرًا لِّمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ سے واضح ہے۔

ترجمان آن عقل ست، کہ آن رامحرر و ملخص ساخته
 اس (قلب) کی ترجمان عقل^{۳۶} ہے کہ ان (علوم و معارف) کو ضبط
 شایان فہم گرفتاران عالم خلق می سازد، کہ اگر او
 تحریر میں لا کر اور خلاصہ تیار کر کے عالم خلق کے گرفتاروں کی فہم کے لائق
 ترجمانی نہ کند فہمیدن آن متعسر ست بلکہ متعذروچوں
 بناتی ہے کہ اگر وہ (عقل) ترجمانی نہ کرے سمجھنا ان کا دشوار بلکہ محال ہو
 مضغہ قلبیہ، خلیفۂ حقیقت جامعہ قلبیہ است، حکم اصل
 جائے اور جب مضغہ گوشت جامعہ قلبیہ کی حقیقت کا خلیفہ ہے اصل کا علم
 پیدا کردہ است، و تلقی اونیز تلقی روحانی گشتہ و محتاج بہ
 پیدا کر لیا ہے اور اس کا اخذ کرنا بھی روحانی تلقی ہو گیا ہے اور
 ترجمان آمدہ است۔

و محتاج ہو گیا ہے ترجمان کا۔

۳۶ ترجمان قلب

جب عالم امر کے لطائف، نفس مطمئنہ اور عقل معاد عالم قدس کی طرف پرواز کر
 جاتے ہیں تو اب علوم و معارف، فیوضات و برکات و حسنات و انعامات اور پند و نصائح
 کا مورد بھی قلب ہوتا ہے لہذا نہ کوئی روح کا ترجمان ہوتا ہے نہ عقل کا ترجمان ہوتا
 ہے عقل، نفس اور روح بھی یہی مضغہ (قلب) ہوتا ہے بس اس میں خلافت و نیابت
 کی وجہ سے استعدادات اور صلاحیتیں ودیعت کردی جاتی ہے اس لئے یہ قلب اپنا

باید دانست کہ زمانے بر عقل معاد می آید کہ باعث شوق جاننا چاہئے کہ ایک وقت عقل معاد پرایا بھی آتا ہے جو باعث ہوتا ہے نفس مطمئنہ کی بہ مجاورت نفس مطمئنہ می گردد، بعدیکہ او را بمقام آن می مجاورت کا یہاں تک کہ اسے (عقل معاد کو) اس (نفس مطمئنہ) کے مقام تک پہنچا رساند، قالب راتھی و خالی می گذارد، و این زمان تعقل دیتا ہے (عقل معاد) قالب کو تہی اور خالی چھوڑ دیتی ہے اور اس وقت سمجھنا اور وتذکر نیز بمضغہ قلبیہ قرار می یابد۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ یَّادُرْکُھُنَا بِمِیْضَہٗ کَوْثَرٍ مِّیْنِ قَرَارِ پکڑتا ہے یقیناً اس میں نصیحت ہے اس شخص کان لہ قلب۔ وح ہماں قلب خود ترجمان خود گردد۔ کیلئے جو قلب رکھتا ہے اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ترجمان ہوتا ہے ترجمان خود ہوتا ہے۔

گو عارف کے جسم میں جملہ اجزائے لطیفہ نے عالم بالا تک رسائی حاصل کر لی مگر ان کا تعلق قالب کے ساتھ باقی رہتا ہے اس لئے عالم امر و نفس مطمئنہ والے اطاعت و انقیاد کے سارے تقاضے قالب میں جلوہ گر ہونے کی وجہ سے یہ قالب بھی گویا ایک لطیفہ ہی بن جاتا ہے لہذا عبادت و ریاضت، ذکر و فکر کی بدولت وارد ہونے والے انوار و تجلیات کا متحمل یہی قالب ہوتا ہے۔

دریں وقت عارف رامعاملہ باقالب افتد، جزوناری آنکہ اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ پیش آتا ہے آتشِ جزو ندائے ”انا خیر منہ“ از نہاد آن ظاہر می شد۔ روبانقیاد کہ اس کی طبیعت سے انا خیر منہ کی ندا ظاہر ہوتی تھی۔ فرماں می آرد وبتدریج بشرفِ اسلام حقیقی مشرف می بردار ہونے لگتا ہے اور تدریجاً اسلام حقیقی کے شرف گرد پس خلعت ابلیسی را ازوے زائل گردانیدہ، سے مشرف ہو جاتا ہے پس ابلیسی جامہ اس سے اتار دیا جاتا ہے۔

۳۷ لطیفہء نار کا مسلمان ہونا

عارف کا جب معاملہ قالب کے ساتھ پڑ جاتا ہے اور قالب خاک، باد، آب اور نار کا مجموعہ ہے ان عناصرِ اربعہ میں سے جزوناری جس کی سرشت سے انا خیر منہ کی صدا بلند ہوتی ہے سرکشی و بغاوت کو ترک کر کے آہستہ آہستہ اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے اور لطیفہء نار کی خلعت ابلیسی اتار کر پھینک دی جاتی ہے اس لئے وہ بغاوت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے۔

جب عارف کے عالم خلق کا لطیفہء آگ اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے تو اسے نفس مطمئنہ تک رسائی عطا کر کے اس کا خلیفہ بنا دیا جاتا ہے لہذا اب عارف کے قلب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مفعہ گوشت (قلب) ہوگا اور نفس مطمئنہ کا خلیفہ لطیفہء نار ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ جس طرح عملِ کیمیا کے ذریعے تانبے کو تدریجاً سونا بنایا جاتا ہے

ایسے ہی جب بندہ مومن کے قلب میں طلب حقیقی اور عشق الہی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو آہستہ آہستہ عالم امر کے لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو ان لطائف کے اثرات و انوار کی بدولت جسم کا تانبا بھی سونا ہو جاتا ہے نتیجتاً خاک، افلاک بن جاتی ہے، ذرہ آفتاب ہو جاتا ہے قطرہ سمندر بن جاتا ہے بقول شاعر،

دل اپنی طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب گیا

دریا ہی سے یہ موتی نکلا تھا دریا ہی میں جا کے ڈوب گیا

یاد رہے کہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی سیر عالم خلق سے شروع ہوتی ہے جس کی وجہ سے سیر تفصیلی ہو جاتی ہے اور سالک کا معاملہ طویل ہو جاتا ہے جبکہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، سالک و طالب کو سیر عالم امر کے لطائف سے شروع کرواتے ہیں اور انہی کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف بھی طے کروادیتے ہیں۔

یوں ان حضرات کی توجہات قدسیہ اور صحبت کے اثرات و برکات کی بدولت سالک کے قلب و قالب کا تانبا سونا بنتا جاتا ہے اسی لئے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے جس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر ہیں حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا۔

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی	تو طفلی کار مرداں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں	تو خشکی قدر باراں را چہ دانی
ہنوز از کفر و ایمانت خبر نیست	حقائق ہائے ایماں را چہ دانی

بمقام اصلی نفس مطمئنہ می رسانند و نائب مناب آن می
 نفس مطمئنہ کے اصلی مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور اس (نفس مطمئنہ) کا قائم مقام
 سازند پس در قالب خلیفہ قلب حقیقی مضغہ آمد،
 بنا دیتے ہیں پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہوا اور نفس مطمئنہ
 و نائب مناب نفس مطمئنہ جزو ناری گشت
 کا قائم مقام آتش جزو بن گیا۔

زر شد مس وجود من از کیمیائے عشق
 سونا بن گئی میرے وجود کی خاک کیمیائے عشق سے
 و جزو ہوائی مناسبت بروح دارد۔

اور ہوائی جزو روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ ۳۸

۳۸ لطیفہ باد

انسانی قالب کے عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہوا ہے جو روح کے ساتھ
 مناسبت رکھتا ہے اس لئے جب سالک کو لطیفہ باد تک رسائی اور وصل نصیب ہوتا ہے تو
 لطیفہ باد میں فنایت پر سالک کبھی کبھی لطیفہ باد کو عنوانِ حقانیت جاننا شروع کر دیتا ہے
 یعنی لطیفہ باد میں سیر کے دوران سالک غلط فہمی کی بنا پر باد (ہوا) کو خدا سمجھ لیتا ہے۔
 (معاذ اللہ)

یہ وہ نازک مقام ہے جہاں صوفی اور سالک پھسل جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ
 کا فضل اور شغ کامل کی توجہات قدسیہ شامل حال ہو جائیں تو وہ بچ سکتا ہے ورنہ

دریں درطہ کشتی فروشد ہزار

جس طرح لطیفہ ہوا میں فنایت پر سالک کو یہ ہوش نہیں رہتی کہ یہ میرے لطیفے کا مقام ہے یا یہ مقام خدا ہے تو وہ اسے خدا سمجھ بیٹھتا ہے ایسے ہی کچھ اسی طرح کا معاملہ دوران سلوک مقام روح میں سالک کو پیش آتا ہے۔ یہاں تک کہ مقام روح میں رکے ہوئے بعض مشائخ لطیفہ روح میں اس قدر متغیر ہوئے کہ انہوں نے لطیفہ روح کے انوار کو خدا سمجھ کر باطنی طور پر اس کی پوجا شروع کر دی۔

لہذا در وقت وصول سالک و عروج آن بمقام ہوا، گاہ باشد
 لہذا سالک وصول کے وقت اور اس کے مقام ہوا تک عروج پر کبھی اسی
 کہ ہمیں ہوا را بعنوان حقانیت بداند، و گرفتار آن بماند، چنانچہ
 ہوا کو عنوان حقانیت سمجھ لیتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے چنانچہ مقام
 در مقام روح ہمیں شہود دست می دہد و گرفتار می ماند۔
 روح میں یہی شہود ہاتھ آتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے بعض مشائخ نے
 بعضے از مشائخ گفتہ اند کہ سی سال روح را بخدائی پرستیدم
 فرمایا کہ میں تیس سال روح کو خدا جان کر پرستش کرتا رہا۔ ۳۹

۳۹ خدا اور روح کے انوار میں ظاہری مماثلت

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مقام روح میں رکے
 ہوئے صوفی تیس تیس برس تک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر سجدے کرتے رہے ہیں
 لیکن جب انہیں اس مقام سے آگے گزرا گیا جب ان پر حقیقت حال عیاں ہوئی
 تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور اس کفر و شرک سے توبہ کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ
 دنیوی زندگی میں ہی معاملہ کی حقیقت ہم پر واضح ہو گئی ہے اگر کوئی سالک روح کے
 انوار کو خدا سمجھ کر پوجا کرنے کے دوران وفات پا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کل
 قیامت کے روز اسے مشرکوں کی صفوں میں کھڑا نہیں کرے گا کیونکہ وہ مقام روح میں
 فنایت کے دوران اس قدر مستغرق و محو مدہوش ہو گئے کہ حواس کے عدم توازن کی وجہ
 سے وہ معبود اور غیر معبود میں امتیاز نہ کر سکے اس لئے انہوں نے حیرت میں مبتلا ہو کر
 مقام روح کو خدا سمجھ کر سجدہ کیا ہے جان بوجھ کر ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ ایسا

وچوں ازان مقام گزرانید نہ حق از باطل جدا شد، واین جزو اور جب اس مقام سے گذار دیا تو حق باطل سے جدا ہو گیا اور یہ ہوائی جزو ہوائی بواسطۂ مناسبت بمقام روحی دریں قالب قائم مقام مقام روحی کے ساتھ مناسبت کے واسطہ سے اس قالب میں روح کا قائم روح می گردد، ودر بعض امور حکم روح پیدا می کند، و جزو مقام ہو جاتا ہے اور بعض امور میں روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور جزو آبی جامعہ آبی مناسبت بحقیقت جامعہ قلبیہ دارد، ولہذا فیض او بجمع قلبیہ کی حقیقت سے مناسبت رکھتا ہے لہذا اس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے اور ہم نے اشیاء می رسد ”وجعلنا من الماء کل شئی حی“ بلز گشت او نیز پانی سے تمام اشیاء کو زندہ کیا اس کی بازگشت بھی مضغہ گوشت ہے اور جزو خاکی بمضغہ قلبیہ است، و جزو ارضی کہ جزو اعظم آن قالب است (مٹی) جو اس قالب کا جزو اعظم ہے۔

نہیں کیا اس لئے ان کی بخشش و نجات و مغفرت کی قوی امید ہے۔
 شرک تو تب ہوتا کہ وہ شئی کو شئی جان کر، مخلوق کو مخلوق سمجھ کر پھر خدا کہتے جیسے مطلق مجذوب غلبہ جذب و استغراق و استہلاک کی وجہ سے نماز، روزہ وغیرہ ادا نہیں کر پاتے انہیں شریعت مطہرہ کی طرف سے احکامات شرعیہ معاف ہیں۔
 یاد رہے کہ اس قسم کے مجذوب مقام صفات پر جلوہ گر ہوتے ہیں اس لئے انہیں مستہلکین کہا جاتا ہے گوان کا شمار اولیاء میں ہوتا ہے لیکن یہ کامل نہیں ناقص ولی ہوتے ہیں

بعد از تطہیر از تلویث دناءت و خست کہ از صفات
 کمینگی اور خست کی آلودگی جو اس کی ذاتی صفات ہیں سے پاک ہو کر
 ذاتیہ اویند، حاکم و غالب دریں قالب او می گردد، و ہر چہ
 اس قالب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے اور جو کچھ ہے قالب میں ہے اسی
 بہست در قالب حکم او پیدا می کند، و رنگ آن می گیرد
 کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور یہ اس کے
 وایں بواسطۂ جامعیت تامہ اوست - جمیع اجزائے
 جامعیت تامہ کے واسطہ سے ہے قالب کے تمام اجزاء حقیقت میں
 قالب فی الحقیقت اجزائے اویند، ولہذا کرہء ارضی
 اسی کے جزو ہیں اسی لئے کرۂ زمین عناصر اور افلاک کا مرکز ہے اور اس
 مرکز عناصر و افلاک آمد و مرکز او مرکز عالم -
 (زمین) کا مرکز، عالم کا مرکز ہے۔

جبکہ راہمیں صوفیاء مسند دعوت و ارشاد پر متمکن فیضان نبوت سے سیراب ہوتے ہیں۔
 چونکہ مجذوب حضرات کو، راہ میں پڑے ہوتے ہیں لیکن محبوب حقیقی (حق تعالیٰ)
 فرماتے ہیں کہ میری راہ میں تو ہیں اس لئے ان کو معاف کر دیتے ہیں اہل طریقت
 و شریعت کا ان کے متعلق مبنی بر احتیاط یہی مؤقف ہے جو اسلم و اوفیٰ ہے۔
 جب مقام روح میں رکے ہوئے صوفیاء کا اس سے آگے گذر ہوتا ہے تو ان
 پر حق اور باطل کا امتیاز ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر ہمیں غلط فہمی ہوئی وہ تو لطیفہ ہوا اور

دریں وقت معاملہء قالب نیز بانجام رسید و نہایت عروج اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام کو پہنچ جاتا ہے اور عروج و نزول کی و نزول متحقق گشت ، و کمال تکمیل نقد وقت آمد۔ این انتہاء ثابت ہو جاتی ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے یہ ہے وہ انتہا ست نہایتی کہ رجوع بہ بدایت دارد۔ بدان کہ روح جو ابتداء کی طرف رجوع رکھتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ روح اپنے مراتب اور بامراتب و توابع خود ہر چند بطریق عروج بمقرر خود رسیدہ توابع کے ساتھ اگرچہ عروج کے طریقے پر اپنی جائے قرار پر ہوتی ہے لیکن بود ، اما چوں ہنوز تربیت قالب در پیش داشت توجہی چونکہ ابھی اسے قالب کی تربیت در پیش ہوتی ہے۔ (لہذا) اس عالم کی طرف توجہ بایں عالم در کار بود۔ و چوں معاملہ قالب بانجام رسید ، در کار ہوتی ہے اور جب قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے

لطیفہ روح کے مقامات تھے مقام ذات کہیں اس سے بالا ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ جس طرح عالم خلق کا لطیفہ مضغہ قلب عالم امر کے حقیقت جامعہ قلبیہ کے تحت آ جاتا ہے ایسے ہی عالم خلق کا لطیفہ باد، عالم امر کے لطیفہ روح کے نیچے آ جاتا ہے غرضیکہ تدریجاً دوران سلوک عالم خلق کے جملہ لطائف، عالم امر کے لطائف کے تحت آ جاتے ہیں لہذا جب عالم امر کے لطائف طے ہو جاتے ہیں تو ان کی برکت سے یہ بھی طے ہو جاتے ہیں۔

مشائخ نقشبندیہ کا لطائف طے کروانا

اس مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا یہ فرمان سمجھ میں آتا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین عالم ارواح کے لطائف کو جب طے کرتے ہیں تو ان کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف از خود طے ہو جاتے ہیں۔

عالم خلق کے اجزائے اربعہ میں سے جزو ہوائی مقام روح کی مناسبت کے واسطہ سے عارف کے قالب میں روح کا خلیفہ بن جاتا ہے تو بعض معاملات و امور میں مناسبت و نیابت کی وجہ سے روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔

۰..... بدن انسانی میں ایک عنصر آب (پانی) ہے جو حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یعنی عالم خلق کا لطیفہ آب، عالم امر کے قلب حقیقی کے ماتحت ہے اور قلب حقیقی (حقیقت جامعہ قلبیہ) بدن انسانی (قالب) میں سب سے زیادہ جامع اور جملہ فیوض و برکات کا حامل ہے۔ بدن عارف میں جزو آب (پانی) چونکہ حقیقت جامعہ قلبیہ کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے پانی کی اصل یہی حقیقت جامعہ قلبیہ ہے اور پانی قالب (جسم) کے جملہ معاملات کی اصل ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور ہم نے ہر زندہ شئی کو پانی سے بنایا ہے یہاں تک کہ انسانی تخلیق بھی اچھلتے پانی (نطفہ) سے ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ ذَافِقٍ سے واضح ہے نیز تخلیق کائنات سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش بھی پانی پر ہی تھا جیسا کہ آیت کریمہ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ سے عیاں ہے۔

۰..... عارف کے قالب میں حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ مضغہ قلبیہ ہوتا ہے جو کہ عالم خلق سے ہے اور لطیفہ آب بھی حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے یہ بھی عالم خلق سے ہے جزو آبی (پانی) اور مضغہ گوشت (قلب) دونوں عالم خلق سے ہیں اس لئے پانی کی جائے بازگشت مضغہ قلبیہ کے تحت آ جاتی ہے۔

۵..... انسانی قالب (جسم) میں عناصر اربعہ میں سے چوتھا لطیفہ خاک (مٹی) ہے جو بدن کا سب سے بڑا جزو ہے بے حیائی، کمینگی اور پستی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ عالم امر کے لطائف، عالم خلق کے عناصر ثلاثہ (نار، باد، آب) کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ کے فوضات و برکات و اثرات کی بدولت لطیفہ خاک (مٹی) اپنی طبعی کمینگی و ذلت سے تدریجاً پاک ہو جاتا ہے نتیجتاً طہارت، نفاست و نورانیت کی بنا پر قالب عارف قلب اور روح کی مقام میں ہو جاتا ہے اس لئے جسم عارف میں حکومت و غلبہ مٹی کا ہی ہو جاتا ہے اور قالب (بدن عارف) میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

۵..... عارف کے قالب میں جو حکومت، رنگت، غلبہ و تفوق لطیفہ خاک کو حاصل ہوا ہے وہ لطیفہ خاک کو جامعیت تامہ کے واسطے سے ہوا ہے جس طرح قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہے ایسے ہی مضغہ گوشت کے اثرات و انوار و برکات کی بدولت لطیفہ خاک قلب کا مقام پیدا کر لیتا ہے لہذا اس لطیفہ خاک میں بھی جامعیت آ جاتی ہے گو یہ جامعیت عالم خلق کے اعتبار سے ہے اسی جامعیت کی بنا پر قالب کے تمام اجزاء و عناصر درحقیقت اسی لطیفہ خاک کے اجزاء قرار پاتے ہیں۔

۵..... بدن انسانی کو عالم صغیر کہا جاتا ہے اور کائنات کو عالم کبیر کہا جاتا ہے چونکہ انسان، کائنات کا خلاصہ ہے اور انسانی قالب میں عناصر اربعہ میں سے جزو خاک کی کو جامعیت تامہ حاصل ہے عنصر خاک کی جامعیت تامہ کی وجہ سے ہی کرۂ ارض (زمین) معدنیات اور کانوں کا مرکز بن گیا ہے اور تمام آسمانوں کی نگاہوں کا مرکز بھی یہی جامعیت تامہ ہے سورج اپنی روشنی اور چاند اپنی چاندنی زمین پر ہی پھینک رہے ہیں۔ غرضیکہ جملہ ممکنات اور مخلوقات میں زمین کو بڑی خصوصیت اور جامعیت حاصل ہے۔

مرکز موجودات

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ مٹی کا مرکز تمام کائنات کا مرکز ہے یعنی جملہ موجودات میں خانہ کعبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے دراصل زمین و آسمان کی تخلیق سے قبل ہر طرف پانی ہی پانی تھا مشیت ایزدی سے سطح آب پر جھاگ نمودار ہوئی جس سے زمین بن گئی اور پانی سے جو بخارات اٹھے ان سے آسمانوں کی تخلیق ہوئی خانہ کعبہ زمین کے وسط میں یوں ہے جیسے بدن انسانی میں ناف ہوتی ہے جس طرح بچے کو ماں کے شکم میں ناف کے نیچے غذا ملتی ہے ایسے ہی خانہ کعبہ کی بدولت کائنات کو ہدایت و ایمان، یقین و عرفان ظاہری عنایات اور باطنی انعامات ملتے ہیں اسی بنا پر خانہ کعبہ کو 'سُرَّةُ الارض' کہا جاتا ہے نیز اسی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف انبیاء، اولیاء، صلحاء، ملائکہ اور دیگر مخلوق خدا کھنچی چلی جا رہی ہے یعنی خانہ کعبہ کو مرکزیت اور جائے امن ہونے کا اعزاز حاصل ہے آیات کریمہ **وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا** اور **إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِّلنَّاسِ لِلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ** سے واضح ہے بقول شاعر

مرکز توحید پہلے دن سے ہے بیت الحرام

مشرق و مغرب میں ہے پھیلا ہوا جس کا نظام

0..... عالم امر کے انوار و تجلیات و اثرات کی برکت سے انسانی قالب سے خست، دنائت، رذالت، کدورت، کثافت، رخصت ہو جاتی ہے تو اس کا سارا جسم ہر قسم کے عیوب و نقائص، اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے پاک ہو جاتا ہے حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا۔

ہر کہ را جامہ ز عشق چاک شد

او زے حرص و عیب کلی پاک شد

۵..... جب بدن عارف کی کمینی حرکتیں، بری خصلتیں اور ردی عادتیں ختم ہو جاتی ہیں تو انسان فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اب وہ خاکی ہو کر افلاکی ہے بشری ہو کر نوری ہے۔

تیرا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغ دیدہ افلاک ہے تو
تیرے صید زبوں فرشتہ و حور
کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

مسند دعوت و ارشاد

جب عارف کی عروجی منازل اور نزولی مراتب کے بعد تکمیل ہو جاتی ہے عارف کا معاملہ انجام و انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو عارف کا لطیفہ قلبیہ عالم قدس کی طرف سے فیوض و برکات لے کر واپس عالم دنیا میں دعوت و ارشاد کی مسند پر متمکن ہوتا ہے جو کہ نبوت کا منصب ہے مخلوق خدا کی رشد و ہدایت پر مامور ہوتا ہے، لوگوں کا تصفیہ و تزکیہ کرتا ہے، لوگوں کی فکر و فکر کے زاویے بدلتا اور سوچوں میں انقلاب برپا کرتا ہے شعور کو جلا بخشتا اور ذوق کو آگہی سے نوازتا ہے مجالس، محافل، مدارس کا اہتمام کرتا ہے اور درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کر کے لوگوں کو راہ ہدایت پر گامزن کرتا ہے اور گناہوں سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے تو جہات قدسیہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی تطہیر کر کے حریم یار سے آشنا کرتا ہے اور قافلوں کے قافلے بارگاہ قدس تک پہنچاتا ہے یوں ہی ان کے فیض یافتہ خلفاء مزید دیے سے دیا جلاتے رہیں گے قیامت تک رجال کا رتیار ہوتے رہیں گے اور لوگوں کے لئے رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت کا سامان ہوتا رہے گا۔

روح با سر و خفی و اخفی و با قلب و نفس و عقل متوجہ جناب روح، سر، خفی، انہی، قلب، نفس اور عقل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بارگاہ قدس جلّ قدس خداوندی جلّ سلطانہ گشت، و بکلیہ ازیں قالب اعراض سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اس قالب سے پوری طرح منہ پھیر لیتی ہے نمود، و قالب نیز بکلیت خود متوجہ مقام عبودیت آمد، اور قالب بھی ہمہ تن مقام عبودیت کے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے

۴۔ مقام عبودیت

مقام عبودیت سے مراد احکامات شرعیہ اور مقامات عشرہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ، صبر، شکر، توکل، رضا، قناعت وغیرہا) کا اکتساب ہے اس مقام پر سالک کا بدن اعمال صالحہ بجالاتا اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور نیک کاموں کی طرف خود بخود کھنچا چلا جاتا ہے اب وہ ہر قسم کی ذاتی مصروفیات اور دنیوی دہندوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنت و شریعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں کا قالب مقام عبودیت پر فائز نہیں ہوتا انکا نفس بغاوت، دناءت اور خاست سے باز نہیں آتا وہ دنیوی ذلتوں میں گرفتار رہتے ہیں ان کا احکام شرع کی طرف رجحان ہی نہیں ہوتا، اعمال صالحہ کی طرف طبیعت مائل ہی نہیں ہوتی شعرا اسلام کو بوجھ سمجھتے ہیں متشرع و متدین لوگوں کو دیکھ کر آوازے کتے ہیں۔ اس قسم کے بدنہاد اور زبان دراز لوگ دوزخ کے قابل ہوتے ہیں۔

عبادت اور عبودیت میں فرق

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت اور

عبودیت کا فرق یوں بیان فرمایا ہے

عبادت میں طلب وجود ہوتا ہے جبکہ عبودیت میں تلف وجود ہوتا ہے بلکہ آپ سے یوں بھی منقول ہے کہ اگرچہ نماز روزہ حق تعالیٰ کے قرب کا سبب ہیں لیکن ہمارے نزدیک اپنے وجود کی نفی اور دوسروں کا اثبات اقرب طریق ہے آیت کریمہ وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ میں اسی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر وجود باقی (اپنی ذات کی نفی نہیں) ہے کوئی عمل نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا اور ظاہری آداب، باطنی آداب کا عنوان ہیں چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو حفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد تشریف لائے تو سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کیلئے تشریف لائے دیکھا کہ ان کے مریدین ان کے اشارہ اور حکم کے منتظر با آداب کھڑے ہیں حضرت شیخ جنید نے کہا کہ أَذَبَ أَصْحَابُكَ أَذَبَ الْمُلُوكِ یعنی آپ نے اپنے مریدوں کو بادشاہوں جیسے آداب سکھار کھے ہیں شیخ ابو حفص نے جواباً کہا لَا يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ حُسْنَ الْأَذَبِ فِي الظَّاهِرِ غُنَوَانُ الْأَذَبِ الْبَاطِنِ یعنی اے شیخ جنید میں نے انہیں ملوکانہ آداب نہیں سکھائے لیکن ظاہری حسن ادب باطنی ادب کا عنوان ہے۔

(نوادر المعارف ص ۴۸)

پس روح بامراتب خود در مقام شہود و حضور متمکن پس روح اپنے مراتب کے ساتھ شہود و حضور کے مقام پر متمکن ہو جاتی ہے اور ست ، واز دید و دانش ماسوی ، بکلیت معرض ، و قالب غیر حق کی دید و دانش سے روگرداں ہو جاتی ہے اور قالب پورے طور پر بہ تمام بمقام طاعت و بندگی راسخ است - این ست اطاعت اور بندگی کے مقام پر راسخ ہو جاتا ہے یہ ہے فرق بعد الجمع کا مقام ۳۱ مقام فرق بعد الجمع - واللہ سبحانہ الموفق للکمالات اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

۳۱ فرق بعد الجمع

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالک کی روح اپنے دیگر توائج سمیت عروجی منازل میں اپنے مقام اصلی (عالم ارواح) تک رسائی حاصل کر لیتی ہے لیکن ابھی روح کے پیش نظر جسم سالک کی اصلاح و درستی و تربیت ہوتی ہے جسم کو طہارت ، لطافت و روحانیت کے لئے تیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضور اکرم ﷺ کی متابعت پر ابھارنا ہوتا ہے اسلئے روح عالم بالا کی طرف بھی متوجہ رہتا ہے اور بدن سالک کی طرف بھی متوجہ رہتا ہے۔ جب روح کے ذریعے قالب کی تربیت ، تہذیب و تطہیر ہو جاتی ہے تو وہ اطاعت و فرمانبرداری میں پوری طرح آمادہ ہو جاتا ہے یوں قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ جاتا ہے اسی لئے روح کو انسانی بدن کے نفس میں قید کیا گیا تھا جب روح قالب کی تربیت کو مکمل لیتی ہے تو وہ عالم امر کے دیگر لطائف ، نفس

اور عقل سب کو لے کر قالب سے منہ موڑ کر اور اسے چھوڑ کر بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

جب روح بدن عارف کی تربیت کے بعد کلیۃً قالب سے اعراض کر کے عالم بالا کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو قالب بھی ہمہ تن گوش مکمل طور پر مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

جب روح اپنے مرتبوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتی ہے اور غیر حق سے کلیۃً روگردانی کر کے مقام مشاہدہ پر متمکن ہو جاتی ہے اس لئے دنیا اور ماسویٰ کی طرف للچائی ہوئی نظریں اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔

جب روح ماسویٰ سے منہ موڑ کر مقام مشاہدہ پر جلوہ فگن ہو جاتی ہے تو عارف کا بدن ذکر و فکر، تعلیم و تدریس اور اطاعت و پیروی وغیرہا میں مکمل طور پر ملکہ و رسوخ حاصل کر لیتا ہے۔

جب روح دیگر لطائف سمیت مقام مشاہدہ و حضور پر فائز المرام ہو جائے اور قلب بندگی پر براجمان ہو جائے اسی کو مقام فرق بعد الجمع کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اس مقام فرق بعد الجمع کے بارے اختلاف ہے۔

حضرت امام ربانی اور حضرت ابن عربی کا موقف

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک واجب اور ممکن میں عینیت و اتحاد مقام جمع ہے اور واجب اور ممکن میں امتیاز ہو جانا مقام فرق ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک روح اور قالب (نفس) کا اتحاد مقام جمع ہے اور روح کا عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جانا اور قالب کا اطاعت میں

مشغول ہو جانا مقام فرق بعد الجمع ہے۔ اللہم ارزقنا ایہا

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام فرق بعد الجمع میں ہمیں ایک خاص مقام حاصل ہے سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مقام فرق میں ایک مقام عام ہے اور ایک مقام خاص ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور ان کے قبعین کے نزدیک مقام جمع ولایت کا اہتمامی مقام ہے اسلئے یہ اسی مقام کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے نزدیک یہی کمال ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک مقام فرق سب سے کامل مقام ہے اس لئے آپ اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہی کمال ہے۔

مقام جمع مرتبہ ولایت کا کمال ہے جبکہ مقام فرق مرتبہ نبوت کا کمال ہے مقام جمع میں عارف مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ مقام فرق میں عارف اللہ تعالیٰ سے ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

مقام فرق کے مراتب

مقام فرق میں دو مرتبے ہیں مرتبہ عام اور مرتبہ خاص

مرتبہ عام میں عارف کی روح قربت کا مقام حاصل کر لیتی ہے اور اس کا قالب (بدن عنصری) مقام عبودیت پر متمکن ہو جاتا ہے۔

جبکہ مرتبہ خاص جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو مقام خاص اور قدم خاص حاصل ہے مقام فرق کے مرتبہ عام میں عارف کی روح عالم قدس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور قالب عبودیت میں مصروف ہو جاتا ہے مرتبہ خاص جس پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فائز المرام ہیں اس میں روح اپنے توالع سمیت

عالم قدس سے عالم خلق کی طرف رجوع اور عود کرتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسند دعوت پر بٹھایا جاتا ہے اس مقام کے جانشینوں کو راجعین الٰہی الدعوة کہا جاتا ہے۔

چونکہ مقام فرق کے مرتبہ عام میں عارف کو مقام مشاہدہ اور مرتبہ حضوری سے مزید ارتقاء نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس کی روح مع التوابع طریق انبیاء کے مطابق عود کرتی ہے اور دیگر لوگوں کے توجہات قدسیہ کی بدولت تصفیے و تزکیے کر کے قافلوں کے قافے حریم یار تک پہنچاتے ہیں یوں یہ فیضان نبوت اور کمالات رسالت کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔

مقام خاص میں جب عارف کی روح دعوت و ارشاد کیلئے قالب کی طرف واپس لوٹتی ہے اور قالب کے تابع ہو جاتی ہے۔ تو قالب پہلے ہی عبادت، اطاعت و عبودیت میں مشغول ہوتا ہے لہذا اب روح بھی قالب کے ساتھ مل کر دعوت و عبودیت میں مصروف ہو جاتی ہے۔

وایں درویش را دریں مقام قدم خاص ست، وآن رجوع روح اور اس درویش کو اس مقام میں خصوصی رسائی حاصل ہے اور وہ روح کا است بامراتب خود بعالم خلق تابع حق جلّ و علا ایشاں را اپنے مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف لوٹتا ہے تاکہ انہیں حق تعالیٰ کی دعوت نماید، وروح دریں وقت حکم قالب پیدا می کند طرف دعوت دے اور روح اس وقت قالب کے حکم میں ہو جاتی ہے اور اس کی وتابع اومی گردد، وکار تاب جائے می رسد کہ اگر قالب تابع ہو جاتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر قالب حاضر ہے حاضر ست روح نیز حاضر است۔

روح بھی حاضر ہے۔ ۴۲

۴۲ روح اور قالب میں مطابقت

جب روح قالب کی طرف رجوع کر کے اس کی متابعت میں دعوت وعبودیت میں مشغول ہوتی ہے تو معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دونوں حالتیں و کیفیتیں ایک جیسی ہو جاتی ہیں کہ جس کام میں قالب مشغول ہو روح بھی اسی کام میں مشغول ہو جاتی ہے اور جس کام میں روح مصروف ہو قالب بھی اسی کام میں مصروف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر روح حاضر ہے تو قالب بھی حاضر ہے اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے اگر قالب حضوری میں ہے تو روح بھی حضوری میں ہے اگر قالب مجبوری میں ہے تو روح بھی مجبوری میں ہے غرضیکہ جو کیفیات و واردات قالب پر وارد ہوتی

واگر قالب غافل ست روح نیز غافل مگر در وقت ادائے
 اور اگر قالب غافل ہے روح بھی غافل ہے مگر نماز ادا کرنے کے وقت روح
 نماز کہ روح بامراتب خود متوجہ جناب قدس است جلّ
 اپنے مراتب کے ساتھ بارگاہ قدس جلّ شانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی
 شانہ، قالب اگرچہ غافل باشد، زیرا کہ نماز معراج مومن ست
 ہے اگرچہ قالب غافل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے ۳۳۔

ہیں وہی کیفیات روح پر بھی نازل ہوتی رہتی ہیں۔ مقام دعوت و ارشاد میں گو توجہ عالم
 خلق کی طرف رہتی ہے مگر عالم قدس سے تعلق ٹوٹتا نہیں جیسے کوئی شخص اپنے گھر سے دفتر
 میں آتا ہے گو وہ اپنی دفتری مصروفیات میں مشغول رہتا ہے لیکن اس کا گھر یلو تعلق
 بدستور قائم رہتا ہے۔

۳۳ نماز میں راحت کا سبب

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک استثنائی امر بیان فرما رہے ہیں کہ
 گو جو کیفیات قالب پر وارد ہوتی ہے وہی کیفیات روح پر بھی وارد ہوتی ہیں مگر اس مقام
 فرق پر براجمان عارف جب نماز ادا کرتا ہے اگرچہ اس کا قالب غافل ہی کیوں نہ ہو مگر
 اس کی روح لطائف سمیت حریم قدس جلّ سلطانہ کی طرف متوجہ رہتی ہے حالت نماز میں
 کبھی بھی غافل نہیں ہوتی حق تعالیٰ کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے یہی مومن کی
 معراج کا مقام ہے جیسا کہ الصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ سے عیاں ہے روح کا اللہ تعالیٰ
 کے مشاہدے میں مشغول ہو جانا ہی حقیقت نماز اور اصل نماز ہے۔ بقول بشاعر

باید دانست کہ این رجوع واصل کہ بکلیت واقع شود از جاننا چاہئے کہ یہ واصل کا رجوع جو پورے طور پر واقع ہوتا ہے دعوت کے کمال مقامات دعوت ست۔ این غفلت سبب حضور جمع سب سے کامل مقامات میں سے ہے یہ غفلت جمع کثیر کے حضور کا کثیر ست۔ غافلان ازیں غفلت غافل اند و حاضراں ازیں سبب ہے غافل اس غفلت (کی حقیقت) سے غافل ہیں اور حاضر رجعت جاہل۔

اس رجعت سے جاہل ہیں

اصل نماز ہے یہی، روح نماز ہے یہی
میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے
یہی وجہ تھی کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور اکرم ﷺ بے قرار ہو کر فرماتے اَیْسَنَ بِلَالٍ کہ بلال (رضی اللہ عنہ) کدھر ہیں جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہو جاتے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے اِرْحَنَّا يَا بِلَالُ اے بلال ہمیں راحت پہنچاؤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ آپ فرما رہے کہ اذان دوتا کہ ہم نماز ادا کریں کیونکہ اس سے آپ کو راحت ملتی تھی یعنی حالت نماز میں آپ مقام قرب و مشاہدے پر فائز ہوتے تھے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا قُوَّةٌ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کس قدر قابل افسوس ہے یہ بات کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز میں راحت اور ٹھنڈک ہے اور امتی کہتا ہے کہ نماز میں سکون ہی نہیں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ)

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے امتی کہلانے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے عاری ہیں۔ ادب و نیاز، سوز و گداز، دیوانگی و وارفتگی سے خالی ہیں بھی چیزیں تو اصل میں مومن کی میراث ہے۔ بقول اقبال مرحوم

قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

حقیقت نماز سے بے خبر

حقیقت نماز سے بے خبر غیر نماز میں راحت و چین تلاش کرنے والے لوگوں سے مخاطب ہو کر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

”اس طائفہ کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین کو سماع و نغمہ اور وجد و تواجُد میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو بھی نغموں کے پردوں میں تلاش کرنا چاہا اور رقص و رقاصی کو اپنا مسلک بنا لیا ہے حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي الْخَوَامِ شِفَاءً (اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی) ہاں الْغَرِيقُ يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيشٍ وَخُبُّ الشَّيْءِ يُغَمِّى وَيُصِمُّ (ڈوبنے والا شخص ہر ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) اگر نماز کے کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجُد کو یاد نہ کرتے۔

ع جب حقیقت نہ ملی ڈھونڈ لی افسانے کی راہ

(المیقات شرح مکتوبات مکتوب ۲۶ جلد اول)

اقسام صوفیاء

صوفی دو قسم کے ہوتے ہیں۔

کچھ تو وہ ہیں جو بیرونی سہاروں کے ذریعے اپنے اندر درد اور لذت پیدا کرتے ہیں محفل سماع کروا کر، طبلے کی تھاپ، سارنگی کی تار، ڈھول کی ڈم ڈم وغیرہا کے ذریعے آتش عشق کو بھڑکاتے ہیں جیسا کہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع کروایا کرتے تھے مزامیر اور سارنگی کی تھاپ پر وجد کرتے تھے علمائے وقت نے قوالی کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرمادیا سلطان شمس الدین التمش نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب کو عرض کیا کہ آپ اپنا موقف بیان فرمائیں تو حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا فرمان، حق ہے علماء کا فتویٰ، سچ ہے لیکن میں علمائے کرام سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس قدر بیمار ہو کہ حلال شئی کوئی نہ ملے اور حرام میں ہی اس کا علاج ہو تو کیا ایسی مجبوری کی حالت میں حرام کھانا جائز ہے یا کہ ناجائز ہے۔

علمائے کرام نے کہا کہ ہاں حالت اضطرار میں بقدر کفایت حرام حلال ہو جاتا ہے تو حضرت خواجہ قطب نے کہا کہ میں مرض عشق میں مبتلا ہوں جس کا علاج قوالی کے بغیر ممکن نہیں اب بتلائیے میرے متعلق کیا حکم ہے؟ علماء نے کہا کہ آپ صالح اور صادق شخص ہیں اگر واقعی آپ کی مرض کا یہی علاج ہے تو آپ کچھ دیر کے لئے قوالی کروالیا کریں۔

یوں حضرات چشتیہ دل کی تار کو چھیڑنے کیلئے باہر کی تاریں چھیڑتے ہیں اور لذت و درد حاصل کر کے وجد و رقص کرتے ہیں۔

جبکہ کچھ صوفی سر اور ساز کے اہتمام اور محافل کا انعقاد کئے بغیر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں انہیں بیرونی سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی وہ تو ہر وقت عشق کی آگ میں جلتے رہتے ہیں یہی نقشبندی مزاج اور مذاق ہے۔ بقول شاعر

سُر کیسی، ساز کیسا، کیسی بزم سامعین

سوزِ دل کافی ہے ہم کو یارِ منانے کیلئے
یہ لوگ نغمہ و سماع کی بجائے قرآن پڑھ اور سن کر درد اور لذت حاصل کرتے
ہیں اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک
مقام پر رقمطراز ہیں۔

ان بزرگواروں کا آرام و چین عبادات میں ہے اور ان کی تسکین بندگی و
طاعات کے حقوق کی ادائیگی میں ہے ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں ان کی
عبادات ان کے لئے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت
کرتی ہے اہل سماع و وجد کے مقلدوں کا ایک گروہ جو ان بزرگواروں کی عظیم شان
سے واقف نہیں ہے وہ اپنے آپ کو عشاق میں سے سمجھتے ہیں اور ان کو زاہدوں میں
سے جانتے ہیں گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد میں منحصر سمجھتے ہیں۔

(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۲۶ جلد اول)

خود نبی اکرم ﷺ کی نماز میں یہ حالت ہوتی تھی حدیث پاک میں آتا ہے کہ
دورانِ نماز حضور اکرم ﷺ کا سینہ اقدس ایسے کھولتا تھا جیسے ہنڈیا چولے پر کھولتی ہے۔
ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حالتِ نماز میں رویا کرتے تھے۔
یاد رہے کہ یہ صوفیائے کرام کے اپنے اپنے باطنی مزاج اور روحانی مذاق ہیں
ان پر تنقید سے احتراز کرنا چاہئے۔

عارفین کی نماز

جب ان پر انوار و تجلیات، برکات و فیوضات کا ورود ہوتا ہے تو قالب کی
بشریت منسحل ہو جاتی ہے اسلئے اسے ماسوئی کی دید و دانش کی ہوش نہیں رہتی بنا بریں،
وہ غافل ہو جاتا ہے جبکہ دورانِ نماز عارف کی روح مرتبہ حضور اور مقام مشاہدہ پر فائز

ہوتی ہے۔ اس کی دو مثالیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے آپ کے مکان کو آگ لگ گئی شعلے بھڑک اٹھے مکان جل کر خاکستر ہو گیا لوگوں نے شور مچایا۔ امام صاحب باہر تشریف لائے آپ نماز میں اس قدر محو تھے کہ چھت کا ملبہ آپ پر گر گیا لوگوں نے آپ کو نیچے سے نکالا آپ فرمانے لگے کیا ہوا عرض کی گئی حضور مکان کو آگ لگ تھی فرمایا مجھے تو کوئی خبر نہیں۔

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم میں دوران جنگ تیر پوست ہو گیا لوگوں نے تیر نکالنا چاہا لیکن سخت تکلیف کی وجہ سے تیر نہ نکال سکے۔ احباب نے باہمی مشورہ سے دوران نماز تیر نکالنے کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ ادائے نماز کیلئے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔ روح مبارک مشاہدہ جمال میں محو تھی اور جسم اقدس ماسوئی سے غافل ہونے کے وجہ سے بے حس تھا لوگوں نے آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا مصلیٰ خون سے لت پت ہو گیا لباس اور جسم اقدس خون آلود ہو گیا۔ سلام کے بعد حیران ہو کر پوچھا یہ کیا، عرض کیا، حضور آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا ہے۔

مختصر یہ کہ جب عارف کی روح مشاہدے میں مستغرق ہو جاتی ہے تو قالب اپنی خاک کی اصلیت کی وجہ سے مشاہدے کی تاب نہ لا کر کالعمیث ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے آگے اس کے احساسات کی ساری توانائیوں کا نسیان ہو جاتا ہے اسی کو اہل طریقت کی زبان میں غفلت کہا جاتا ہے یہاں عام لوگوں کی غفلت مراد نہیں۔

این مقام از قبیل مدح بمایشبہ الذم است فہم ہر کوتہ
یہ مقام ایسی مدحت کے قبیل سے ہے جو مذمت کے مشابہہ ہے ہر کوتاہ اندیش
اندیش ایس جانہ رسد۔ اگر کمالات این غفلت را بیان
کی فہم اس جگہ تک نہیں پہنچتی ۳۳ اگر اس غفلت کے کمالات میں بیان کروں
کنم ہرگز کسے آرزوئے حضور نکند۔
کوئی بھی حضور کی تمنا نہ کرے۔

۳۳ انوار کا برداشت، روح کی استعداد پر موقوف ہے

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی مزید وضاحت فرما رہے ہیں
کہ جب عارف واصل کی روح دیگر لطائف سمیت مقام فرق کے بعد جب مکمل طور پر
واپس لوٹتی ہے تو لوگوں کی رشد و ہدایت کیلئے معروف ہو جاتی ہے یہ مقام دعوت کے
کامل ترین مقامات میں سے ہے یعنی اس مقام میں روح واصل ہوتی ہے اور جسم غافل
ہوتا ہے اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے

ادھر اللہ سے واصل، ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف معذہ کا

چونکہ روح وجوب کے دیس سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس میں انوار و تجلیات
کو برداشت کرنے کی صلاحیت و استعداد ہوتی ہے مگر جسم عدم مناسبت کی وجہ سے
برداشت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کلی طور پر غافل ہو جاتا ہے چونکہ عارف کا قالب
ہوتا ہے اس لئے وہ مشاہدے سے قطعاً محروم نہیں رہتا بلکہ انوار و تجلیات کے آگے
مغلوب ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ طور پر حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بے ہوش

ہو گئے تھے جب افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پکار اٹھے تَبْتُ إِلَيْكَ مِيرِي تَوْبَةً!
 اب دیدار کا مطالبہ نہیں کروں گا یہ بھی مقام فرق تھا سبحان اللہ لیکن سید المرسلین
 ﷺ ذُنِّي فَتَدَلِّي کی غلطیوں اور قربتوں میں پہنچ کر بھی باہوش رہے جیسا کہ آیت
 کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى سے عیاں ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت یک پرتو صفات
 تو عین ذات می نگری و در تہمتی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استعداد تہمتی اور سید عالم ﷺ کی استعداد تہمتی کہ
 عین مشاہدہ میں بھی هَلْ مِنْ مَزِيدٍ کا نعرہ لگاتے رہے۔ معلوم ہوا کہ سب کا مقام
 استعداد ایک جیسا نہیں بلکہ جدا جدا ہے علامہ اقبال مرحوم نے حضور اکرم ﷺ کی اس
 کیفیت مشاہدہ کو یوں بیان کیا ہے۔

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
 رب زدنی از زبان او چکید

ایں آن غفلت ست کہ خواص بشر را بر خواص ملک فضیلت
 یہ وہ غفلت ہے کہ جس نے خواص بشر کو خواص فرشتوں پر فضیلت دے
 بخشید، ایں آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام عالموں
 دی ہے ۲۵ یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام عالموں
 را رحمت عالمیاں گردانید، ایں آن غفلت است
 کی رحمت کے منصب پر فائز کر دیتی ہے یہ وہ غفلت ہے کہ جو ولایت
 کہ از ولایت بہ نبوت می رساند ،
 سے نبوت تک پہنچاتی ہے۔

۲۵ غفلت کی عظمت

یہاں کامل اور اصل عارفین کی غفلت کی عظمت بیان ہو رہی ہے کہ ان کی روح
 ہوشیار اور حاضر ہوتی ہے اور ان کے قالب غافل اور بے خبر ہوتے ہیں بلکہ ان کی یہ
 غفلت بہت زیادہ حضور کا باعث ہو جاتی ہے جمع کثیر کا مطلب جمع در جمع، جمع در جمع
 کیا مطلب ان واصلین عارفین کی یہ غفلت حضور در حضور، حضور در حضور کا سبب بنتی ہے۔
 حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نہایت فصیح و بلیغ انداز میں غفلت کا ذکر
 فرما رہے ہیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی یاد و حضور و شہود سے بالکل بے خبر ہیں وہ بھی غفلت
 کے اس عظیم مقام سے بے خبر ہیں اور جن صوفیوں کو مشاہدہ و حضور کا مقام حاصل ہے وہ
 بھی مقام فرق پر متمکن عارفوں پر طاری ہونے والی غفلت سے ناواقف ہیں۔

دعوت کا وہ مقام جس میں عارف واصل کی روح حاضر اور جسم غافل ہو جاتا ہے
 یہ ایسی غفلت ہے جس کی حقیقت کا نہ غافلوں کو علم ہے نہ حاضرین کو یہ ایسا مقام ہے جو

ایں آن غفلت است کہ از نبوت بہ رسالت می رساند،

یہ وہ غفلت ہے۔ جو نبوت سے رسالت تک لے جاتی ہے۔ یہ

ایں آن غفلت است کہ اولیائے عشرت را بر اولیائے عزت

وہ غفلت ہے جو اولیائے عشرت کو گوشہ نشین ولیوں پر فضیلت بخشی ہے۔

مزیت می بخشد، ایں آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ

یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو (سیدنا) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم را بر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سبقت دیتی ہے۔ بعد اس کے کہ وہ گھوڑے کے دونوں

سبقت می دہد۔ بعد ما کانا کاڈنی فرس۔

کانوں کی مانند تھے۔

مدح بما یشبہ اللہ کے قبیل میں سے ہے یعنی یہ غفلت ایسی مدحت ہے جو مذمت

سے مشابہت رکھتی ہے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہو کہ خدایا میں

تیرا عاجز، گناہگار، سیاہ کار، جاہل اور غافل بندہ ہوں میرے جیسا تو بدکار ہے ہی کوئی

نہیں یہ دعائے مذمت ہے جو بندہ اپنے رب کے حضور کر رہا ہے لیکن اس مذمت

پر ہزاروں تعریفیں قربان یہ وہ مدح ہے جو مذم کا لباس پہنے ہوئے ہے لیکن اصلی بندہ وہی

ہے جو خود کو گناہگار و سیاہ کار کہے بس اسی کو مدح بما یشبہ اللہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس غفلت کی ہم

بات کر رہے ہیں وہ تو حضوری سے بھی افضل ہے جس سے حضور والے بھی بے خبر ہیں

کو تاہم کی یہاں رسائی کہاں؟

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر ہم اس غفلت کے کمالات کے راز کھول دیں تو بارگاہ قدس جل سلطانہ میں حاضر باش عارف و واصل حضوری کو چھوڑ کر اس غفلت کی تمنا کرنے لگ جائیں۔

افضلیت بشر بر ملائکہ

اسی غفلت کی وجہ سے خواص بشر کو خواص فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے قدوۃ الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اتفاق اہل سنت و جماعت و جمہور مشائخ طریقت انبیاء و آنان کہ محفوظ اند از اولیاء فاضل تر اند از فرشتگان (کشف المحجوب ص ۲۶۰)

یعنی اہل سنت و جماعت اور جمہور مشائخ طریقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام اور وہ اولیائے عظام جو محفوظ ہیں فرشتوں سے افضل ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

جمہور علمائے اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ ”خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں“

جبکہ امام غزالی، امام الحرمین عبداللہ جوینی اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص فرشتے خاص انسانوں سے افضل ہیں۔

جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی ولایت سے افضل ہے لیکن نبوت و رسالت میں نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے جو

بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ”کمالات ولایت“ ”کمالات نبوت“ کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریا کے محیط کے ساتھ ہے مگر ایسا نہیں ہے پس وہ فضیلت جو نبی کو نبوت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اس فضیلت سے کئی گنا زائد ہے جو ولایت کی وجہ سے حاصل ہے لہذا فضیلت مطلق انبیائے کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کا حصہ ہے اور جزئی فضیلت ملائکہ کرام کے لئے ہے پس درست وہی ہے جو علمائے کرام شکر اللہ سعبہم نے فرمایا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

غفلت کی کرم فرمائیاں

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار پائے جیسا کہ آیت کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ سے عیاں ہے شب معراج حضور اکرم ﷺ نے عالم بالا کی رفعتوں، ملاء اعلیٰ کی جلوتوں اور دُنئی فعد لئی کی قربتوں کو خیر باد کہہ کر امت کی رشد و ہدایت کی لئے تشریف لائے حالانکہ آیت کریمہ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ کے مصداق آپ کا دلیں اصلی من اللہ تھا مگر امت پر شفقت اور رحمت کے غلبہ کے باعث آپ عالم دنیا میں تشریف لائے تاکہ امت کو تزکیہ و ایمان کی دولت سے نوازا جاسکے۔

۔ وہ ہر عالم کی رحمت تھے کسی عالم میں رہ جاتے

یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے واصلیں عالم قدس کو چھوڑ کر کمالات فیض نبوت سے سیراب و فیضیاب ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

یہ وہی غفلت ہے جو نبیوں کو مقام نبوت سے اٹھا کر رسالت کے درجوں پر فائز کر دیتی ہے اور کاملین امت کے لئے یوں بھی ہو سکتا ہے کہ جو راجعین الی الدعوة اور کاملین عارفین جو فیض نبوت سے سرفراز ہیں، کو بھی کمالات رسالت سے شاد کام اور فائز المرام کر دیتی ہے کیونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

نبوت، ولایت سے افضل ہے

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیا جاتا ہے نبوت ولایت سے افضل ہے یا ولایت، نبوت سے افضل ہے اس مسئلہ میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔

بعض صوفیاء کے نزدیک مطلق ولایت، نبوت سے افضل ہے۔

جبکہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک، نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے اس مسئلہ میں بیان فرمودہ معارف آپ سے پہلے کسی نے بھی بیان نہیں کئے چنانچہ آپ کے فرمودات کا خلاصہ پیش خدمت ہے آپ فرماتے ہیں۔

”ولایت، نبوت سے افضل ہے“ کے قائلین ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوعین میں سے ہیں اور مقام نبوت کے کمالات سے بے خبر ہیں، مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔ نبوت،

ہبوط (نزول) کے مرتبہ میں کلی طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہے اور ولایت کو ہبوط کے مرتبہ میں مخلوق کی طرف پوری توجہ نہیں ہے بلکہ اس کا باطن حق کی طرف ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کی طرف اس کا راز یہ ہے کہ صاحب ولایت نے مقامات عروج کو پوری طرح طے نہیں کیا اور نزول کر لیا ہے اس لئے لازمی طور پر اس کو فوق کی نگرانی ہر وقت دامکنمیر ہے اور کلی طور پر اس کی توجہ خلق کے ساتھ ہونے میں مانع ہے برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے عروج کے تمام مقامات طے کر کے ہبوط فرمایا ہے لہذا وہ پورے طور پر مخلوق کو حق جل سلطانہ کی طرف دعوت دینے میں متوجہ ہے۔

ولایت اولیاء اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف سراغ دیتی ہے اور ولایت انبیاء حق تعالیٰ کی اقربت کا نشان بتاتی ہے اور ولایت اولیاء شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور ولایت انبیاء اس مجہول کیفیت (بے کیفی و بے رنگی) کی نسبت کا ثبوت دیتی ہے اور ولایت اولیاء اقربت کو نہیں پہچانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں جانتی کہ کہاں ہے اور ولایت انبیاء اقربت کے باوجود قرب کو عین بعد جانتی ہے اور شہود کو عین غیبت سمجھتی ہے۔ (مزید تفصیلات الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ ہوں)

ایں آن غفلت ست کہ صحورا بر سکر ترجیح می
 یہ وہ غفلت ہے جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتی ہے ۳۶ یہ وہ غفلت ہے
 نماید، ایں آن غفلت ست کہ نبوت رابر ولایت افضل می
 جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے کوتاہ
 گرداند۔ علی رغم القاصرین،

اندیشوں کے برخلاف۔

۳۶ بوجہ غفلت صحو کی سکر پر فضیلت

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر صحو کو سکر پر ترجیح و فضیلت حاصل ہے۔
 حالت سکر میں ولی بے ہوشی کے عالم میں دعوے کرتا ہے جبکہ صاحب صحو از راہ
 تواضع اپنے تہی دامن ہونے کا اظہار کرتا ہے صحو کا مرتبہ نبیوں کا ہے کہ جب کفارنا
 نہجارت نے معجزات و کمالات کے ظہور کا مطالبہ کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی میں تو بندہ بشر ہوں بس یہی ”غفلت“ ہے کہ جس
 نے رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا سے ممتاز کر دیا۔
 سکر و صحو کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

انوار غیب کے غلبے سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جانا سکر ہے اور
 غیبت کے بعد کسی وارد قوی کے سبب امتیاز و احساس کا واپس لوٹ آنا صحو ہے حالت
 سکر میں غلبہ احوال کی بنا پر اہل سکر سے جو اقوال و افعال صادر و سرزد ہوں وہ پایہ
 اعتبار سے ساقط اور ناقابل سند ہوتے ہیں ایسی حالت میں صادر ہونے والے کلمات
 کو شطیات کہتے ہیں اور حالت صحو میں ان کا تدارک لازم ہوتا ہے۔ سکر اولیاء کے

مرتبے سے تعلق رکھتا ہے اور صحو انبیاء کے مرتبے سے متعلق ہے یہی حق یقین کا مرتبہ ہے جہاں سالک ممکن کو ممکن اور واجب کو واجب جانتا ہے اور اس پر مقام عبدیت اور مقام بقا کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ (الہدایہ شرح مکتوبات مکتوب ۲ جلد اول)

یہ وہی غفلت ہے کہ الفصل البشر بعد الانبیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے کاش میں (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نہ ہوتا بلکہ سہو مصطفیٰ (ﷺ) ہوتا۔

ذات رسالت مآب اور نسیان

احادیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے نسیان کے متعلق آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی اور دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو ذوالیدین (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے اَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (ﷺ) نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے؟ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: کل ذالک لم یکن فرمایا کچھ بھی نہیں ہوا۔ (موطا امام مالک)

نسیان کی وجہ خود حضور اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمائی۔

اِنِّیْ لَا اَنْسِیْ اَنْسِیْ لَا اَنْسُ (موطا امام مالک کتاب السہو)

یعنی میں اس لئے بھولتا یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ کوئی سنت قائم کر دوں۔

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں لَسْتُ اَنْسِیْ

وَلٰكِنْ اَنْسِیْ (الغناء جلد دوم)

میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا ہوں۔

یاد رہے کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان طاری نہیں ہو سکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی

تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیوی معاملات اور عبادات میں بعض اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ علی الفور آپ کو امر واقعہ سے آگاہ فرمادیتا تھا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امور اعتقاد یہ میں آپ پر نسیان نہیں آ سکتا۔ (شرح مسلم للہووی جلد اول)

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کے سامنے حضور، ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حضور میں عارف کو بارگاہ قدس کی حاضری نصیب ہوتی ہے جبکہ غفلت میں حضور کے بعد نزول ہوتا ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس میں عارف و اصل کو حضور و شہود کے بعد مسند دعوت و ارشاد پر متمکن کرنے کیلئے عالم قدس سے عالم خلق کی طرف بھیجا جاتا ہے تو بظاہر یہ تنزل ہوتا ہے لیکن حقیقت میں رفعت اور بلندی ہوتی ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ اس غفلت کا وصول اس کے حصول کا زینہ ہے۔

(وصول اور حصول کے درمیان فرق اگلے منہا میں ملاحظہ فرمائیں)۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت قطب ارشاد کو قطب ابدال پر فضیلت نصیب ہوتی ہے جبکہ بعض لوگوں کا مؤقف یہ ہے کہ قطب ابدال قطب ارشاد سے افضل ہوتا ہے۔ قطب ارشاد اور قطب ابدال کی قدرے وضاحت ہدیہ عقارین ہے۔

ایسی آن غفلت ست کہ بسبب آن قطب ارشاد از قطب
یہ وہ غفلت ہے جس کی بدولت قطب ارشاد قطب ابدال ۷۷ پر
ابدال افضلیت پیدا می کند، ایسی آن غفلت است کہ
فضیلت حاصل کر لیتا ہے یہ وہ غفلت ہے کہ جس کی تمنا سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آرزوئے آن می نماید، آنجا کہ
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اس مقام پر فرماتے ہیں اے کاش!
می فرماید ”یا لَیْتی کُنْتُ سَهْوَ مُحَمَّد“ ایسی آن غفلت ست کہ
میں حضرت محمد (ﷺ) کی بھول ہوتا یہ وہ غفلت ہے کہ حضور،
حضور کمینہء خادم اوست، ایسی آن غفلت ست کہ
اس کا ادنیٰ خادم ہے یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش
وصول مقدمہ حصول اوست، ایسی آن غفلت ست کہ
خیمہ ہے یہ وہ غفلت ہے جو بظاہر تنزل ہے لیکن حقیقت
بصورت تنزل ست و بحقیقت ترفع،
میں عروج ہے۔

۷۷ قطب ارشاد

یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے خلافت الہیہ اور نیابت محمدیہ علیٰ صاحبہا
الصلوات سے سرفراز ہوتا ہے مخلوق کیلئے ہر قسم کے ایمان و ہدایت اور حسنات و برکات
کا ذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہوتا ہے دینی اور تشریحی امور اس کے تصرف

ایس آن غفلت ست کہ خواص رابعوام مشتبہ می سازد و
یہ وہ غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور ان کے کمالات
قباہ کمالات ایشان می گردد۔

کا لباس (حجاب) ہو جاتی ہے۔

گر بگویم شرح این برے حدشود

اگر میں اس کی شرح بیان کروں تو بے حساب ہو جائے۔

الْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَطْرَةُ تَنْبِيءٌ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيرِ وَالسَّلَامُ عَلَى
الْقَلِيلِ، کثیر پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بحر بے کنار کی خبر دیتا ہے اور سلامتی ہو اس پر جو
مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مَتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ
ہدایت کی پیروی کرے اور (حضرت) مصطفیٰ ان پر اور ان کی آل اطہار پر اتم اور اکمل
والتَّسْلِيمَاتِ اَتَمَّهَا وَاکْمَلَهَا .

درود و سلام ہو کی اتباع کو لازم کرے۔

میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں قطب ارشاد ہدایت
و ارشاد (دعوت) سے متعلق امور میں وصول فیض کا واسطہ ہوتا ہے۔

قطب ابدال

قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور
اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں لہذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کو دور کرنا، بیماریوں کو
دور کرنا اور صحت و عافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے

ہیں دنیوی اور تلوینی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی برکت سے اولیائے عشرت، اولیائے عزلت سے فضیلت پاتے ہیں اولیائے عزلت اور اولیائے عشرت کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔ اولیائے عزلت یہ وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیوی تعلقات اور معاملات سے کنارہ کش ہو کر پہاڑ کی کھوہ اور جنگلات میں یاد الہی میں مصروف رہتے ہیں۔

جبکہ اولیائے عشرت وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیا میں رہ کر دنیوی معاملات اور تعلقات کو بھی سنبھالتے ہیں اور وعظ و تبلیغ، درس و تعلیم کے ذریعے مخلوق خدا کیلئے رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت کا سامان بھی بہم پہنچاتے ہیں جنہیں علمائے ربانین بھی کہا جاتا ہے۔

ان کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانه و ش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے کالمین اور خواص عامۃ الناس کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں کہ لوگوں کیلئے ان کالمین اور عام لوگوں کے درمیان فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے وہ انہیں اپنے جیسا تصور کر کے انکار و اعتراض کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں چنانچہ مکررین نے زبان طعن دراز کرتے ہوئے یوں کہہ دیا جیسا کہ آیات کریمہ فَقَالُوا ابْشِرِ بِهٖلُونَنَا فَكُفِّرُوا اور وَقَالُوا مَا لِهٰذَا الرَّسُولِ يَا كُلُّ الطَّعَامِ وَيَمْسِئُ فِی السَّوَادِ سے عیاں ہے۔ سعادت مند ہیں وہ لوگ جو وحدت بصر اور تیزی نظر کے باعث اہل اللہ کی باطنی صفات کو ملاحظہ کرتے ہیں، دراصل اہل اللہ مصر کے دریائے نیل کی مانند ہیں جو مجوبین کیلئے طوفانِ بلا اور مجوبین کیلئے آبِ شفا ہیں بقول شاعر

آب نیل ست و بقمطی خون نمود
 قوم موسیٰ را نہ خون بود آب بود
 بن گیا خونی جو قطبی کیلئے
 نیل ہی تھا قوم موسیٰ کے لئے

اگر اہل اللہ کی عوام کا الانعام کے ساتھ مشابہت و مناسبت نہ ہوتی اور افادہ اور استفادہ کی راہیں مسدود ہو جاتیں تو لوگوں کے قلوب کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ کیسے ہوتا۔ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر حضور اکرم ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے حالانکہ آپ کے ساتھ جسمانی قرب کی وجہ سے سفر و حضر، جلوت و خلوت، صلح و جہاد، امن و غزوات و غیرہ میں مساوی اور متوازی تھے یہ اسی غفلت کا نتیجہ و ثمرہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ وہاں تک گئے جہاں تک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تصور بھی نہ جاسکا۔ اللہ اکبر!

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام غفلت وہ عظیم الشان مرتبہ ہے اگر میں اس کی تفصیلات و تشریحات کرتا چلا جاؤں تو وہ شمار و حصار سے وراہ ہو گئی یہاں جو چند مثالیں بیان کی گئی ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسے قلیل، کثیر پر اور قطرہ، غدیر (حوض) پر دلالت کرتا ہے اس شخص پر سلامتی ہو جو راہ ہدایت اور اتباع نبوی علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات پر گامزن رہے۔ اللھم ارزقنا ایہا

مِنَهَا - ۱۴

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ والہ وسلم
 حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انبیاء
 درمیان سائر انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات
 کرام علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کے درمیان تجلی ذاتی کے ساتھ
 بتجلی ذاتی ممتاز است، وبایں دولت کہ فوق جمیع
 ممتاز ہیں اور اس دولت کے ساتھ جو تمام کمالات سے بلند ہے مخصوص
 کمالات است مخصوص، وکمل تابعان اور ازیں مقام
 ہیں اور ان کے کامل تابعداروں کیلئے اس مقام
 خاص نصیب است۔

خاص سے حصہ ہے۔

۱۔ حضور اکرم ﷺ کا خصوصی امتیاز

اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی رحمۃ اللعالمین، ختم المرسلین
 حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اس خصوصی امتیاز کو بیان فرما رہے ہیں کہ جس کی
 بدولت آپ جملہ انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں ممتاز ہیں اور
 وہ خصوصی اختصاص تجلی ذاتی ہے جو تمام کمالات سے بالا ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی

گفته نشود کہ بریں تقدیر لازم می آید، کہ کمل این امت
یہ نہ کہا جائے کہ اس تقدیر سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے کاملین تمام
افضل باشند از سائر انبیاء، و این خلاف معتقد اہل سنت
نبیوں سے افضل ہو گئے اور یہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
و جماعت ست، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

امت کے کامل تابعداروں کو بھی اس مقام خاص سے حظ وافر نصیب ہوتا ہے۔ تجلی ذاتی
کے بارے میں قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔ تجلی کی تعریف کرتے ہوئے
عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

التَّجَلِّيُّ: ظُهُورُ الشَّيْءِ فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ كَظُهُورِ زَيْدٍ فِي الْمَرْأَةِ
یعنی کسی شئی کے دوسرے مرتبہ میں ظہور کو تجلی کہا جاتا ہے جیسے زید کی صورت کا
آئینے میں ظاہر ہونا۔ (تفسیر مظہری جلد سوم)

ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی بلا واسطہ ہو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے
جیسا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات نور ذاتی سے عبارت ہے۔ آپ
ﷺ کے نور ذاتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور بغیر کسی مادے اور
واسطے کے پیدا فرمایا ہے۔

تجلی کی اقسام

اہل طریقت نے تجلی کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ تجلی آماری ۲۔ تجلی افعالی ۳۔ تجلی صفاتی ۴۔ تجلی ذاتی

وایں فضل نہ جزئی ست تابآن رفع شبہہ
 اور یہ جزوی فضیلت نہیں کہ اس سے شبہ کو دور کیا جائے بلکہ کلی (فضیلت)
 کردہ شود، بلکہ کلی ست۔ زیرا کہ تفاضل رجال
 ہے کیونکہ بندوں کی ایک دوسرے پر فضیلت قرب الہی جلّ سلطانہ
 بقرب الہی ست جلّ سلطانہ، ہر فضیلتی کہ
 کی بدولت ہوتی ہے جو فضیلت بھی ہے اس
 بہست دون آن فضیلت ست۔

فضیلت سے کم ہے۔

تجلی ذاتی انتہائے قرب کا نام ہے۔

حضرت ابن عربی اور تجلی ذاتی

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی خاتم الولاہیت کے
 ساتھ مخصوص ہے اور خاتم الولاہیت سے مراد وہ اپنی ذات لیتے ہیں بعض وجودی صوفیاء
 فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی کی خاتم الولاہیت سے مراد غوث الثقلین حضرت
 سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اور بعض کے نزدیک خاتم الولاہیت سے مراد
 وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ذات
 گرامی ہے۔ واللہ اعلم

درجواب گویم کہ لازم نمی آید ازین کہ کمل این امت را جواب میں ، میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امت ازاں مقام نصیب است وصول اینہا بآن مقام - وفضیلت کے جن کا ملین کو اس مقام سے حصہ ملتا ہے ان کا اس مقام تک مربوط بوصول است - نہایت عروج کمل این امت کہ وصول ہو گیا ہے - اور فضیلت وصول کے ساتھ مربوط ہے اس امت ،

خیر الامم است

جو تمام امتوں سے بہتر ہے،

حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی خاتم رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اولیائے کرام میں سے کسی کے ساتھ بھی تجلی ذاتی مخصوص نہیں البتہ حضور اکرم ﷺ کی نیابت و جمعیت و وراثت میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کے اولیائے کاملین کو تجلی ذاتی کا حصہ ملتا ہے اس ضمن میں اگر حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کو تجلی ذاتی سے حصہ ملا تو ان کا نہیں لیکن تجلی ذاتی ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر اولیائے کرام بھی اس مرتبہ سے مشرف ہیں۔

تا تحت اقدام انبیاء است علیہم الصلوٰت والتسلیمات -
 کے کالمین کا انتہائی عروج انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے قدموں
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افضل جمیع بشر است،
 کے نیچے تک ہے ۲ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو نبیوں علیہم الصلوٰت والتسلیمات
 بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات، نہایت
 والتحیات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا انتہائی عروج کسی نبی کے
 عروج او تا تحت قدم نبی است کہ دون جمیع انبیاء ست -
 قدم کے نیچے تک ہے جو تمام نبیوں سے کم ہیں۔

۲ ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک اعتراض کا تذکرہ فرما رہے ہیں
 اعتراض یہ ہے کہ انبیاء کرام میں سے تجلی ذاتی صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ
 مخصوص ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے کامل اولیاء کو بھی اس تجلی ذاتی سے
 حصہ نصیب ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اولیائے کالمین کو انبیائے کرام علیہم السلام
 پر کلی فضیلت حاصل ہے کیونکہ فضیلت کا باعث قرب الہی جل سلطانہ ہے اولیاء کی
 انبیائے کرام پر کلی فضیلت کا قول اہل سنت و جماعت کے عقائد کے خلاف ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کالمین امت
 تجلی ذاتی سے سرفراز ہوئے ہیں اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ تجلی ذاتی کے مقام
 تک واصل ہو گئے کیونکہ کسی مقام کا حصول اور چیز ہے اور وصول اور چیز ہے کسی مقام
 کا حاصل ہونا اور ہے، واصل ہونا اور ہے۔ تجلی ذاتی تک اولیائے کرام کا حصول ہے

غَايَةُ مَا فِي الْبَابِ كَمَلِ تَابِعَانِ اِیْسِ اَمْتِ رَادِرِ مَقَامِ تَحْتَ اَزِ
 سَارِیِ بَحْثِ کَا خِلَاصِهِ یِهْ هَے کِه اِس اَمْتِ کَے کَامِلِ پِیْر و کَارُوں کُو نیچے
 کِمَالَاتِ مَقَامِ فَوْقِ الْفَوْقِ کِه مَخْصُوصِ بَہِ پِیغمبرِ اِیْشَانِ
 کَے مَقَامِ مِیْنِ مَقَامِ فَوْقِ الْفَوْقِ کَے کِمَالَاتِ جُو اِن کَے پیغمبرِ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ
 سِت عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَصِیْبِ تَمَامِ سِت. خَادِمِ ہَر جَا بَاشَدِ
 وَالسَّلَامِ کَے سَاتھِ مَخْصُوصِ ہِیْنِ سَے پُورَا حصہ ملتا ہَے خَادِمِ خَوَہِ کہیں ہُو اُسَے مَخْدُومِ کَا
 اَوَّلِشِ مَخْدُومِ بَا و خَوَہِدِ رَسِیْدِ، خَادِمِ دُورِ بَطْفِیْلِ مَخْدُومِ
 پَسِ خُورْدَہِ پہنچ جاتا ہَے دُورِ کَا خَادِمِ مَخْدُومِ کَے طْفِیلِ وَہِ کُچھ پاتا ہَے جُو قَرِیْبِیُوں کُو
 اُن یَاہِدِ کِه نَزْدِیْکَاں رَاہِے دَوْلَتِ خِدْمَتِ مِیْسِرِ نہ گِرْدِ
 خِدْمَتِ کِی دَوْلَتِ کَے بَغِیرِ مِیْسِرِ نَہِیْنِ ہُوتَا۔

وَصُولِ نَہِیْنِ حَضُورِ اَکْرَمِ ﷺ کُو تَجَلِّیِ ذَاتِیِ کَا وَصُولِ حَاصِلِ ہَے حَصُولِ مِیْنِ وَاسِطَہِ ہُوتَا ہَے
 چُونکہِ اَوَّلِیَاءِ کَرَامِ کُو حَضُورِ اَکْرَمِ ﷺ کِی وَاسِطَتِ سَے تَجَلِّیِ ذَاتِیِ حَاصِلِ ہُوتی ہَے اِس لَئے
 اِن کِی فَضِیْلَتِ کَا قَوْلِ دَرَسْتِ نَہِیْنِ فَضِیْلَتِ اَنْبِیَاءِ کَرَامِ کِیلَئے ہِی ہَے۔ (وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ)
 یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے بیان فرمودہ جواب کو مزید مؤکد
 فرما رہے ہیں کہ اہل طریقت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم
 ہوتا ہے تو امتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے کاطمین انتہائے عروج
 کے باوصف پھر بھی کسی نہ کسی نبی (علیہ السلام) کے زیر قدم ہی ہونگے بلکہ حضرت
 سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جونیوں کے بعد سب سے افضل بشر ہیں اور تمام امتوں
 میں سب سے اعلیٰ ہیں انکا انتہائے عروج بھی کسی نبی (علیہ الصلوٰة والسلام) کے زیر

در قافلہ کہ اوست دانم نہ رسم

وہ جس قافلہ میں ہے میں جانتا ہوں کہ نہیں پہنچوں گا

ایں بس کہ رسد زدور بانگ جرسم

بس یہی ہے کہ مجھ تک دور سے گھنٹی کی آواز پہنچے

باید دانست کہ مریدان را گاہ ہست کہ این توہم

جاننا چاہئے کہ مریدوں کو کبھی یہ وہم اپنے پیروں کے بارے

در حق پیران خود پیدا می شود، و حصول مقامات پیران،

میں پیدا ہو جاتا ہے اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو برابری کے

ایشان را در تخیل مساوات اندازد

خیال میں ڈال دیتا ہے۔

قدم ہی ہے لہذا جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جوامت محمدیہ (علیٰ

صاحبہا الصلوٰات) میں سب سے افضل ہیں وہ کسی نبی سے فضیلت نہیں رکھتے تو دیگر

اولیائے کاملین انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں؟

اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں

اولیاء اللہ، انبیائے کرام کے وارث اور نائب ہوتے ہیں اور انبیاء سے ہی

اقتباس فیض کرتے ہیں جس ولی کو جس نبی سے فیض ملتا ہے اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے

کہ فلاں ولی فلاں نبی کے قلب پر یا زیر قدم ہے چنانچہ جو ولی حضرت آدم علیہ السلام

حقیقت معاملہ این ست کہ مذکور شد۔ حصول

حقیقت معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوا۔ برابری کا حصول اس تقدیر پر ہوتا
 مساوات بر تقدیر وصول بآں مقامات است، نہ بر تقدیر
 ہے جب ان مقامات تک واصل ہو نہ کہ ان مقامات کے حصول کی صورت
 حصول آن مقامات، کہ حصول طفیلی است۔
 میں کیونکہ حصول طفیلی ہے۔

کے زیر قدم ہو، اسے آدمی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت نوح علیہ السلام کے زیر
 قدم ہو، اسے نوحی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم
 ہو، اسے ابراہیمی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو،
 اسے موسوی المشرب کہا جاتا ہے جو ولی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو اسے
 عیسوی المشرب کہا جاتا ہے اور جو ولی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زیر قدم ہو، اسے محمدی
 المشرب کہا جاتا ہے۔

اولیاء کی اقسام بلحاظ مشرب

یہ بھی یاد رہے کہ اولیاء کی دو قسمیں ہیں:

- ۱..... محمدی المشرب
- ۲..... غیر محمدی المشرب

محمدی المشرب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالذات ہوتے ہیں سرور عالم ﷺ کے زیر قدم ہیں اور آپ
 کے ہی مشرب اور مبداء فیض سے اقتباس فیض کرتے ہیں اس لئے ان کے مبادی
 فیوض 'ظلال شیونات علم' ہیں۔

غیر محمدی المشرب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالعرض یا محبت ہوتے ہیں دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے زیر قدم ہیں اور ان کے مشارب مبادیء فیوض سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے مبادیء فیوض ”ظلال صفات ثبوتیہ“ ہیں۔

(الہیات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۱، ۲۲)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اب ماسابق کا خلاصہ اور لب لباب بیان فرما رہے ہیں کہ کاملین امت نبیوں کے زیر قدم ہوتے ہیں انبیائے کرام کے بلند سے بلند کمالات سے کیسے حصہ پاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ شریف و عزیز و کریم لوگوں کے کھانے کا دسترخوان بچھتا ہے تو ان کے کھانا تناول کر لینے کے بعد جو پس خوردہ ہوتا ہے ان کے مخدوموں کے صدقے وہ خدام کو بھی تبرک مل جاتا ہے ایسے نبی جنہیں تجلی ذاتی کا مقام حاصل ہوتا ہے ان سے وہ اولیائے کاملین جو خوشہ چین اور زیر قدم ہوتے ہیں انہیں بھی تجلی ذاتی سے کچھ نہ کچھ امتی اور خادم ہونے کی حیثیت سے حصہ مل ہی جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نثر میں بر محل اشعار استعمال فرماتے ہیں جو آپ کے ادبیانہ ذوق کا منہ بولتا ثبوت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف لطیفہ کو فارسی ادب میں خاص مقام حاصل ہے۔

زیر نظر شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین امت کو مقام تجلی ذاتی تک وصول تو نہیں ہوتا لیکن حضور اکرم ﷺ کے طفیل انبیائے کرام کے زیر قدم ہونے کی بدولت تجلی ذاتی سے کچھ حصہ تو مل ہی جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصالت اور ہے اور طفیلیت اور ہے بقول شاعر

مگلتے تو ہیں مگلتے کوئی شاہوں میں دکھا دو

جس کو مری سرکار سے کلکڑا نہ ملا ہو

ازیں جا کسے گمان نہ کند کہ مرید مساوی پیر خود
 اس جگہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ پیر اپنے مرید کے برابر نہیں ہو سکتا۔ ایسا
 نباشد نہ چنیں است، بلکہ مساوات مجوزست، بلکہ واقع
 نہیں ہے بلکہ مساوات جائز ہے بلکہ ایسا ہوا ہے لیکن اس مقام کے حصول
 لیکن فرق درمیان حصول آن مقام و وصول بآن مقام بسیار
 اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک فرق ہے۔ ہر مرید کو یہ
 دقیق ست، ہر مرید باین دولت مہتد نیست، کشف
 دولت نصیب نہیں ہوتی۔ اس فرق کو جاننے کے لئے کشف صحیح اور الہام
 صحیح والہام صریح دریں فرق درکار است، واللہ سبحانہ
 صریح درکار ہے اللہ سبحانہ درست بات الہام کرنے والا ہے اور سلام ہو اس
 الملمہ بالصواب والسلام علی من اتبع الهدی
 شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

۳ اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں وہ
 یہ ہے کہ کبھی کبھار مرید خود کو اس مقام میں دیکھتے ہیں جس مقام پر انکا شیخ جلوہ افروز
 ہوتا ہے اس لئے وہ مشائخ کی برابری کے زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ مریدوں کا
 یہ مقام حصول ہوتا ہے اور مشائخ کا مقام وصول ہوتا ہے۔ مقام وصول کا تعلق اصالت
 کے ساتھ ہے اور مقام حصول کا تعلق نیابت و تبعیت کے ساتھ ہے قدوة الکاملین
 حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز نے اس سلسلہ میں سید الطائفہ
 حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز اور ان کے شیخ مکرم حضرت سہری سقلی
 قدس سرہ العزیز کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ سزئی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں ان کے مریدین نے حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے وعظ و نصیحت کی درخواست کی مگر انہوں نے اپنے شیخ کی موجودگی میں وعظ کہنے سے انکار کر دیا چنانچہ ایک شب حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی تو انہوں نے وعظ کہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا خدا نے تمہارے کلام کو مخلوق خدا کیلئے ذریعہ نجات بنایا ہے جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال آیا شاید میرا مقام میرے شیخ طریقت سے بلند تر ہو گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وعظ کہنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کے ذریعے پیغام بھیجا کہ مریدوں کے کہنے پر وعظ شروع نہ کیا مشائخ بغداد کی سفارش بھی رد کر دی میرے حکم کی بھی تعمیل نہ کی اب تو حضور اکرم ﷺ کا حکم ہے بجا لاؤ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ متمہ ہو گئے کہ شیخ سزئی ان کے ظاہری و باطنی احوال سے آگاہ ہیں انکا درجہ مجھ سے بلند تر ہے کیونکہ وہ جنید کے اسرار سے واقف ہیں اور جنید ان کے حال سے بے خبر ہے چنانچہ حضرت جنید، شیخ سزئی کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے وعظ کا حکم فرمایا ہے ارشاد فرمایا خواب میں ہاتف غیب نے بتایا ہے کہ حضور ﷺ جنید کو حکم وعظ فرمانے گئے ہیں تاکہ بغداد کے لوگ مستفید ہوں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ اپنے مرید کے ہر حال سے باخبر ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید اس زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو مقام و مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے وہ میری ذاتی محنت و ریاضت و کوشش کا ثمرہ ہے جو دلیل محرومی ہے بلکہ بسا اوقات دلیل بد بختی بھی بن جاتا ہے حالانکہ مرید کو جو بھی مرتبہ و مقام ملتا ہے وہ شیخ کی وساطت اور توجہات کی بدولت ملتا ہے۔

ایک شبے کا ازالہ: حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک شبے کا ازالہ فرما رہے ہیں وہ یہ کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ مرید مرتبے میں شیخ کے برابر ہو ہی نہیں سکتا آپ فرماتے ہیں کہ مرید روحانی مدارج اور باطنی منازل میں شیخ کے

برابر ہو سکتا ہے بلکہ ایسا ہوا بھی ہے۔

لیکن یہ بہت ہی شاذ ہے جو انہیں خواص کے ساتھ مخصوص ہے امت میں محدودے چند افراد ہو گئے جو اس شرف سے مشرف ہو گئے نیز اپنے شیخ پر اپنے شیخ ہی کی بدولت یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اپنی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو ہزار سال کے مجدد، عارف اکمل اور قوم ہیں اور اقربا و اولاد کے قد وہ اور ابدال و افراد کے قبلہ ہیں کہ جن کی آمد کی بشارت خود سرور عالم ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ میں بیان فرمائی ہے جیسا کہ يَكُونُ رَجُلٌ فِيْ اُمْنِيْ يُقَالُ لَهُ صَلَٰةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَكَذَا (جمع الجوامع، طبقات کبریٰ جلد ہفتم) سے واضح ہے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید مرتبے میں اپنے شیخ سے آگے بھی بڑھ جاتا ہے مگر اس میں شیخ کی دعائیں اور توجہات شامل حال ہوتی ہیں چنانچہ شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا علوم مرتبت معلوم ہوتا ہے۔

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ماہزاران ستارگان در ضمن ایشان گم است و از کمل اولیائے متقدمین خال خالی مثل ایشان گذشتہ باشند

ترجمہ: میاں شیخ احمد (سرہندی) ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کے ضمن (انوار) میں گم ہیں اور کالمین اولیاء متقدمین میں ان جیسا کوئی خال خال ہوا ہوگا یعنی بہت کم۔ (زبدۃ المقامات در احوال میر محمد نعمان، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ص ۲۹)

جب کبھی مرید کو بھی اس مقام تک رسائی نصیب ہو جائے جہاں اس کا شیخ پہنچا ہو لیکن دونوں کے پہنچنے میں فرق ہے مرید کو مقام حصول نصیب ہوا ہے اور شیخ کو مقام وصول میسر ہے وصول اور حصول کے درمیان فرق اس قدر دقیق اور باریک ہے کہ جس کے درمیان امتیاز کرنا ہر مرید کے بس کا روگ نہیں ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے اللہ تعالیٰ ہی درست کشف والہام فرمانے والا ہے۔

مِنْهَا - ۱۵

درویشی پر سید، کہ سبب چیست؟ کہ روندہٗ این راہ
 ایک درویش نے دریافت کیا کہ اس کا سبب کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے پر
 راحلتی رومی دہد و زمانے می ایستد، و بعد از آن متواری
 ایک حالت ظاہر ہوتی ہے اور ایک زمانے تک برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد پوشیدہ
 می گردد، و پس از مدتی باز ہماں حالت آشکارا می شود،
 ہو جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد
 و بعد از زمان باز متواری می گردد، و ہکذا الی ماشاء اللہ تعالیٰ
 پھر غائب ہو جاتی ہے اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

۱۔ ایک سوال اور اس کا جواب

زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک سوال کا جواب ارشاد
 فرما رہے ہیں سوال یہ ہے کہ کسی درویش نے آپ سے پوچھا تھا کہ جب سالک راہ
 طریقت، سنت و شریعت کے احکام اور شیخ کے بتائے ہوئے اسباق کو پابندی کے
 ساتھ بجالاتا ہے تو اس پر احوال و کیفیات کا ورود ہوتا ہے تو سالک خوشحال اور محفوظ
 ہوتا ہے لیکن اچانک وہ احوال غیب ہو جاتے ہیں اور کیفیات پوشیدہ ہو جاتی ہیں
 تو سالک پریشاں ہو جاتا ہے یونہی بار بار ان احوال و کیفیات کا ظہور و اخفاء ہوتا رہتا

جوابش آنست کہ آدمی را بہت لطیفہ است و مدت
 جواب اس کا یہ ہے کہ آدمی کے سات لطیفے ہوتے ہیں اور ہر لطیفہ
 دولت و سلطان بہر لطیفہ جداست پس اگر واردے برالطف
 کی حکومت اور غلبہ جدا جدا ہے پھر ان میں لطیف ترین لطیفے پر کوئی
 اینہا ورود نمود، و حالتے قوی نزول فرمود، کلیت سالک
 وارد ہوتی ہے اور کوئی قوی حالت نزول فرماتی ہے سالک کی
 برنگ آن لطیفہ منصب می گردد، و آن حال در جمیع لطائف
 مجموعی کیفیت اس لطیفے کے رنگ میں رنگی جاتی ہے اور وہ حال تمام
 سرایت می کند،

لطیفوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

ہے باطنی حالت ایک جیسی نہیں رہتی اس کی کیا وجہ ہے؟
 حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان عالم خلق
 اور عالم امر کے سات لطائف کا مجموعہ ہے جو درج ذیل ہیں۔
 ۱..... قلب ۲..... روح ۳..... سر ۴..... خفی ۵..... اخی ۶..... نفس ۷..... قلبیہ
 امام الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز کے قول ”
 خدا تک پہنچنے کے سات قدم ہیں“ سے مراد یہی سات لطائف ہیں۔

لطائف کا غالب و مغلوب ہونا

سات لطائف میں سے کبھی لطیفہ قلب کو دیگر لطائف پر غلبہ و تفوق حاصل

وتازمانے کہ دولت آن لطیفہ ثابت است آن حال
 اور جتنے عرصے تک اس لطیفے کی سلطنت قائم رہتی ہے وہی حال برپا رہتا
 برپاست۔ وچوں دولت آن لطیفہ مقتضی گشت آن حال
 ہے اور جب اس لطیفے کی حکومت پوری ہو جاتی ہے وہ حالت زائل ہو جاتی ہے
 زائل می شود، وبعدا از مدتی اگر آن حال رجوع نماید از
 اور ایک مدت بعد اگر وہی حالت طاری ہو جائے دو حال سے خالی نہیں
 دو حال خالی نیست، یا بر ہمان لطیفہ اولیٰ رجوع نماید،
 ہے یا اسی پہلے لطیفے کی طرف رجوع کرتی ہے۔

ہو جاتا ہے اور دوسرے لطیفے مغلوب ہو جاتے ہیں تو جو کیفیت اس لطیفہ پر طاری ہوتی
 ہے وہی کیفیت دیگر لطائف پر طاری ہونے کی وجہ سے سالک شادمانی و فرحت سے
 سرشار ہوتا ہے بقدر استعداد اس لطیفہ کی دوسرے لطائف پر حکومت و غلبہ رہتا ہے کچھ
 عرصہ بعد اللہ تعالیٰ کی حکمت و عنایت سے کوئی اور زیادہ قوی لطیفہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے
 اور پہلے غالب لطیفے کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر لطائف پر بھی چھا جاتا ہے
 اس طرح سب لطائف کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اب سالک پر جو نئی کیفیت
 طاری ہوتی ہے وہ پہلی کیفیت سے مختلف ہوتی ہے یوں ان لطائف سب کا باہمی
 غالب و مغلوب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

مختلف لطائف کے جوش مارنے کی وجوہات
 بعض لطائف از خود اچھل پڑتے ہیں۔

دریں وقت راہ ترقی برآں سالک مسدود است۔ واگر بر
 اس وقت ترقی کی راہ اس سالک پر مسدود ہو جاتی ہے اور اگر دوسرے
 لطیفہ دیگر وارد شد راہ ترقی مفتوح گشت، و دران
 لطیفے پر وارد ہو تو ترقی کا رستہ کھل جاتا ہے اور اس دوسرے لطیفے میں
 لطیفہ دیگر نیز معاملہ لطیفہ اولیٰ است، چہ
 بھی پہلے لطیفے کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے کیونکہ زائل
 بعد از زائل شدن آن حال، اگر ہماں حال رجوع نماید
 ہونے کے بعد اس حالت کے اگر وہی حال لوٹ آئے۔

.....۰ شیخ کی نگاہ عنایت کا فرما ہو سکتی ہے۔

.....۰ شیخ کی دعا شامل حال ہو سکتی ہے۔

.....۰ شیخ کی توجہات قدسیہ کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔

.....۰ سالک کی اپنی محنت و ریاضت بھی ہو سکتی ہے۔

.....۰ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہو سکتا ہے۔

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب و مغلوب ہونے کے دوران سالک کبھی
 کیفیت قبض سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی کیفیت بسط سے سرشار ہوتا ہے اس دوران شیخ
 کی محبت کے اثرات و توجہات کی بدولت سالک کا دینی کاموں میں رجحان زیادہ
 ہو جاتا ہے محبت رسول (ﷺ) جوش مارتی ہے اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ
 بجالانے میں جوش و خروش ہوتا ہے اسے کیفیت انبساط کہتے ہیں مگر بعض اوقات
 حکمت الہیہ کے تحت وہ کیفیت سلب کر لی جاتی ہے جوش مانند پڑ جاتا ہے جذبات سرد

ازدو حال سابق خالی نیست ، وھکذا حال جمیع اللطائف . پس
 (تو) سابقہ (مذکورہ) دو صورتوں سے خالی نہیں ہے اور یہی حالت تمام لطیفوں کی ہوتی ہے
 اگر آں وارد در جمیع لطائف بطریق اصالت سریان نمود ، از
 پھر اگر وہ وارد تمام لطیفوں میں اصالتہ سرایت کر جائے تو (ساک) حال سے مقام کی
 حال بمقام انتقال فرمود ، واز زوال محفوظ گشت ۔ واللہ
 طرف منتقل ہو جاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو سب سے
 سبحانه اعلم بحقیقۃ الحال والصلوۃ والسلام علی سید البشر والہ الاطھر .
 زیادہ جانتا ہے اور درود و سلام ہوا انسانوں کے سردار اور آپ کی آل اطہار پر ۔

ہو جاتے ہیں اسے کیفیت انقباض کہا جاتا ہے یہ کیفیت کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہوتی
 ہے سا لک اور صوفی جہالت کی بنا پر شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے دائرہ منڈا کر سر
 سے عمامہ اتار پھینکتا ہے نمازیں ترک کر کے گمراہ ، آوارہ اور بے دین ہو جاتا ہے
 العیاذ باللہ سبحانه

ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت و نگیری فرمائے اور اپنے شیخ کی
 توجہات اور مہربانیاں شامل حال ہو جائیں تو وہ گمراہی سے بچ جاتا ہے لطائف میں
 پھر جوش اور جذبہ و غلبہ پیدا ہو جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سا لک کا باطنی ارتقاء
 رک گیا تھا اب روحانی ترقی پھر سے شروع ہو گئی ہے ۔

مزا تو تب ہے کہ جس لطیفے میں پہلے جوش پیدا ہوا تھا ، جس لطیفے کا پہلے احیاء
 ہوا تھا اس کے بعد وہ لطیفہ سرد ہو جائے اور دوسرے لطیفے میں گرمی اور جوش پیدا ہو یوں
 ہی درجہ بدرجہ ساتوں لطائف نئی کیفیات و واردات سے شاد کام اور فائز المرام ہوں ۔

بقول شاعر

بگفت احوال ما برق جہاں است
دے پیدا و دیگر دم نہاں است

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب و مغلوب ہونے کے دوران سالکین پر مختلف کیفیات و احوال وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ کبھی آہ و بکا کرتے اور کبھی خوش و خرم نظر آتے ہیں کبھی مایوس سے ہو جاتے ہیں اور کبھی پر امید ہو جاتے ہیں کبھی دنیوی علاقے سے منقطع ہو کر جنگلوں میں ڈیرا لگا لیتے ہیں اور لوگوں سے میل جول سے کتراتے ہیں اور کبھی مخلوق خدا میں یوں گھل مل کر رہنا پسند کرتے ہیں کہ دنیا دار نظر آتے ہیں یوں صوفیاء پر احوال کا تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

پھر اس کے بعد اگر کسی زیادہ استعداد والے لطیفے پر انوار کا نزول اور احوال و فیوضات کا ورود ہو جائے تو وہ دیگر لطائف کو اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ تو اس کی برکات دیگر لطائف پر غالب آ جاتی ہیں اور سالک مکمل طور پر اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے جب تک اس لطیفہ کے احوال کی دوسرے لطیفوں پر حکومت و غلبہ رہتا ہے وہی کیفیت و حال قائم رہتا ہے۔

جب اس الطف لطیفے کا غلبہ و تفوق و حکومت ختم ہو جاتی ہے تو وارد شدہ حال غائب اور کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔

اور اگر کچھ عرصہ بعد وہی حال دوبارہ سالک پر آ جائے تو اس وقت سالک کی حالت و کیفیت و حال سے خالی نہیں ہوگی اگر اسی پہلے لطیفے پر ہی احوال عود کر آئیں تو سالک کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کی باطنی ارتقاء رکی ہوئی ہے مزید ترقی کی طرف گامزن نہیں اور اگر کسی دوسرے لطیفے پر وارد قوی نازل ہو اور وہ لطیفہ جوش مار کر دیگر لطائف پر اپنا رنگ جمالے تو اس وقت سالک کو باطنی عروج اور روحانی ترقی نصیب ہو رہی ہے۔

دوسرے لطیفہ کا معاملہ بھی پہلے لطیفہ کی مانند ہی ہے یعنی اگر دوسرے لطیفے سے کچھ عرصہ کے لئے وہ حال گم ہو جائے اور پھر اسی پر ہی لوٹ آئے تو ترقی کی راہ مسدود ہے اور دوسرے لطیفے پر غلبہ بت کے بعد اگر تیسرے لطیفے پر کوئی قوی وارد اور تجلی نازل ہو تو سالک کیلئے روحانی ارتقاء کی راہ وا ہے اگر یہی صورت حال باری باری تمام لطائف پر اصلی اور حقیقی طور پر وارد ہوتی رہے اور تمام لطائف منصف اور ممتزج ہوتے جائیں اور جملہ لطائف کو حکمرانی اور غلبے کی دولت نصیب ہو جائے تو اب سالک اور صوفی حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یعنی درجہ بدرجہ لطائف کی رنگت و حکومت کے دوران سالک صاحب حال ہوتا ہے اور لطیفوں کے غلبے کے زوال سے محفوظ ہو کر ایک مقام پر قرار و تمکین مل جانے پر صاحب مقام بن جاتا ہے آگے حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اربابِ تلوین و تمکین

انہی تغیرات احوال کو اصطلاح تصوف میں تلوین کہا جاتا ہے صاحبانِ تلوین صوفیاء ولایت صغریٰ کے مرتبے میں ہوتے ہیں اربابِ تلوین کو صاحبانِ حال بھی کہا جاتا ہے جن صوفیاء کے احوال ایک جگہ پر بدستور قائم رہیں انہیں صاحبانِ تمکین کہا جاتا ہے۔

تلوین لون سے مشتق ہے سالک کا احوال و واردات کی وجہ سے باطنی طور پر مختلف رنگوں سے رنگا جانا تلوین کہلاتا ہے صاحبِ تلوین کو صاحبِ حال بھی کہتے ہیں۔ تمکین مکان سے ماخوذ ہے تو ایک جگہ پر پکا ہو جانا تمکین کہلاتا ہے صاحبِ تمکین کو صاحبِ مقام کہا جاتا ہے۔ صاحبِ مقام کو صاحبِ حال پر فضیلت حاصل ہے

(تلوین اور تمکین کی مزید تفصیلات الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۱۸ جلد اول میں ملاحظہ فرمائیے)

صاحبِ حال و صاحبِ مقام

صاحبِ حال وہ صوفی ہوتا ہے جس کی توجہات کے اثرات دوسروں پر پڑتے ہیں مگر توجہات کے کمزور و ناقص ہونے کی وجہ سے تاثیر کم ہوتی ہے وہ حالات، واقعات اور جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے ”گویا چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی“ کے مصداق کسی کو بدل نہیں سکتا بلکہ خود بدل جاتا ہے۔ بقول شاعر

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا

وہ تو خود ہے گردشِ افلاک میں خوار و زبوں

چونکہ صاحبِ حال تصرف کرتا ہے اس لئے اسے ابنِ الوقت کہا جاتا ہے۔

جبکہ صاحبِ مقام حال پر تصرف کرتا ہے جو حالات کے دھارے بدلتا اور جبین

وقت پر مہر لگاتا ہے اس لئے اسے ابو الوقت کہا جاتا ہے۔ بقول شاعر

مع حالات کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

چونکہ صاحبِ مقام لوگوں کی تقدیریں بدلنے پر مامور ہوتا ہے اس کی نظرِ کیمیا،

توجہ اکسیر اور دعا مستجاب ہوتی ہے اس لئے اس کے طفیل برکتوں کا نزول اور رحمتوں

کا ورود ہوتا ہے لوگوں کی مصیبتیں دور اور پریشانیاں کا فور ہوتی ہیں اس قسم کے صوفیاء

خال، خال اور بہت کم ہوتے ہیں۔

مِنَهَا - ۱۶

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ
 اللَّهُ تَعَالَى نے ارشاد فرمایا "اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں
 وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُمۡ إِیَّاهُ تَعْبُدُونَ یَحْتَمِلُ ان یَكُونُ الشَّرْطِیَّةُ قِیدًا لِلَامْرِ
 رزق کے طور پر عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر بجالاؤ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو" یہ
 بِالْاَكْلِ اِی كُلُّوْا مِنْ مُسْتَلَذَّاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

آیت احتمال رکھتی ہے کہ شرطیت، امر بالا کل (کھانے کا حکم) کیلئے قید ہو یعنی
 لذیذ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے۔

۱۔ اسرار قرآنی اور تزکیہ نفس

زیر نظر منها میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک آیت کریمہ کی صوفیانہ
 انداز میں تفسیر و تشریح فرما رہے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ نے اپنی تصانیف عالیہ اور
 مکتوبات شریفہ میں مختلف مقامات پر آیات کریمہ کی تفسیر نہایت باریک و لطیف انداز
 میں بیان فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسرانہ عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے
 دراصل جب تک صوفی اور سالک بشری کثافتوں اور گناہوں کی نجاستوں سے کلیۃً
 پاک نہیں ہو جاتا نفسانی خباثتوں اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہوتا اس کے
 قلب کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو کر لطائف و نورانیت کا پیکر نہیں بن جاتا اس کے قلب
 پر علوم الہامیہ، معارف لدنیہ، اشارات لطیفہ، رموز نہانی اور اسرار قرآنی کا نزول و ورود

ان صَحَّ مِنْكُمْ أَنْ تَخْصُوهُ بِالْعِبَادَةِ وَلَوْ لَمْ يَصَحَّ مِنْكُمْ ذَلِكَ بَلْ كُنْتُمْ
 اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم عبادت کیلئے اسی (اللہ تعالیٰ) کو مخصوص کرتے ہو
 عَابِدِي مُلْهِياتِ أَنْفُسِكُمْ فَلَا تَأْكُلُوا مِنْ مُسْتَلْذَاتِهِ لَكُمْ مَرْضَى
 اور اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کی خواہشات کے پرستار ہو تو
 بِالْمَرْضَى الْبَاطِنِ وَالْمُسْتَلْذَاتِ مِنَ الْمَرْزُوقَاتِ سَمٌّ قَاتِلٌ
 اس کی لذیذ چیزوں سے نہ کھاؤ کیونکہ تم باطنی بیماری کے مریض ہو اور (بطور) رزق دی
 گئی لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہر قاتل ہیں۔

نہیں ہوتا جیسا کہ آیت کریمہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (الواقعة ۷۹) سے عیاں
 ہے بقول شاعر

عروسی معنائے قرآن حجاب آنکہ بر اندازد
 کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا
 علامہ اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
 گرہ کشا ہے نہ رازی، نہ صاحب کشاف

امام ربانی کا علمی مقام

یہ منہا عربی زبان میں تحریر فرمایا گیا ہے جس سے آپ کی عربی زبان کے ساتھ
 گہری دلچسپی کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے رسالہ تہلیلہ اور رسالہ البات النبوة
 فی تحقیق النبوة آپ کے زمانہء طالب علمی کی تصانیف ہیں نیز مکتوبات شریفہ اور
 دیگر تصانیف لطیفہ میں متعدد مقامات نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں لکھے گئے

لَكُمْ وَاِذَا زَالَ الْمَرَضُ الْبَاطِنُ مِنْكُمْ صَحَّ لَكُمْ تَنَاوُلُ الْمَسْتَلَذَّاتِ ،
 اور جب تمہاری باطنی بیماری جاتی رہے تو لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے درست
 فسر صاحب الکشاف الطیبات ہلنا بالمستلذات نظراً الى طلب الشكر .
 ہو جائے گا۔ صاحب کشاف نے اس مقام پر طیبات کی تفسیر مستلذات سے کی
 ہے شکر کے مطالبہ کے پیش نظر۔

ہیں ایسے اقتباسات اور مکتوبات بھی ملتے ہیں جو آپ کے ادیبانہ ذوق اور زبردست
 علمی قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔

چنانچہ آپ کے ایک معاصر فاضل فیضی نے تفسیر غیر منقوہ مسو اطع الالہام
 لکھنا شروع کی مولانا جمال الدین تلوی لاہوری وغیرہم جیسے علماء اس کے معاون تھے
 دوران تفسیر ایک مقام پر رک گئے اور مزید لکھنے سے قاصر تھے اعتراف عجز کرتے
 ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں تحریری معاونت کے خواستگار
 ہوئے تو آپ نے قلم برداشتہ شرح وسط، مقصد و شان نزول کے ساتھ بے نقط تفسیر لکھ
 دی۔ جسے پڑھ کر وہ علماء و فضلاء حیران رہ گئے اور آپ کی علمیت کے معترف ہو گئے۔

تفسیر آیت

آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا
 لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (البقرہ ۱۷۲) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

اس آیت میں احتمال ہے کہ کُلُوا مِن طَيِّبَاتِ کوان کنتم ایہ تعبدون کی
 شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہو یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت صدقہٗ نیت و اخلاص قلب
 کے ساتھ محض اسی کی رضا و خوشنودی کی خاطر کرتے ہو اور تمہاری عبادت ریاکاری،
 دکھاوے اور تصنع وغیرہ جیسی روحانی امراض اور باطنی آلائشوں سے کلیۃً پاک ہو جس

میں عابد حضور قلب سے سرور اور خشوع و خضوع سے محفوظ ہو اور ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ (صحیح بخاری ۱۲/۱) کی کیفیت سے شاد کام اور ایمان حقیقی پر فائز المرام ہو۔ بقول شاعر

ذوق طاعت بے حضور دل نیابد پیچ کس
طالب حق را دل حاضر دریں درگاہ بس

جب عابد ان کیفیات سے سرشار ہو تو اب عابد جو لذیذ طعام تناول کرے گا تو وہ مزید حضور و سرور و نور کا باعث ہوگا اور اس قسم کے عابدوں کو ہی صحیح معنوں میں لذیذ کھانے تناول کرنے کا حق ہے۔

عامۃ الناس کیلئے مستلذات زہر قاتل ہیں

اگر کسی عابد کی عبادت، ریا کاری سے معمور، تصنع سے بھرپور، خشوع و خضوع سے عاری اور حضور قلب سے خالی ہو بلکہ وہ نفسانی خواہشات اور اندرونی و بیرونی جھوٹے خداؤں کا پجاری ہو تو اسے لذیذ کھانے، کھانے سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ وہ قلبی امراض اور روحانی بیماریوں میں گمراہ ہوا ہے جب تک باطنی مرضوں اور نفسانی خواہشوں کا ازالہ و علاج نہیں ہو جاتا لذیذ کھانے اس کے لئے زہر قاتل ثابت ہو گئے۔

عارف کے لئے مستلذات سبب نور و حضور ہوتے ہیں

جب کسی شیخ کامل کی مسلسل صحبت و خدمت اور توجہات قدسیہ کے طفیل قلبی امراض اور نفسانی خواہشات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے کثافت پر لطافت اور ظلمت پر نورانیت کے تقاضے غالب آ جاتے ہیں بقول شاعر

سعی کن تا لقمہ را سازی گھر
بعد ازاں چنداںکہ میخوای بخوار

طہارت، نفاست، لطافت اور نورانیت کے غلبے کی وجہ سے اس قسم کا عابد اور عارف جو بھی لذیذ طعام تناول فرمائے گا تو حضور و نور کا ہی سبب ہوگا۔

روایت ہے کہ ایک روز جانشین امام ربانی عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز آم کا پھل بڑے شوق و رغبت سے تناول فرما رہے تھے حاضرین میں سے کسی کے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ کو غذا کے ساتھ اس قدر میلان کا کیا مطلب؟ ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ اور فَإِنَّهُمْ جَوَاسِيسُ الْقُلُوبِ کے مصداق حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فراست مومنانہ سے اس شخص کے قلبی وسوسہ اور نفسانی خطرہ کو بھانپتے ہوئے ارشاد فرمایا اولیاء اللہ جو کچھ تناول فرماتے ہیں وہ نور ہی بنتا ہے اور نور جتنا بھی زیادہ ہوگا بہتر ہے حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آں خورد گردد پلیدی زو جدا
این خورد گردد ہمہ نور خدا

حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ ہم بعض اوقات ترک طعام کا ارادہ کرتے تھے لیکن اس کی اجازت نہیں ملی کیونکہ غذا اعضاء جسمانی اور قوائے روحانی کیلئے ممد و معاون ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْقَوِيَّ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ فلہذا عابد و سالک کیلئے ضروری ہے کہ مفاد معنوی اور قوت روحانی کیلئے اکل طعام کا اہتمام کرے نہ کہ محض مفاد ظاہری و صوری و جسمانی کے پیش نظر کھانا کھائے ورنہ یہ نفس امارہ کے لئے تو سودمند ثابت ہوگا

جس کے ساتھ عداوت و مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر روحانی توانائی حاصل نہیں ہوگی۔
حضور اکرم ﷺ غذا کھانے کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ
عَوْنًا عَلٰی طَاعَتِكَ وَلَا تَجْعَلْهُ عَوْنًا عَلٰی مَعْصِيَتِكَ

چونکہ طریقت نقشبندیہ میں نسبتاً زیادہ شریعت و سنت کا التزام کیا جاتا ہے اس لئے ترک جلالی و جمالی کی بجائے مطعومات و مشروبات سنت کے مطابق تناول کیے جاتے ہیں کیونکہ مطعومات و مشروبات کا سرے سے ترک قدرے آسان ہے مگر دسترخوان پر چنے ہوئے مختلف قسم کے مرزوقات و مشروبات کا سنت کے مطابق کھانا نہایت مشکل ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ مومن ایک آنٹ میں کھاتا ہے اور کافر سات آنٹوں میں کھاتا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِيْ مِعَا وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ (صحیح بخاری)

طیبات سے مراد

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بھی طیبات سے مراد مستلزمات لی ہیں اور علامہ جلال الدین زنجیزی نے بھی یہی مراد لی ہے گو دونوں حضرات کے نزدیک طیبات سے مراد مستلزمات ہیں لیکن مستلزمات (لذیذ کھانے) کا معنی علامہ زنجیزی کیا ہے اس لئے کہا کیونکہ لذیذ کھانے شکر کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے مستلزمات کے کھانے کو اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (البقرہ ۱۷۲) کی شرط کے ساتھ مشروط فرمایا۔

شکر، منعم کی زبان یا ہاتھ یا دل سے تعریف کرنے کو شکر کہا جاتا ہے صرف زبان سے شکر، شکر کرنا شکر نہیں بلکہ احکام خداوندی کی تعمیل اور عبادات کی بجا آوری کا نام شکر ہے اہل سنت و جماعت کے علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کے مطابق عقائد

کی درنگی، احکامات کی تعمیل، قلبی تنویر اور باطنی تطہیر کا اہتمام کرنا سالک کیلئے ضروری ہے تاکہ حق تعالیٰ منعم حقیقی کا شکر ادا ہو سکے اور وہ انعامات کی کثرت اور عنایات کی زیادت کا باعث ہو۔ واللہ الموفق

یاد رہے کہ شکر اللسان، شکر الارکان اور شکر الجنان سب عبادات و اعمال کے قبیل سے ہیں چونکہ عادت اور عبادت کے درمیان تمیز نیت کرتی ہے اس لئے نیت کا درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اسی پر ہے جیسا کہ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ سے عیاں ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک سارے دین علم، عمل اور اخلاص (صدق نیت) پر مشتمل ہے علم اور عمل علماء اہل سنت سے ملتا ہے اخلاص مشائخ اہل سنت سے ملتا ہے اس لئے اہل سنت و جماعت علماء سے بھی شرف تلمذ حاصل کرتے ہیں اور صوفیاء و اولیاء کے بھی نیاز مند ہوتے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

علامہ جارا اللہ زحشری کا مختصر تعارف

ابوالقاسم محمود بن عمر ۲۷ رجب ۱۲۶۷ھ کو خوارزم میں پیدا ہوئے مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ کے قرب و جوار میں رہ کر علوم دینیہ حاصل کئے اسی لئے جارا اللہ (اللہ کے ہمسائے) کے لقب سے شہرت پائی عربی زبان، ادب اور علوم دین کے بڑے ماہر تھے مگر اعتزال کی طرف مائل تھے اہل علم کے نزدیک علامہ زحشری، صاحب کشف کے نام سے مشہور ہوئے قرآن مجید کی تفسیر ”کشف“ کے نام سے تحریر فرمائی جس میں انہوں نے بڑے بڑے عقدے حل کئے اور گرہیں کھولی ہیں اس لئے ان کو صاحب کشف کہا جاتا ہے علامہ اقبال مرحوم نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

۔ تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشف
عرفہ کے روز ۵۳۸ھ جرجانیہ کے مقام پر خوارزم میں وفات پائی۔

چند شبہات کا ازالہ

یہاں چند شبہات ہیں جن کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت اور صدق دل سے عبادت نہیں کرتے یا جو لوگ مالی لحاظ سے خوشحال ہیں یا جو لوگ گناہ گار ہیں کیا انہیں لذیذ کھانے، کھانے کی اجازت نہیں صرف نیکو کار ہی لذیذ کھانے کھا سکتے ہیں آسودہ حال لوگوں کو بھی لذیذ کھانے نہیں کھانے چاہیں کیا وہ روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کریں؟

ان تمام سوالات اور شبہات کا ایک بنیادی اور اصولی جواب پیش خدمت ہے۔ جب کوئی شخص کم علمی و نادانی کی وجہ سے عبادت کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں پاتا عبادت کی حقیقت سے ناواقف ہی رہتا ہے ظاہری طور پر عبادت کو بھی بجا لاتا ہے بلکہ عادت اور عبادت کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے محض ضبط اوقات کی بنا پر بزعیم خویش خود کو بڑا پرہیز گار اور نیکو کار سمجھتا ہے کہ عامۃ المسلمین بلکہ بسا اوقات صلحاء و علماء کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اس کے نہاں خانہء شعور میں عبادت کا غرور اور نیت کا فتور ہوتا ہے اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے دینی معاملات میں بے جا مداخلت کرتا ہے دینی طلباء اور سادہ لوگوں پر اپنی جھوٹی عبادت کا رعب جماتا ہے اور اگر کسی معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے اور اس کے لایعنی مشورہ کو تسلیم نہ مانا جائے تو وہ اپنی انا کی خاطر ایک متوازی نئی انتظامیہ بنا لیتا ہے اور دھڑے بازی اور گروپ سازی سے بھی نہیں چوکتا اس ضمن میں اگر مساجد و مدارس اور فلاحی امور کا نظام درہم برہم ہوتا ہے تو ہو جائے وہ اپنی انا کی تسکین کی خاطر ہر غیر اخلاقی حرکت

سے بھی باز نہیں آتا اس قسم کے لوگوں کے بارے قرآن مجید میں ہے اَلْوَرَاۤئِیْتُ مَنِ اتَّخَذَ اللّٰهُ هَوَاهُ (الجبائہ ۲۳) یعنی کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے۔

در اصل ان صفات مذمومہ اور اخلاق ناپسندیدہ کا مالک شخص اپنی خواہشات کا پجاری ہے اور قلبی امراض اور نفسانی خواہشات کا پرستار ہے اس لئے جب بھی وہ لذیذ مطعومات و مرزوقات کھائے گا تو حظ نفس کی خاطر کھائے جس سے اس کے نفس کی خواہشات مزید پروان چڑھیں گی جو اسے اور بھی معصیت و نافرمانی پر ابھاریں گی۔ اس لئے وہ روحانی اور قلبی طور پر مزید بیمار ہو جائے گا معلوم ہوا مستلذات اور لذیذ غذائیں اس قسم کے لوگوں کیلئے نقصان دہ ہیں۔

جبکہ اخلاص نیت اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعات کو بجالانے والے صالحین و کاملین جب لذیذ کھانے کھاتے ہیں تو محض اس لئے کھاتے ہیں تاکہ تَکْلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَا کُمْ (البقرہ) کے حکم کی تعمیل ہو جائے حضور اکرم ﷺ کی سنت ادا ہو جائے وہ اس خیال سے پاکیزہ اور مستلذات کو کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ نعمت بھیجی ہے لہذا میرا فرض بنتا ہے کہ میں اس کی نعمت کھا کر اس کا شکر ادا کروں یہی وجہ ہے کہ جب وہ کھانا کھاتے ہیں تو بسم اللہ پڑھتے ہیں اور جب لقمہ حلق سے نیچے اترتا ہے تو الحمد للہ کہتے ہیں یوں کھانا کھا کر ان کے جسم میں توانائی اور طاقت آتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاقت پر آمادہ اور مستعد کرتی ہے۔

ایسے ہی دینی مدارس کے طلباء اور اہل اللہ کی خانقاہوں کے صوفیاء بالکل سادہ دال روٹی کھاتے ہیں تو ان میں عاجزی اور مسکینی پیدا ہوتی ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

حضور اکرم ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو وہ غذا نور بنتی تھی نظام انہضام کے

عمل سے گذر کر جب قضائے حاجت کی صورت میں جسم اقدس سے مس ہو کر خارج ہوتی تو وہاں سے عنبر اور کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں اس غذا سے جو خون اور پیشاب بنتا تھا۔ وہ بھی پاک ہوتا تھا اور لوگوں کیلئے باعث شفا، نازِ جہنم سے نجات ابدی کا سامان بنتا تھا مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

۔ ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
آں خورد گردد ہمہ نور خدا

یاد رہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول و براز سب امت کے حق میں طاہر اور پاک ہیں البتہ خون اور بول و براز آپ ﷺ کے حق میں موجبِ حدث تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے خروج پر آپ ﷺ استنجاء، وضوء اور غسل فرماتے تھے۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خِصَالٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي طَرِيقِ فَلَاسَلَكُهُ أَحَدٌ إِلَّا عَرِفَ أَنَّهُ سَلَكَ مِنْ طَيْبٍ عَرِيقِهِ أَوْ رِيحِ عَرِيقِهِ (دلائل النبوة جلد دوم)
رسول اللہ ﷺ میں متعدد خصوصیات تھیں آپ جس رستہ میں ہوتے تو اس رستہ سے گذرنے والے کو آپ کے پسینہ مبارک کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ اس رستہ سے گذرے تھے۔

جس چمن وچہ یار سوہنے جا کے زلفاں کھولیاں
لے چلی بادِ صبا خوشبو تھیں بھر کے جھولیاں

بلکہ جن اہل اللہ کے قلوب واذھان انوارِ نبوت اور اسرارِ ولایت سے منور و معنم ہیں آج بھی مدینہ طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کی خوشبوئیں ان کی مشامِ جان کو معطر کرتی ہیں۔ بقول شاعر

عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے وہ گزرے تھے

اس وقت بھی گلیوں میں خوشبو ہے پسینے کی

روایات میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے (بیت الخلاء) جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گھر کے ایک جانب برتن میں پیشاب کرتے تھے ایک شب میں پیاسی اٹھی اور میں نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھاپی لیا جب صبح ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو میں نے عرض کیا قَدْ وَاللّٰهِ شَرِبْتُ مِمَّا فِيْهَا قسم بخدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی لیا ہے کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ بنے حتیٰ کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا ”اَمَّا اَنْتِ لَا تَجِيعِيْنَ بَطْنُكَ اَبَدًا سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوة جلد دوم)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل اضافہ کے ساتھ یوں روایت نقل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے برکہ (ام ایمن) سے فرمایا ”تم جہنم پر حرام ہو گئیں“ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

یاد رہے کہ انا لا اشعر کے الفاظ اسی روایت میں ہیں الاستیعاب جلد چہارم کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔

ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا نَعَمْ اَشْرَبْتُ دَمَ رَسُولِ

اللہ ﷺ ہاں میں رسول اللہ ﷺ (کے زخم) کا خون پی رہا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَالَطَ دَمِي دَمَهُ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔ (مجمع الزوائد جلد ہفتم)

مجمع الزوائد کی ایک روایت میں فَصَحَكَ کے لفظ کا اضافہ ہے۔

غرضیکہ حضور اکرم ﷺ کا خون مبارک پینے کا شرف حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سفینہ، حضرت سالم، حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہم جمعین کو ملا۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے جس کسی کو بھی بول مبارک یا خون مبارک کی سعادت نصیب ہوئی وہ کسی ضرورت سے نہیں تھی بلکہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اور عشق کی وجہ سے خون یا بول پیا تھا اور عداوت یا پیتھا۔

بعض دیگر روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں: أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ الدَّمَ كُلَّهُ حَرَامٌ

ان الفاظ سے عام آدمی کا خون مراد ہے نہ کہ حضور اکرم ﷺ کا خون مبارک کیونکہ آپ کے خون مبارک کا ظاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

نیز حرمت، طہارت کے خلاف ہے اور نہ ہی نجاست کو مستلزم ہے مثلاً انسان کا گوشت کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے یوں ہی بلا اجازت یا ناجائز طریقے سے کسی کا مال کھانا حرام تو ہے مگر نجس نہیں۔

حرمت کی اقسام

علماء کرام نے حرمت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

حرمت باعتبار نجاست اور حرمت باعتبار کرامت

حرمت باعتبار نجاست

ایسی حرمت جو کسی چیز کے نجس اور ناپاک ہونے کی وجہ سے ہو جیسے شراب اور

خزیر وغیرہا۔

حرمت باعتبار کرامت

ایسی حرمت جو نجاست کی وجہ سے نہ ہو بلکہ بزرگی اور عظمت کی بنا پر ہو جیسے انسان کا گوشت۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام حضرت الشیخ البلقینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاللّٰهُ لَوْ وَجَدْتُ شَيْئًا مِنْ بَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَائِطِهِ لَا كَلَفُهُ وَشَرِبْتُهُ خُدا کی قسم اگر میں حضور ﷺ کے فضلات مبارکہ (بول و براز و غائط) میں سے کچھ بھی پالیتا تو اس کو کھا لیتا اور پی لیتا اس مضمون کی تائید طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ بُنِيتْ أَجْسَادُنَا عَلَى أَجْسَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمارے جسم اہل جنت کے جسموں پر پیدا کئے گئے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے بول و براز فرمانے کی جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (الواقیت والجواہر جلد دوم)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی کمال لطافت کا یہ عالم تھا جو چیز بھی آپ کے جسم اطہر سے بنتی تھی وہ بھی لطیف اور نظیف ہو جاتی تھی۔

حضور ﷺ کے عدم سایہ کی وجہ

حضور انور ﷺ کے جسم اقدس میں کثافت نام کی کوئی شئی نہ تھی یہی وجہ ہے کہ سایہ کثافت کا ہوتا ہے لطافت کا سایہ نہیں ہوتا جتنی کوئی شئی لطیف ہوتی جائے گی اس کا سایہ غائب ہوتا جائے گا چونکہ حضور سرور عالم ﷺ اللطف اللطافت کے مقام پر قائم تھے اس لئے سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

ہر چند بدقت نظر صحیفہء ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ

می آید وجود آنسرور آنجا مشہود نمی گردد (دفتر سوم مکتوب ۱۰۰)
یعنی جس قدر بھی باریک نظری کے ساتھ ممکنات عالم کے صحیفے کا مطالعہ
کیا جاتا ہے حضور ﷺ کا وجود مبارک عالم ممکنات میں دکھائی نہیں دیتا۔
اسی مکتوب گرامی میں چند سطور کے بعد آپ فرماتے ہیں:

وچوں وجود آنسرور علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام در عالم
ممکنات نباشد بلکہ فوق این عالم باشد ناچار او را سایہ نبود
یعنی جب حضور سرور عالم ﷺ کا وجود مبارک عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ
اس عالم سے بلند ہے تو لازماً آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہیں ہو سکتا۔
حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سرور عالم ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی دو وجہیں
بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک عالم ممکنات سے بلند ہے اور شمس و قمر کا
نظام ممکنات کے ساتھ وابستہ ہے

بود برتر ز انجم و افلاک

زاں میفتاد سایہ انش بر خاک

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک نور ہونے کی بناء پر تمام ممکنات سے
لطیف ہے لہذا آپ کے جسم مبارک کی اعلیٰ لطافت کی وجہ سے آپ کا سایہ کیسے ہوتا
کیونکہ سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ کا جسم مبارک سائے سے بھی زیادہ
لطیف تھا۔

حضور انور ﷺ کے طفیل ہر دور میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات
میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جوں جوں ان کا تعلق عالم امر سے ہوتا جاتا ہے تو ان
توں ان کے جسموں میں لطافت و نورانیت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے بشری کدورتیں ختم ہوتی

جاتی ہیں اور وہ صوفی نوری بشر ہو جاتا ہے کہ اس کا سایہ بھی نہیں رہتا جیسا کہ صوفیاء کرام کا مقولہ ہے اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ یعنی جب فقیر فنایت تامہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی بشری کدورتیں اور کٹافتنیں ختم ہو جاتی ہیں پس اللہ ہی رہتا ہے اسی بنا پر اس کا سایہ گم ہو جاتا ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

چو فنا در فقر پیدا یہ شود

او محمد وار بے سایہ شود

سائے کا نہ رہنا کرامتاً نہیں بلکہ اصالتاً ایسا ہوتا ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا، کہ کرامت کے طور پر اس کا سایہ نظر نہ آئے بلکہ واقعی اس کا سایہ نہیں رہتا جیسا کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ شمس الہند حضرت سیدنا چمن شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ تاجدار آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ کے جسم اقدس کا سایہ نہیں رہا تھا چنانچہ جب کبھی آپ دھوپ میں باہر تشریف لاتے تو اپنے آپ کو چھپانے کیلئے چھتری سر پر تانے رکھتے تاکہ چھتری کا سایہ ہی لوگوں کو نظر آئے۔

یہ وہی خاص مقام اللف ہے جس میں غایت درجہ فنایت کی بنا پر غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے قُمْ بِاِذْنِیْ فرما کر مردے کو زندہ کر دیا تھا۔

جب صوفی احکام شرعیہ کی پابندی کرتا اور اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اس کے جسم سے گناہوں کی نجاستیں اور بشری کدورتیں زائل ہوتی رہتی ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ من تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهِ (صحیح مسلم ۱/۱۲۵) اور خَرَجَ مِنْ دُنُوْبِهِ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهُ (طبرانی کبیر ۱/۹۲) سے عیاں ہے۔

حضرت امام اعظم کی کیفیت مشاہدہ

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ اہل مشاہدہ و کشف میں سے تھے اس لئے لوگوں کے آب وضوء کو دیکھ کر گناہوں کو پہچان لیتے جو اعضائے وضوء سے دھل کر پانی میں گرتے قطب ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں روایت پہنچی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے ایک شخص وضوء کر رہا تھا حضرت امام نے اس کے وضوء کے بہتے ہوئے پانی کو دیکھ کر فرمایا اے بیٹے! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر، اس نے فوراً توبہ کر لی، ایک دوسرے آدمی کا غسلہ دیکھ کر فرمایا اے بھائی! زنا سے توبہ کر۔ ایک اور شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا اے بندے! شراب پینے اور مزامیر سے توبہ کر، وہ دونوں تائب ہو گئے۔ (المیزان الکبریٰ، مزید تفصیلات کیلئے المینات شرح مکتوبات مکتوب ۲۹ جلد اول ملاحظہ ہو)۔

غرضیکہ جوں جوں کدورت، نجاست اور کثافت ختم ہوتی جاتی ہے توں توں طہارت، نفاست اور لطافت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اس لئے اس قسم کے صوفی اور ولی کے جسم کو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی اس کے جسم میں کثافت ہو تو مٹی، مٹی کو کھائے مٹی تو اس چیز کو اپنی لپیٹ میں لیتی (کھاتی) ہے جو اس کی جنس سے ہو زمین (مٹی) والی جنس تو اس عارف کے جسم میں رہتی ہی نہیں اس لئے مٹی اس کے جسم کو کھاتی نہیں مختصر یہ کہ قبروں میں جسموں کا محفوظ رہنا اور محض ولایت کی وجہ سے نہیں بلکہ لطافت کی بنا پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرہ ۲۰) سے واضح ہے۔

مِنْهَا - ۱۷

قال بعض المشايخ قدس الله تعالى اسراهم من عرف الله لا يضره
 بعض مشايخ الله تعالى ان کے اسرار کو پاکیزہ بنائے نے ارشاد فرمایا ہے جسے اللہ کی
 ذنب ای الذنب الذی اکتسب قبل المعرفة لان الاسلام يعجب ما كان
 معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا یعنی جس گناہ کا ارتکاب اس نے
 قبلہ و حقیقۃ الاسلام هو معرفۃ الله سبحانه على طريقة الصوفية بعد
 معرفت سے پہلے کیا تھا کیونکہ اسلام ماقبل (کے گناہوں کو) کو ختم کر دیتا ہے اور اسلام
 الفناء والبقاء۔

حقیقی صوفیاء کے طریقے پر فنا اور بقاء کے بعد اللہ سبحانہ کی معرفت ہی ہے

۱۔ معرفت

زیر نظر منها میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بعض صوفیائے کرام
 کے ایک مقولہ کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں وہ مقولہ یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللَّهَ
 لَا يَضُرُّهُ ذَنْبٌ یعنی جس عارف کو حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اسے کوئی
 گناہ نقصان نہیں دیتا۔

یہاں معرفت کی قدرے تفصیل ہدیہء قارئین ہے

معرفت کے معنی پہچاننے اور ایمان گردیدہ ہونے کو کہتے ہیں لیکن بعض اوقات
 ایسا بھی ہوتا ہے کہ شناخت (معرفت) تو ہوتی ہے مگر ایمان نہیں ہوتا جس طرح کہ

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو حضور اکرم ﷺ کی معرفت و شناخت تو تھی جیسے کہ آیت کریمہ یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرہ ۱۳۶) سے واضح ہے۔ مگر شقاوت، عداوت و بغاوت کی وجہ سے ایمان سے محروم رہے۔

معرفت کی اقسام

اہل اللہ نے معرفت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

صورت معرفت اور حقیقت معرفت

صورت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ کی جہالت کے باوجود لطیفہ قلب کے ساتھ محدود ہوتی ہے۔

حقیقت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی جہالت سے باہر نکل آئے اور شناسائی پیدا کر لے حق تعالیٰ نے محض اپنے کمال فضل سے صورت معرفت کو نفس ایمان میں اعتبار کیا ہے اور نجات کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے چنانچہ صورت ایمان کو بھی معتبر سمجھا ہے اور جنت میں دخول اس پر مترتب فرمایا ہے لہذا صورت ایمان میں صورت معرفت کافی ہے اور حقیقت ایمان میں حقیقت معرفت کے بغیر چارہ نہیں۔

صورت عوام کا حصہ ہے اور حقیقت خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔

حق معرفت

معرفت کا حق یہی ہے کہ حق سبحانہ کو ان تمام کمالاتِ تزیہات اور تقدیسات کے ساتھ پہچانا جائے جن کو شریعتِ مطہرہ نے بیان کیا ہے کیونکہ اس سے ماوراء کسی چیز کی معرفت باقی نہیں رہتی جو حق معرفت کو مانع ہو دراصل وہی حقیقت معرفت ہے جو کہ معرفت سے عجز پر وابستہ ہے جیسا کہ بَاَنَّهُ لَا يَعْرِف (وہ پہچانا نہیں جاتا) سے واضح ہے کیونکہ معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے الْعَجْزُ عَنْ ذَرْكِ الْاِذْرَاكِ اِذْرَاكَ فَسُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَيْهِ سَبِيلاً اِلَّا بِالْعَجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهِ (مکتوب ۱۲۲ دفتر سوم) یعنی معرفت کے ادراک سے عاجز ہونا ہی اس کی معرفت کا ادراک ہے پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عجز کے سوا اپنی مخلوق کے لئے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو خیر الامم امت کے رئیس اور سردار ہیں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسرا کون ہے جو معرفت کا دم بھرے۔

بلکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی یوں بھی منقول ہے لِلّٰهِ تَعَالٰی اَخْصُ وَضَفٍ لَا يَعْرِفُهُ سِوَاهُ (مکتوبات صدی) اللہ تعالیٰ کی بعض خاص صفات ایسی بھی ہیں کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا شاید کسی شاعر نے ان فرمودات کے پیش نظر ہی کہا ہے۔

سبحان خالقہ کہ صفات نہ ز کبریا
بر خاک عجز می گنجد عقل انبیاء
ترجمہ وہ ذات پاک اعلیٰ صفات اس کی ہیں سبھی
پیغمبروں کی عقل بھی ان تک نہ جا سکی

مقصد تخلیق

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان کی تخلیق اپنی عبادت کے لئے فرمائی ہے اور عبادت کا مقصد معرفت ہے جیسا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریت ۵۶) ائی لِيَعْبُدُون سے عیاں ہے جس سے وجوب معرفت مفہوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا معنی یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے اس کا پہچانا واجب ہے اور ہر وہ معرفت جو شریعت کے بغیر حاصل کی جائے اس کو اس فقیر کے

نزدیک معرفت خدا کہنا جسارت ہے اور حق تعالیٰ پر ظن و تخمین کا حکم کرنا ہے اَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الاعراف ۲۸) کیا تم اللہ تعالیٰ کیلئے وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے شاید اسی لئے سراج امت امام الائمہ امام اعظم کو فی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَ لَكِنْ عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن بہت معقول توجیہ کے قابل ہے کیونکہ معرفت کا حق یہی ہے۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی مکتوب ۱۲۲)

توجیہات حضرت امام ربانی

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بیان فرمودہ توجیہات میں سے پہلی توجیہ کا خلاصہ اور قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

جب صوفی اور سالک کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ معرفت اکابرین طریقت کے بیان فرمودہ نصاب سلوک کے مطابق فنا اور بقا کی منازل طے کر لینے کے بعد حاصل ہوتی ہے جو حقیقت اسلام پر منتج ہوتی ہے لہذا جب عارف عروجی مدارج اور نزولی مراتب کے بعد مقام معرفت پر براجمان ہو جاتا ہے تو اس حصول معرفت سے پہلے جو گناہ بھی اس سے سرزد ہو گئے تھے وہ اسے ضرر نہیں دیتے چونکہ وہ عارف اب اسلام حقیقی سے شاد کام ہو چکا ہے اور اسلام ماقبل کے گناہوں کو محو اور منہدم کر دیتا ہے۔ یہاں اسلام کی اقسام ہدیہ قارئین ہیں۔

اسلام کی دو قسمیں

عرفاء کے نزدیک اسلام دو قسم کا ہے

اسلام صوری (صورت اسلام)

اسلام صوری علمائے ظواہر کا اسلام ہے جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ

کو کشفی نظر سے دیکھا تو نہیں مگر دل سے تسلیم ضرور کرتے ہیں انہیں اَقْرَأَ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ کا درجہ حاصل ہے۔

اسلام حقیقی (حقیقت اسلام)

اسلام حقیقی صوفیائے محققین اور عرفائے کاملین کا اسلام ہے جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے مشاہدہ بھی کیا ہے اور زبان و قلب سے تسلیم و تصدیق کے مرتبے پر بھی فائز ہیں اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا نَاكَ قَرَاهُ (صحیح بخاری ۱۲/۱) کی نوید سے بھی شاد کام ہیں ان کا ایمان استدلالی، ایمان شہودی سے تبدیل ہو چکا ہے اور ان کے علوم اجمالی ان کے حق میں تفصیلی ہو چکے ہیں اور وہ شنید سے دید تک اور گوش سے آغوش تک پہنچ چکے ہیں لہذا ہوا المراد

(الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۲۳ جلد اول)

یاد رہے کہ وہ علماء جو تصوف و طریقت سے عدم دلچسپی کی بنا پر فنا اور بقا کے مراتب و منازل سے بہرہ ور نہیں ان کے پاس صرف صورت اسلام ہے جو اضافی اور رکی اسلام ہے یہ لوگ حجازی اوصاف و اطوار اور پاکیزہ اخلاق و کردار سے خالی ہوتے ہیں یہ لوگ قیل و قال تک محدود اور کشف و حال سے یکسر محروم ہوتے ہیں علامہ اقبال مرحوم نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے۔

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
 رہ گئی رسم ازاں، روح بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
 کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا علامہ، محدث، مفسر اور محقق کیوں نہ ہو جب تک وہ کسی عارف کامل اور شیخ طریقت کی زیر نگرانی فنا اور بقا کی منازل طے نہیں کر لیتا وہ حقیقت اخلاص، اسلام حقیقی اور حقیقت ایمان سے محروم ہی رہتا ہے۔ اس کے پاس صورت اخلاص اسلام صوری اور صورت ایمان ہی ہوتا ہے جو کسی وقت بھی اغواء اور گمراہ ہو سکتا ہے۔

فوجب حصول هذه المعرفة الذنوب التي كانت حاصلة قبلها ويمكن

پس اس معرفت کا حصول مٹا دیتا ہے ان گناہوں کو جو اس (معرفت) سے پہلے سرزد

ان يراد بالذنوب الذنوب الذي يحصل بعد هذه المعرفة فيراد بالذنوب

ہوئے تھے اور ممکن ہے اس گناہ سے مراد وہ گناہ ہو جو اس معرفت کے بعد سرزد ہو پس اس

الذنوب الصغير لا الكبير لَانَّ اولياء الله محفوظون عنه و عدم ضرره

گناہ سے مراد صغیرہ گناہ ہے نہ کہ کبیرہ^۲ کیونکہ اولیاء اللہ اس (کبیرہ) سے محفوظ ہوتے

بعدم الاصرار والتدارك بلافصل بالتوبة و الاستغفار

ہیں اور اس (صغیرہ) کا نقصان نہ دینا عدم اصرار کی وجہ سے ہے اور بغیر تاخیر کے توبہ

و استغفار سے تدارک کر لینا ہے

۲ نیکی اور گناہ

صوفیائے کرام کا مقولہ یوں ہے مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَضُرُّهُ ذَنْبٌ جَسَّ اللَّهُ

تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جبکہ اسی مفہوم سے ملتا جلتا

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت بھی ہے إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا لَمْ يَضُرَّهُ ذَنْبٌ

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کا کوئی گناہ اسے نقصان نہیں

پہنچاتا۔ (مکتوبات صدی مترجم ص ۳۲۶)

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صوفیاء کے مقولہ کی دوسری توجیہ بیان

فرما رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس مقولہ میں گناہ سے مراد وہ گناہ ہوں جو حصول معرفت

کے بعد عارف سے سرزد ہو گئے ہوں اور گناہ بھی وہ جو صغیرہ ہوں نہ کہ کبیرہ کیونکہ اہل

اللہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں یہاں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی قدرے

وضاحت پیش خدمت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے نیکی اور گناہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِلْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يُطْلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (صحیح مسلم)

یعنی نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند کرے۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے۔

الْإِلْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي صَدْرٍ (مسند احمد بن حنبل)

یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس سے سینے میں تردد پیدا ہو۔

گناہ کی اقسام

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ

حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کبیرہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

إِنَّ الْكَبِيرَةَ كُلُّ ذَنْبٍ رَتَّبَ الشَّارِعُ عَلَيْهِ حَدًّا أَوْ صَرَّحَ بِالْوَعِيدِ فِيهِ

یعنی ہر وہ فعل جس کے لئے شارع نے کوئی حد مقرر کی ہو یا اس پر عذاب کی دھمکی

دی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

روایات میں درج ذیل گناہوں کو کبیرہ فرمایا گیا ہے

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ ۲۔ قتل بے گناہ ۳۔ پاکباز عورت

پر بہتان ۴۔ یتیم کا مال کھانا ۵۔ زنا ۶۔ میدان جہاد سے فرار۔ والدین کی نافرمانی

مکاشفہ: گناہ کبیرہ کی تعین میں علماء نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہے جیسا کہ علم

کلام اور فقہ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ ایک رات مجھے تہجد کے

بعد یہ خیال گزرا کہ بارگاہِ الہی میں متوجہ ہونا چاہیے اور گناہ کبیرہ کی تعین کو سمجھنا چاہیے۔ (اللہ کا کرم ہوا کہ) تھوڑی سی توجہ کے بعد مجھے بتایا گیا کہ گناہ کبیرہ صرف سات (۷) ہیں۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”سات موبقات، مہلکات سے بچو“۔ یہ مہلکات وہ ہیں جن کی جڑ شرک ہے (اور شرک کے علاوہ) چھ گناہ اس کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا شرک ایک تنہ ہے اور چھ کبار اس کی شاخیں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے گناہ صغیرہ کے دائرے میں داخل ہیں۔ بعض صغائر (شرک صغیرہ) کی تعین بھی آپ فرماتے تھے۔ مثلاً سود کھانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا کہ ان کو آپ شرک صغیرہ کہتے تھے۔ (حضرات القدس جلد دوم)

یاد رہے کہ شرعی منوعات کے ارتکاب کے بعد ندامت پیدا نہ ہونا بلکہ گناہ کے بعد لذت اور خوشی محسوس ہونا نہایت قابلِ افسوس ہے کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور صغائر پر اصرار کبار تک پہنچا دیتا ہے اور کبار پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔ (مکتوبات امام ربانی)

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اگرچہ صغائر سے بھی توبہ کرنا ضروری ہے مگر اعمالِ صالحہ اور افعالِ پسندیدہ صغائر کے لئے کفارہ بنتے رہتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ سے عیاں ہے۔

عارفین اور گناہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حصولِ معرفت کے بعد اگر عارف سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اسے ضرر نہیں دیتا البتہ کبیرہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ عارفوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ اگر عارف سے صغیرہ گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو وہ مستمر علیٰ

الذنب نہیں ہوتا اس پر قائم اور ڈٹا نہیں رہتا فوراً تائب ہو جاتا ہے تو گویا یہ توبہ واستغفار گناہوں کو فوراً مٹا دیتی ہے۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صرف انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں صحابہ کرام، اہلبیت عظام اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین گناہوں سے معصوم نہیں محفوظ ہیں۔ محفوظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے حفاظت میں رکھتا ہے۔

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا اولیائے کاملین اور عارفین سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب ممکن ہے یا نہیں۔

صوفیاء کے نزدیک عارف سے کبار بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں توبہ واستغفار کی توفیق مرحمت فرما کر گناہوں کی آلائشوں سے پاک کر دیتے ہیں یہ جو بعض بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ عارف کبیرہ گناہ نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ پر مصر نہیں ہوتا یعنی دوبارہ گناہ نہیں کرتا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک اولیائے کاملین اور عارفین کبار سے محفوظ ہوتے ہیں البتہ اعمال صالحہ بجالانے سے صفائے کی ساتھ ساتھ تلافی و تدارک ہوتا رہتا ہے کیونکہ اگر ان سے کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہو جائے تو پہلے وہ دل میں نادم ہوتے ہیں خلوت میں جا کر آہ و بکا کرتے ہیں کیونکہ گناہ (صغیرہ) اور لغزش کی وجہ سے ان کے قلب پر حجاب آ جاتا ہے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کرتے ہیں بارگاہ قدس کی طرف سے معافی کی بشارت ملنے پر حجاب اٹھ جاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب عارف صغیرہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو گناہ اسے نقصان اس لئے نہیں دیتا کہ وہ

اس گناہ پر اصرار و تکرار نہیں کرتا جو نہی گناہ سرزد ہو جائے فوراً قلب میں ندامت و شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ بغیر کسی تاخیر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہے لہذا گناہ کی تلافی و تدارک ہونے کی وجہ سے گناہ اسے ضرر نہیں دیتا۔ (وللہ الحمد)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صوفیاء کے مقولے کی ایک اور توجیہ بیان فرما رہے ہیں یہ امر بھی جائز ہے کہ لا یضروہ ذنب کا معنی یہ ہو کہ عارف سے حصول معرفت کے بعد کوئی گناہ سرزد نہ ہو کیونکہ عارف سے جب گناہ کا صدور و ارتکاب ہی نہیں ہوگا تو اسے نقصان کیا دے گا نقصان تو تب ہو جب گناہ صادر ہو خلاصہء کلام یہ ہے کہ گناہ ہر کسی کو نقصان دے سکتا ہے عارف کو نقصان نہیں دیتا یعنی ہر شخص سے گناہ واقع ہو سکتا ہے مگر عارف گناہ کرتا ہی نہیں نقصان کیسے ہوگا؟

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَاهُ لَا يَصْدُرُ عَنْهُ ذَنْبٌ لِأَنَّهُ عَدَمُ صُدُورِ الذَّنْبِ
 اور اس کا یہ معنی بھی جائز ہے کہ اس سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا کیونکہ گناہ کا صادر
 ملزوم لعدم ضرره فذكر اللازم و اراد الملزوم ، و ما توقعه الملاحدة من
 نہ ہونا اس کے نقصان نہ دینے کو ملزوم ہے پس لازم کا ذکر کر کے ملزوم مراد لی ہے اور
 هذه العبارة من أَنْ يُسَعَّ لِلْعَارِفِ ارتكاب الذنوب لعدم ضررها فباطل
 اس عبارت سے بے دینوں کو جو وہم ہوا ہے اس سے کہ گنجائش ہے عارف کو گناہوں
 قطعاً و زندقہ صریحاً

کا ارتکاب نقصان نہیں دیتا ہے۔ یہ وہم قطعاً باطل اور صریحاً زندقہ ہے

۳ ملحدوں کی تردید

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ملحدوں اور بے دینوں کی تردید کرتے
 ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ انہوں نے صوفیاء کے مقولہ سے مراد یہ لیا ہے کہ عارف کو
 باطنی طور پر یہ گنجائش ہوتی ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا کبیرہ کا فلہذا عارف
 سے صغیرہ گناہ بھی واقع ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ بھی لیکن اس کا بگڑنا کچھ نہیں ملاحظہ
 اپنے اس موقف کی دوراز کار تاویلات کرتے ہیں جو سب عبث اور فضول ہیں۔ ان
 بے دینوں کا یہ موقف قطعاً باطل اور صریحاً زندقہ و بے دینی ہے درحقیقت یہ شیطانی
 گروہ ہے جو ہمیشہ خائب و خاسر اور ذلیل و رسوا ہوتا رہے گا۔

اولئک حزبُ الشیطانِ اَلا ان حزب الشیطان هم الخاسرون ربنا لا
یہی شیطان کا گروہ ہے خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی خسارہ پانے والا ہے اے
تزغُ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت
ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی
الوہاب“ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وسلم وبارک و
طرف سے رحمت عطا فرمائی تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار
ارجوا من اللہ الکریم الواسع مغفرته ان لا یضر الذنب المکتسب قبل
حضرت محمد اور آپ کی آل پر رحمتیں سلامتیاں اور برکتیں نازل فرمائے۔ اور میں اللہ کریم
المعرفة للعارف المتحقق بحقیقة الاسلام وان کان ذالک الذنب من
سے امید رکھتا ہوں۔ جس کی مغفرت وسیع ہے یہ کہ معرفت سے پہلے کیا ہوا گناہ نقصان
قبیل المظالم وحقوق العباد لما هو سبحانه المالك علی الاطلاق
نہیں دے گا اس عارف کو جو حقیقت اسلام سے متحقق ہے اگرچہ وہ گناہ مظالم اور حقوق
العباد کے قبیل سے ہی ہو کیونکہ وہ (اللہ) سبحانہ مالک علی الاطلاق ہے

۳ حضرت امام ربانی کی دعا

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز لمحدوں کی تردید و تغلیط کرنے کے بعد اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں ملتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے
کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما لائقیناً
تو ہی سب سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے اس لئے ہمیں راہ ہدایت پر استقامت گزریں

وَقُلُوبُ الْعِبَادِ بَيْنَ أَصْبَعِيهِ مِنْ أَصَابِعِهِ يَقْلِبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ وَمَطْلُقُ الْإِسْلَامِ
اور بندوں کے دل اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اللہ پلٹتا ہے
يَجِبُ مِنَ الذُّنُوبِ مِثْلُ مِثْلِ الْمَظَالِمِ وَحَقُّ الْعِبَادِ كَمَا لَا يَخْفَى فَإِنَّ
انہیں جیسے چاہتا ہے اور مطلق اسلام مٹا دیتا ہے ان گناہوں کو جو مظالم اور حقوق العباد
لِحَقِيقَةِ الشَّيْءِ وَكَمَالِهِ مَزِيَّةٌ لَيْسَ لِمَطْلُوقِهِ .

کے علاوہ ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو مزیت
(فضیلت) حاصل ہے وہ مطلق شئی کو حاصل نہیں۔

فرما اور اپنے فضل و فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے رَحْمَةُ اللَّهِ أَمِينَ بِجَاهِ النَّبِيِّ
الكَرِيمِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ دعا کے معا بعد آپ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ
قدس میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس کے بغیر دعا زمین و آسمان کے
درمیان معلق رہتی ہے درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔

عارفین کی گناہوں سے مغفرت

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک خاص بات بیان فرما رہے ہیں
وہ یہ کہ میں اللہ کریم و وسیع مغفرت والے سے امید رکھتا ہوں کہ جو عارف حقیقت اسلام
سے تحقیق و مشرف ہو جائے حصول معرفت سے پہلے جو گناہ اس سے سرزد ہو گئے ہوں
خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، چاہے ان کا تعلق مظالم سے ہو یا حقوق العباد کے قبیل
سے ہوں اس عارف کو وہ گناہ نقصان نہیں دیتے کیونکہ اللہ کریم مالک علی الاطلاق ہے
اس کا کرم اور بخشش و مغفرت کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کہ اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ بخشے گا
ورنہ اللہ بھی بخش نہیں سکے گا یہ نہیں کہا جاسکتا اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت کا مالک ہے جسے

چاہے بخشے اگر اللہ تعالیٰ عارف کے حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان سے متحقق ہونے سے قبل معرفت کے مظالم اور حقوق العباد بھی معاف کر دے تو اس کی رحمت سے کوئی بعید نہیں ہے لیکن یہ تخصیص عارف کیلئے ہے عام لوگوں کیلئے نہیں ہے۔

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس سے قوی امید رکھتے ہوئے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ عارف کے اسلام حقیقی سے متحقق ہونے سے قبل کے گناہوں اور حقوق العباد کی بخشش کا کوئی نہ کوئی سامان کر دیا جائے گا وہ ایسے کہ اللہ تعالیٰ خصوصی کرم فرما کر اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف کر کے انکے قلوب میں جذبہ رحم پیدا کر دے گا کیونکہ بندوں کے دل اس کی انگلیوں (کما یلیق بشانہ) کے درمیان ہوتے ہیں وہ ان کے دلوں سے جذبہ انتقام کو جذبہ رحم میں بدل کر فرمائے گا کہ یہ میرا بندہ ہے تیرے حقوق اس نے ضائع کئے ہیں آخر تو نے بھی تو کسی کے حقوق ضائع کئے ہیں میں تجھے معاف کرتا ہوں تو اسے معاف کر دے یوں معافی کے باہمی تبادلے سے عارف کی بخشش کا سامان ہو جائے گا۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جب کوئی غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ مطلق اسلام کا مرتبہ ہے اسلام مطلق کا مقام کیا ہوگا۔

اسلام کے اقسام

اہل طریقت نے اسلام کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

مطلق اسلام اور اسلام مطلق

مطلق اسلام کو صورت اسلام بھی کہا جاتا ہے اور اسلام مطلق کو حقیقت اسلام

بھی کہا جاتا ہے۔

جب مطلق اسلام سے مظالم وغیرہا کے علاوہ تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اگر کسی خوش بخت کو اسلام مطلق کی دولت نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید واثق ہے کہ اس کے حقوق العباد اور مظالم کی معافی کی بھی کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو برتری و فضیلت حاصل ہے وہ صورت اور مطلق شئی کو حاصل نہیں کمالا یخفی علیٰ ارباب البصیرۃ

ایک سوال کے جواب میں

یہاں قارئین کے ذہن میں سوال آئے گا وہ یہ کہ اصول یہ ہے کہ حقوق معاف نہیں ہوتے تو پھر خاص بندوں کے حقوق کیونکر معاف ہونگے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کے حقوق کی معافی کا مسئلہ نہیں بلکہ اس عارف کی بابت کلام ہو رہی ہے جو حقیقت اسلام سے متحقق ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اَرْجُوْا کہہ کر اللہ کریم وسیع المغفرت والے سے رحم و کرم کی امید کا اظہار فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اس کی مغفرت و رحم و فضل کسی قید کے ساتھ مقید نہیں نیز جس عارف اکمل کو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب نصیب ہوا ہے اس قرب کا لحاظ کرتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ اس کے قبل المعرفت جرائم و مظالم کی معافی کی کوئی سبیل کر دے تو اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل بھی نہیں۔

مزید برآں جب تک متعلقہ شخص حقوق معاف نہیں کرے گا معافی کی کوئی صورت نہیں ہوگی یہ مسئلہ بھی حق اور بجا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ کی صبح وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کی امت کے حقوق العباد کا بھی کوئی حل نکالیں گے وہ بھی سب کیلئے نہیں جس پر وہ خاص مہربان ہوگا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

مِنَهَا - ۱۸

حق سبحانہ و تعالیٰ بذات خود موجود است نہ بوجود،
حق تعالیٰ سبحانہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ، بر
بخلاف سائر موجودات کہ بوجود موجود نہ،
خلاف تمام موجودات کے، کہ وہ وجود کے ساتھ موجود ہیں۔

۱۔ خدا اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں

زیر نظر منها میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما
رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی ذات کے ساتھ خود بخود موجود ہے وہ اپنی موجودیت
(موجود ہونا) میں وجود کا محتاج نہیں جبکہ مخلوق بذات خود موجود نہیں بلکہ جملہ مخلوقات
اور جمیع ممکنات اپنی موجودیت میں وجود کے محتاج ہیں خالق اور مخلوق کے درمیان یہی
امتیاز ہے اگر اللہ تعالیٰ کو موجودیت میں وجود کا محتاج تسلیم کیا جائے تو یہ آیت کریمہ
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (العنکبوت ۶) کے خلاف ہے۔

در اصل اس مسئلہ میں جمہور متکلمین اہلسنت و جماعت اور صوفیائے وجودیہ کا اختلاف ہے
صوفیائے وجودیہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اپنی ذات کے ساتھ موجود
نہیں بلکہ وجود کے ساتھ موجود ہے اور وجود اس کا عین ہے غیر نہیں۔

۵..... یاد رہے کہ وجود کا لغوی معنی بودن ”ہونا“ ہے جملہ کائنات و جمیع ممکنات کسی نہ
کسی وجود کے ساتھ موجود ہیں جیسے میز موجود ہے کسی وجود کے ساتھ، اگر لکڑی نہ ہوتی

تو میز کی یہ شکل و صورت نہ ہوتی۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی موجودیت میں کسی وجود کا محتاج نہیں جب اشیائے کائنات نہ تھیں اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی موجود تھا جیسا کہ كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ سِوَا عِيَالٍ ہے۔

جمہور متکلمین اہلسنت وجماعت کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں کسی شئی کا محتاج نہیں حتیٰ کہ وہ اپنی ذات کی موجودیت کیلئے بھی وجود کا محتاج نہیں۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود نہیں بلکہ موجود بالذات ہے اور آپ اسے وجود حقیقی کہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی خارج میں وجود تھا اللہ تعالیٰ کو اس وجود کی طرف احتیاج ہوئی تو اس وجود کے ساتھ مل کر اللہ ہو گیا ایسا اس کی شان کے لائق نہیں کیونکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کی موجودیت کے لئے وجود کا محتاج ہونا لازم آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے احتیاج سے بے نیاز ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (العنکبوت ۶) سے عیاں ہے اللہ تعالیٰ کے سب کمالات اس کے ذاتی ہیں اس کے یہ کمالات کسی وجود خارجی سے اس میں نہیں آئے بنا بریں اللہ تعالیٰ سبحانہ کسی شئی کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت امام ربانی اور حضرت ابن العربی کا موقف

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور ان کے متبعین کہتے ہیں کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ پر ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئی کا محتاج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہے بایں معنی کہ اس کے وجود کا تعارف کمال اسمائیہ اور صفاتیہ سے ہوا ہے کمال اسمائی و صفاتی یہ ہے کہ جب کسی ذات کا تعارف و شناخت اس کے اپنے اسم (نام) اور اپنی صفت سے ہو تو وہ اسم اور صفت اس کی اپنی ہی ہوگی غیر نہیں

ہوگی لہذا وہ اپنے وجود کے ساتھ ہی متعارف ہو، غیر کا محتاج تو نہ ہوا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اس کا عین نہیں جبکہ صوفیائے وجود یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اس کا غیر نہیں جب غیر نہیں تو پھر عین ہو گئیں۔ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ غیر کا عین ہونا کہاں سے ثابت ہے لہذا عینیت کا حکم لگانا درست نہیں۔

آپ کے نزدیک موجودات و ممکنات اور اسماء و صفات لا عین ولا غیر ہیں یعنی نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں، نہ غیر ہیں، نہ داخل ہیں، نہ خارج ہیں، نہ متصل ہیں، نہ منفصل ہیں بس یہ نہ ہونے کے درجے میں ہیں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں سے نہیں ان کا وجود خارجی ہے یہ (اسماء و صفات) ذات پر زائد ہیں یہی متکلمین اہلسنت کا موقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اس کی ذات نہیں غیر ہیں لیکن یہ اسماء و صفات اللہ ہی کے ہیں مگر اس کی ذات میں نہ داخل ہیں نہ خارج ہیں یعنی جب ذات میں داخل نہیں تو پھر خارج کیسے ہو گئی خارج تو وہ ہوتا ہے جو پہلے داخل ہو جب داخل ہی نہیں تو پھر خارج کیسے ہو گئیں؟ رہ گیا یہ سوال کہ پھر وہ کیا ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اسماء و صفات ذات میں سے نہیں ہیں البتہ ذات کے ساتھ قائم ہیں۔

اس دقیق اور باریک مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک ہے پانی اور ایک ہے پانی کا پرنا لے سے نیچے بہنا، پانی کی ذات بانی ہے لیکن پانی کا نیچے کی طرف بہاؤ اور نزول یہ اس کا نہ عین ہے نہ غیر ہے۔

یہ بہاؤ پانی کا عین اس لئے نہیں کیونکہ پانی پر ایسا بھی موہ آیا کہ وہ پانی تو تھا لیکن اس میں بہاؤ نہ تھا بلکہ ٹھہراؤ تھا تو بہاؤ پانی کی ذات نہیں مگر یہ بہاؤ پانی کا ہی ہے اور یہ (بہاؤ) پانی کی صفت ہے جو پانی کی ذات بھی نہیں لیکن پانی کا غیر بھی

نہیں کیونکہ پانی ہی تو بہہ رہا ہے اگر ذات (پانی) نہ ہوتی تو صفت (بہاؤ) بھی نہ ہوتی لہذا یہ صفت (بہاؤ) ذات (پانی) کا عین نہیں اور نہ ہی اس کا غیر ہے بلکہ یہ ذات کے ساتھ قائم ہے۔

ایسے ہی کائنات اور ممکنات میں پھیلاؤ اور بہاؤ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہی کا ہے لیکن نہ اس کا عین ہے نہ اس کا غیر ہے بلکہ اسی کے ساتھ قائم ہے حضرت امام ربانی اور متکلمین اہل سنت و جماعت کا یہی موقف ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کائنات اور ممکنات وجود ہے اور اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے اور یہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے غیر نہیں لہذا ممکن الوجود، واجب الوجود ہی ہے اور واجب الوجود، ممکن الوجود ہی ہے پس واجب اور ممکن میں عینیت اور اتحاد ہے چونکہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے اگر وجود کی نفی کر دی جائے تو موجود کہاں رہے گا لہذا وجود ہے تو موجود ہے پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے موجود ہونے میں وجود کا محتاج ہے اور وجود، ممکنات اور کائنات ہے حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کائنات غیر نہیں عین ہے یعنی یہ سب کچھ خود اللہ ہی ہے وہ خود ہی ان صورتوں اور شکلوں میں جلوہ گر ہے حق تعالیٰ سبحانہ کا احتیاج الی الغیر تو تب ہو جب کوئی اس کا غیر ہو پھر اس کی طرف محتاجی ہو جب وہ سب کچھ خود ہی ہے تو پھر محتاج کس کا؟۔ شرک تو تب ہو جب دوئی ہو ان کے نزدیک غیر ہے ہی کوئی نہیں بس اللہ ہی اللہ ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حدیث بصر اور تیزی نظر کے باعث وجود کے حجاب اٹھا کر موجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ نے واضح کر دیا کہ وجود اور ہے اور وجوب اور ہے اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں بلکہ وہ بالذات موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کو معذور جاننا چاہئے

اور ان کے اقوال کی تاویل کرنی چاہئے۔ جس طرح کوئی شخص کسی کی محبت میں غلطان ہو جائے اس کے دل و دماغ پر محبوب کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ ہر وقت اسی کا نقش اس کے پیش نظر رہتا ہے اسے کوئی شئی اچھی نہیں لگتی وہ ہر شئی کو ساقط الاعتبار سمجھ کر نفی کرتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ہر طرف یار ہی یار نظر آ رہا ہے یہ محبت کی انتہا ہے خدا کی انتہاء نہیں حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز خدا کے ایسے عاشق ہوئے ہیں کہ انہیں ہر طرف یار ہی یار نظر آتا ہے غیر نظر ہی نہیں آتا۔ شدت محبت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے یہ محبت تو ہے حقیقت نہیں ہے محبت وسیلہ اور واسطہ ہے مقصود نہیں مقصود محبوب ہے انہوں نے وسائل اور وسائل کو مقاصد جان لیا ہے حالانکہ مقاصد بہت آگے ہیں یہ اختلاف اسی بنا پر ہوا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ صوفیائے وجودیہ کی زبان سے فرط محبت کی بنا پر اس قسم کے جملے نکل گئے ہیں اس لئے انہیں نظر انداز کر دینا چاہئے برا بھلا نہیں کہنا چاہئے وہ محبت میں بے بس ہو کر ہر چیز کو خدا کہتے ہیں حقائق کچھ اور ہیں۔

پس احتیاجِ او تعالیٰ در موجودیت بوجود لازم
پس اللہ تعالیٰ کا موجودیت میں وجود کے ساتھ احتیاج لازم نہیں آتا
نیاید، تاگویند

کہ لوگوں کو کہنا پڑے ۲

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یوں عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے ممکنات و موجودات کی طرح موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں تا کہ اشکالات و اعتراضات سے بچنے کے لئے عینیت و اتحاد کا قول نہ کرنا پڑے۔

اقسام وجود

علمائے متکلمین نے وجود کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

واجب الوجود اور ممکن الوجود

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ممکن الوجود نہیں اس کا وجود، وجود حقیقی ہے جو اس کا ذاتی ہے وہ اس کی ذات سے جدا نہیں اور اس کی ذات پر زائد بھی نہیں۔

جبکہ صوفیائے وجود یہ ممکن اور واجب کو متحد اور عین جانتے ہیں اور کائنات کو وجود کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کو وجود کائنات کے ساتھ موجود جانتے ہیں جس سے احتیاج لازم آتا ہے یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سبحانہ مطلق وجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی بھی ہے اور ممکن بھی ہے امکان بھی ہے اور وجوب بھی ہے انہوں نے یوں امکان اور وجوب کی عینیت اور اتحاد کا قول کیا ہے۔

کہ وجود او تعالیٰ عین ذات ست، نہ زائد،

کہ اللہ تعالیٰ کا وجود عین ذات ہے زائد نہیں ۳

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے وجود امکانی کے ساتھ موجود نہیں کہ کسی قسم کا احتیاج لازم آئے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

۳ اسماء و صفات زائد علی الذات ہیں

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز علم کلام کے ایک اہم اور دقیق مسئلہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور کائنات ذات میں سے نہیں بلکہ خارج میں ان کا وجود ہے گو یہ ذات کے ساتھ قائم ہیں لیکن ذات پر زائد ہیں ذات حق تعالیٰ ان سے بالا ہے۔

زائد کا مفہوم

زائد کا مطلب یہ ہے کہ اسکی ذات میں سے نہیں بلکہ ذات کے علاوہ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ سبحانہ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہے۔

زائد کا مفہوم ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح کسی شخص نے بازو پر گھڑی باندھ رکھی ہو تو وہ گھڑی اس شخص کی ذات میں سے نہیں بلکہ ذات کے ساتھ ہے اور ذات پر زائد ہے اگر گھڑی کو اس شخص کے بازو سے اتار لیا جائے تو اس کی ذات میں کوئی نقص اور کمی واقع نہیں ہوتی اور اگر اس گھڑی کو بازو پر رہنے

دیا جائے اس (مفخص) کی ذات میں کوئی اضافہ بھی نہیں ہوتا۔
اس مسئلہ کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

علمائے حق اہل سنت و جماعت وجودِ صفات کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات کے وجود پر زائد سمجھتے ہیں معتزلہ، شیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں اور صفات کو عین ذات کہتے ہیں متاخرین صوفیاء میں سے بعض حضرات جو وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔

جمہور متکلمین اہلسنت کی تحقیق کے مطابق صفات لَاهُوَ وَلَا غَيْرُهُ ہیں یعنی صفات ذات کیلئے نہ عین ہیں نہ غیر ہیں لہذا ذات و صفات کے درمیان عینیت اور غیریت کا اطلاق کرنا منع ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا بھی یہی مسلک ہے۔ علمائے متکلمین اہلسنت و جماعت نے صفات کے متعلق لاهو کہہ کر عینیت کے قول کی نفی کر دی تاکہ اشتغائے صفات لازم نہ آئے اور لاغیرہ کا قول کر کے غیریت کی نفی کر دی تاکہ تعددِ الہ کا مفہوم ذہن میں نہ آئے۔

سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا نہ عین ہیں نہ غیر ہیں تو پھر ہیں کیا؟ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ صفات، ذات پر زائد ہیں تاہم اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ (وللہ الحمد)

لا هو ولا غیرہ کا مفہوم

علمائے متکلمین اہل سنت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے صفات حق تعالیٰ کو جولا ہو ولا غیرہ قرار دیا ہے اس کا یہ معنی نہیں سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے صفات کو ذات کا غیر ماننے سے انکار کیا ہے انہوں نے مطلق طور پر غیر کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی مراد، اصطلاحی غیر ہے یعنی ایسا غیر جو نہ ذات کا عین ہو اور نہ ذات سے قائم ہو۔ لہذا لا هو میں عینیت و اتحاد کی نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور لاغیرہ میں ذات پر زائد نہ

ہونے اور ذات کے ساتھ قائم نہ ہونے کی نفی کا مفہوم موجود ہے۔

غیریت کی دو قسمیں ہیں

غیریت دو قسم پر ہے

غیریت مطلقہ اور غیریت مصطلحہ

غیریت مطلقہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے مغایرت ہو۔

غیریت مصطلحہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان حقیقی و ذاتی طور پر مغایرت موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اگرچہ مغایرت مفہومی و مصداقی موجود ہے لیکن مغایرت حقیقی ذاتی موجود نہیں ہے کیونکہ صفات اسی ذات کے ساتھ ہی قائم ہیں لہذا ذات و صفات کے درمیان غیریت مطلقہ ہے نہ کہ غیریت مصطلحہ پس ثابت ہوا کہ متکلمین نے کلمہ لاہو کے ساتھ غیریت مطلقہ کا اثبات کیا ہے اور کلمہ لا غیرہ کے ساتھ غیریت مصطلحہ کی نفی فرمائی ہے۔ (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۳۸ جلد دوم)

حضرت امام ربانی کا تجزیہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ عینیت کے قائلین کا کشفی تجزیہ کرتے ہوئے

رقمطراز ہیں۔

بعض مشائخ نے جو واجب تعالیٰ جل شانہ کی صفات کے (الگ) وجود سے

انکار کر دیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے۔ تو اس کی وجہ

یہ ہے کہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں۔ صفات ان کے لئے ذات جل

شانہ کے مشاہدے کے آئینے بن گئی ہیں اور آئینہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ خود

دیکھنے والے کی نظر سے مخفی ہو جاتا ہے (اور وہی چیز نظر میں آتی ہے جو آئینے کے بالمقابل ہوتی ہے) لہذا صفات لامحالہ آئینہ بن جانے کے حکم کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی ہیں اور چونکہ صفات انہیں نظر نہیں آتیں اس لئے وہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ وہ خارج میں عین ذات ہیں اور علم کے مرتبہ میں جو انہوں نے ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ صفات کی مغایرت (غیر ہونا) ثابت کی تو وہ محض اس بنا پر ہے تاکہ بالکلیہ صفات کی نفی لازم نہ آجائے اور اگر یہ بعض حضرات اس مقام سے اور اوپر پہنچ جاتے اور ان کا شہود، صفات کے ان آئینوں سے باہر نکل جاتا تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ کہ ہے جان لیتے اور سمجھ جاتے کہ علماء اہل سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق اور فائز نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والختیہ سے ماخوذ ہے کہ صفات الگ موجود ہیں اور وہ ذات پر زائد ہیں۔ (الہیات شرح مکتوبات مکتوب ۴ جلد اول)

تالاحتیاج بغیر لازم نیاید، ودر اثبات عینیت وجود مرذات را کہ اس سے غیر کا احتیاج لازم نہیں آتا اور خاص ذات (حق) جلّ سلطانہ کو جلّ سلطانہ محتاج بادلہ متطاوّلہ گردیم، ومخالفت کردہ وجود کی عینیت ثابت کرنے میں طویل دلیلوں کا محتاج ہونا پڑتا ہے

باشیم مرجمہور اہل سنت و جماعت را، چہ این اور ہمیں مخالفت کرنا پڑتی خاص کر جمہور اہل سنت و جماعت کی کیونکہ یہ بزرگ بزرگواران بعینیت وجود قائل نیستند، وجود را زائد می دانند، وجود کی عینیت کے قائل نہیں ہیں وجود کو زائد سمجھتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر وجود کو اللہ تعالیٰ سبحانہ کا عین کہا جائے تو لمبے چوڑے دلائل اور دور از کار تاویلات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات واشکالات کے جوابات کے لئے تکلفات بعیدہ سے کام لینا پڑتا ہے اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ جمہور اہلسنت و جماعت کے موقف کی مخالفت بھی لازم آتی ہے اس لئے ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے وجود کے ساتھ موجود نہیں وجود زائد برذات ہے تاکہ کسی قسم کا احتیاج لازم ہی نہ آئے۔

وپوشیدہ نیست کہ حکم بزیادتی وجود، مستلزم احتیاج اور پوشیدہ نہیں ہے کہ وجود کی زیادتی کا حکم واجب تعالیٰ و تقدس کے غیر واجب ست، تعالیٰ و تقدس بغیر، اگر بوجود زائد واجب را کے ساتھ احتیاج کو مستلزم ہے اگر ہم واجب تعالیٰ و تقدس کو وجود زائد تعالیٰ و تقدس موجود گوئیم،

کے ساتھ موجود کہیں ۵ اور اگر ہم بذات خود موجود کہیں۔

۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو بذات خود موجود کہا جائے اور وجود کو زائد علی الذات مانا جائے یعنی اس وجود کو اللہ تعالیٰ کا جو ہر نہیں بلکہ عرض سمجھا جائے۔ (باہر سے عارض ہونے والی چیز) تو متکلمین المسلمت و جماعت کا قول بھی درست ہو جاتا ہے اور مخالفین کے احتیاج کا اعتراض بھی مکمل طور پر اٹھ جاتا ہے۔

و اگر بذات خود موجود گوئیم، و این وجود را عرض عام
 اور اس وجود کو ہم عرض عام (کی حیثیت سے) لیں تو جمہور متکلمین
 بگیریم، ہم سخن جمہور متکلمین اہل حق درست می
 اہل حق کی بات بھی درست ہو جاتی ہے اور احتیاج کا اعتراض
 گردد، وہم اعتراض احتیاج کہ مخالفان دارند بالکلیۃ دفع می
 بھی جو مخالفین کرتے ہیں بالکل اٹھ جاتا ہے
 شود، و فرق واضح است،
 اور واضح فرق ہے۔ ۶

۶۔ منہا کے آخر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ
 اللہ تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنا اور وجود کو ہرگز اسمیں دخل نہ دینا اور اللہ تعالیٰ کو وجود
 کے ساتھ موجود جاننا اور وجود کو عین ذات ثابت کرنا ان دونوں اقوال کے درمیان فرق
 عیاں ہے جو اب بصیرت پر پوشیدہ نہیں۔

درمیان آنکہ واجب راتعالیٰ بذات خود موجود گفتن و اصلاً اس بات کے درمیان کہ واجب تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنے اور وجود کو ہرگز دخل نہ دینے وجود را دخل نادادن ، و درمیان آنکہ موجود بوجود گفتن ، میں اور اس بات کے درمیان کہ وجود کے ساتھ موجود کہنے اور اس وجود کو عین ذات ثابت و آن وجود راعین ذات اثبات کردن ۔ هذه المعرفة مما خصصني الله کرنے میں ۔ یہ وہ معرفت ہے کہ اللہ سبحانہ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے کہ سبحانہ بها الحمد لله سبحانہ علی ذلک والصلوة والسلام علی رسولہ ۔ اس بات پر اللہ سبحانہ کی حمد (شکر) ہے اور اس کے رسول ﷺ پر درود و سلام ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحدیثِ نعمت کے طور پر اظہار فرما رہے ہیں کہ توحید کا یہ اہم اور اذوق مسئلہ جس میں بعض صوفیاء نے اشاعرہ اور فلاسفہ نے ٹھوک کر کھائی علمائے متکلمین اہل سنت و جماعت نے اسے کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کر دیا اللہ تعالیٰ نے اسے کشفی طور پر ہم پر عیاں کر دیا ہے ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس خصوصی معرفت کے عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔

ع حمد بے حد مر خدائے پاک را

اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام کے ہدیے پیش کر رہے ہیں کہ جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خصوصی معرفت سے ممتاز فرمایا۔ والحمد لله علی ذالک۔

ابو البیان پیر محمد سعید احمد رحیمی

کی علمی، فکری، تحقیقی اور روحانی تصانیف

مجموعۂ تقاریر

جلد اول 288 صفحات 130 حصہ

جلد دوم 224 صفحات 120 حصہ

البیان

علماء و عظیمین
خطباء اور طلباء
کیلئے گرانقدر تحفہ

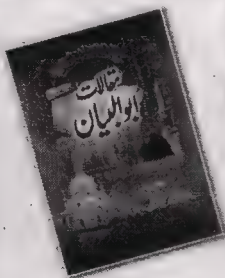


مجموعۂ مقالات

504 صفحات 200 حصہ

مقالات ابو البیان

قرآنیات، تذکار رسالت، تصوف
افکار مجدد الف ثانی و دیگر موضوعات پر مشتمل



121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ پاکستان

فون: 0431-841160 فیکس: 0431-731933

نظم الاملا سہیل کیشن

مفتی اعظم پاکستان اسلامیہ اسکالرشپ بورڈ

کتاب فقہ کی روشنی میں شریعت و طہارت و حقیقت کے علم و معرفت
پیش کردہ مفت اسلامی اسکالرشپ بورڈ

الہیات شرح مکتوبات



یہ نثر گویا علوم طہارت
کا انسائیکلو پیڈیا ہے

شرح
ابوالیان میر محمد امجد علی

ترجیحات

سلوک تقبند یہ مجزیہ کا تفصیلی بیان • اصطلاحات تصوف کی عام فہم تشریحات
شریعت و طہارت، سیر و سلوک، وجود و شہود، حقیقت مجملہ، حقیقت قرآن
حقیقت رمضان، حقیقت کعبہ، ظلال صفات اور حیوانات اعتبارات وغیرہا
جیسی اوق مصطلحات کی نہایت عمدہ تشریح

پہلی دو جلدیں
چھپ رہی ہیں

121- بی مائل ٹاورز گوجرانوالہ
پاکستان 841160-431-92

پیشکش



Maktabah Mujaddidiyah

www.maktabah.org

This book has been digitized by Maktabah Mujaddidiyah (www.maktabah.org).

Maktabah Mujaddidiyah does not hold the copyrights of this book. All the copyrights are held by the copyright holders, as mentioned in the book.

Digitized by Maktabah Mujaddidiyah, 2012

Files hosted at Internet Archive [www.archive.org]

We accept donations solely for the purpose of digitizing valuable and rare Islamic books and making them easily accessible through the Internet. If you like this cause and can afford to donate a little money, you can do so through Paypal. Send the money to ghaffari@maktabah.org, or go to the website and click the Donate link at the top.